ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
جنوری 2015
WWW.PAKSOCIETY.COM
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں
خوفناک چڑیل نمبر
نیا سال مبارک
RS:70

خوفناک ڈائجسٹ جنوری 2015 کے شمارے خوفناک چڑیل نمبر کی جھلکیاں

قیمت 70 روپے

ماہ جنوری 2015

خوفناک چڑیل نمبر

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ یا پبلیشیرز ذمہ دار نہ ہوگا۔

(پبلیشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ لاہور)

اسلامی صفحہ

درود پاک کی برکات

بلخ میں ایک امیر کبیر سوداگر رہتا تھا اس کے دولڑکے تھے اس خوش نصیب کے پاس دنیاوی دولت کے علاوہ ایک نعمت عظمیٰ یہ بھی تھی کہ اس کے پاس سرکار دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے جب وہ خوش بخت فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آپس میں تقسیم کرلی اور جب موئے مبارک کی باری آئی تو بڑے لڑکے نے ایک بال مبارک خود لے لیا اور ایک چھوٹے کو دے دیا تیسرے بال مبارک کے بارے میں بڑے نے کہا کہ اسے آدھا آدھا کرلیں چھوٹے نے کہا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کیونکہ یہ رسول ﷺ کے بال مبارک کو توڑے بڑے نے جب اپنے چھوٹے بھائی کی عقیدت اور ایمانی تقاضا دیکھا تو بولا اگر تجھے اس بال کے ساتھ اتنی ہی محبت ہے تو یوں کر یہ تینوں بال تو رکھ لے اور باپ کی جائیداد کا اپنا حصہ بھی مجھے دے دے چھوٹے نے یہ سن کر کہا دادرے قسمت مجھے اور کیا چاہئے ایمان والا ہی اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانتا ہے دنیا دار کمینہ کیا جانے چنانچہ بڑے نے دنیا کی دولت لے لی اور چھوٹے نے تینوں موئے مبارک لے لیے اور انہیں بڑے ادب و احترام سے رکھ لیا جب شوق غالب ہوتا تو زیارت کرلیتا اور درود پاک پڑھتا اور ان ذات جل جلال کی بے نیازی دیکھو کہ اس کے بڑے بھائی کا مال چند دنوں میں ہی ختم ہو گیا اور وہ کنگال ہو گیا بقول شاعر

دنیا تجھے دین و دنیا نہ ملی نہ ملی ساتھ ۔۔۔۔ پھر کوجاڑ امار یا اور کھا اپنے ہاتھ

اللہ تعالیٰ نے چھوٹے کے مال میں برکت ڈال دی اور وہ خوش حال ہو گیا پھر جب حبیب خدا ﷺ کا جانثار وفات پا گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا رحمت دو عالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی اور اسے بھی ساتھ دیکھا سیدنا دو عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے امتی تو لوگوں میں اعلان کر دے جس کسی کو کوئی حاجت کوئی مشکل پیش ہو تو وہ اس قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اس نے بیدار ہو کر اعلان کر دیا تو اس عاشق رسول ﷺ کی قبر مبارک کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ لوگ دھڑا دھڑ اس قبر پر حاضر ہونے لگے اور پھر یہاں تک نوبت آ گئی اگر کوئی سوار ہو کر وہاں سے گزرتے تو برائے ادب سواری سے نیچے اتر جاتا اور پیدل چلتا اور نزہتہ المجالس میں ہے کہ بڑے بھائی کا مال ختم ہو گیا اور وہ بالکل فقیر ہو گیا اس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اپنی حالت کی شکایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بدنصیب تو بال مبارک پر دنیا کو ترجیح دی اور تیرے بھائی نے وہ موئے مبارک لے لیا اور جب وہ بال مبارک کو دیکھتا تو مجھ پہ درود پڑھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں جہانوں میں نیک اور سعید کر دیا تب وہ بیدار ہوا تو چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ (نزہتہ المجالس ۔)

کشور کرن چھوکی

ماں کی یاد میں

------ علی شان لاہور

ماں ماں ماں کیا میٹھاس ہے ان الفاظوں میں قسم خدا کی دل کو بہت سکون ملتا ہے ماں دونوں ہونٹ جڑ جاتے ہیں پیاری ماں کا نام لینے سے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی رشتہ عزیز نہیں ہے ماں بھی ماں اگر باپ چھوڑ جائے تو ماں ہی باپ بن کر اولاد کو ہر وہ خوشی دیتی ہے جو ماں باپ دونوں سے ملتی تھی اور ماں ہی باپ ماں ہی دوست ماں ہی گھر کی رونق ماں ہی وہ خانہ کعبہ جس ایک بار پیار سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری حج ادا ہو گئی اور ماں ہی دنیا کی وہ ہمراز جو اپنی اولاد کے ہر عیب چھپا لیتی ہے ماں ہی ہمدرد جو اپنے بچے کو کبھی بھی درد میں دیکھ کر سکون نہیں لیتی جب تک اس کا حال ٹھیک نہ ہو جائے ماں ہی ہر رشتہ ہے ماں کسی کی بھی رشتے کا احساس نہیں ہونے دیتی ماں آج میں لوگوں کو وہ باتیں بتانے جا رہا ہوں جو آج تک میرے دل میں ہی رہیں تمہیں روز کی باتیں ہیں ماں جب بھی میں گھر سے باہر نکلتا ہوں تو مجھے گرمی ستاتی ہے نہ سردی لگ جاتی ہے لیکن یہ بات میں نے آزمائی ہے کہ جب آپ کا دیدار پیار سے کر کے جاتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں ہوتا ماں میں آپ کو خوش کر کے جاتا ہوں تو کیا آپ میرے جانے کے بعد میرے لئے دعائیں کرتیں ہیں اسی لیے تو مجھے گرمی سردی کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کی دعائیں میرے سر پر ہمیشہ سایہ بن کر رہتی ہیں اور دوسری بات ماں آپ کو تو پتہ ہے میں آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں جانتی ہیں کیوں میں نے آپ سے دور بیٹھ کر جب بھی کھایا ہے مجھے ذرا مزہ نہیں آتا ماں آپ سے باتیں کرتے کرتے کھاتا رہتا ہوں روح کو جسم کو اک سکون سا ملتا جاتا ہے ماں کل میں اپنے دوست کے گھر گیا وہ کافی عرصے بعد آیا تھا جب وہ اپنے گھر کا دروازہ گزرا تو اس کی چیخیں نکل گئیں کیوں کہ پہلے اس کی ماں اس کے آنے کی خبر سن کر گھر کو صاف کر کے اس کے لیے طرح طرح کے کھانے بنا کر دروازے میں کھڑی ہو کر اس کا انتظار کرتی تھیں مگر آج جب وہ گھر گیا تو دیواروں سے اپنا سر ٹکرا ٹکرا کر بہت رویا ماں کو ہر کمرے میں جا کر آوازیں دیں ہر کونے میں ڈھونڈا مگر اس کی ماں کی آواز نے اسے ایک بار بھی نہیں پیار سے کہا بسم اللہ میرا لال آ گیا نہ کسی نے اس کا ماتھا چوما نہ کسی نے اسے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر پیار دیا ماں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے اسے چپ نہیں کروایا میں تو بھاگا کہ اپنے میری امی ماں مجھے ایسا لگا کہ دنیا اندھیری ہو گئی ہے دنیا بے رونق ہو گئی ہے زندگی بکھر رہی ہے سانسیں اٹک رہی ہیں مجھے نہیں پتہ میں گرتا سنبھلتا کیسے گھر تک آیا تھا آپ سو رہی تھیں مگر نجانے میں کوئی گستاخی کر لیتا آپ کو جگانے کی مگر آپ گہری نیند میں تھیں میری آوازوں سے نہ اٹھیں تو میں نے چپکے چپکے آپ کے پاؤں تک میں نے اپنے لب بہت ہی آہستہ آپ کے پاؤں کو لگائے کہ میری امی جان کی نیند خراب نہ ہو جائے پھر جب تک آپ جاگیں نہیں میں وہیں پر بیٹھا آپ کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا جب آپ جاگ گئیں تو میں نے آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ کے ہاتھ چومے ماں مجھے پتا نہیں کیوں کچھ ہی دیر میں آپ کی کمی مار دیتی ہے ماں کبھی بھی مجھے اپنی آنکھوں سے دور نہ کرنا آپ کی جدائی میری موت ہے ماں آئی لو یو کتنی پیاری ہیں آپ۔ علی شان۔

سیاہ ہیولہ

---ثمر ثمر نشاد - رتووال - فتح جنگ - آخری قسط---

کسی چیز کے پھڑ پھڑانے کی آواز مجھے سنائی دی میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں میرے سامنے کفن میں ملبوس مردہ کھڑا تھا اس کا چہرہ دیکھ کر میں کانپ اٹھا اس کے چہرے کا رنگ زرد تھا آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے اس کے ہاتھ کفن سے باہر نکلے ہوئے تھے اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو اس کا بازو بڑھنے لگا اس کا ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھتا آ رہا تھا جیسے ہی اس کا ہاتھ تابوت سے ٹکرایا وہ مردہ چیختا ہوا وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور سکھ کا سانس لیا۔ میرا چلہ ختم ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے مجھے اردگرد ہوا میں بہت سی انسانی کھوپڑیاں اڑتی ہوئی دکھائی دیں کچھ ہی دیر میں وہاں ہزاروں کی تعداد میں کھوپڑیاں جمع ہو گئیں ان کھوپڑیوں سے خون کے قطرے ٹپک ٹپک کر زمین کو سرخ کر رہے تھے کچھ ہی دیر میں وہاں کالا خون جمع ہو گیا ایسا لگ رہا تھا کہ میں خون کے تالاب میں لیٹا ہوا ہوں وہ کھوپڑیاں آہستہ آہستہ خون میں گرنے لگیں تھوڑی دیر میں وہ تمام کھوپڑیاں خون کے اوپر تیرنے لگیں اتنا بھیانک منظر شاید ہی کسی نے دیکھا ہو مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا دل چاہا کہ ابھی اٹھ کر یہاں سے بھاگ جاؤں لیکن اماں اور نادر کا خیال آیا تو دل کو مضبوط کر لیا اور منتر اونچی آواز میں پڑھنے لگا وہاں پر موجود خون زمین میں جذب ہونے لگا مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ غار کی زمین پتھریلی تھی خون زمین میں ایسے جذب ہو رہا تھا جیسے زمین میں بہت سے سوراخ ہوں اچانک ہی مجھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی کوئی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا غار میں داخل ہو رہا تھا قدموں کی آواز دھیرے دھیرے نزدیک آ رہی تھی خوف سے پہلے ہی میرا برا حال تھا اب ایک نئی مصیبت میری طرف بڑھتی ہوئی آ رہی تھی میری نظریں آنے والی نئی مصیبت کا راستہ دیکھ رہی تھیں جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوئی مجھے کچھ حوصلہ ہوا وہ ورشا تھی لیکن وہ پہلے والی ورشا نہیں لگ رہی تھی اس کے چہرے پر غصہ تھا سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی تابوت کے قریب آئی تم نے اچھا نہیں کیا میں تمہاری حقیقت جان گئی ہوں تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے جو چلہ میں نے تمہیں بتایا تھا تم وہ چلہ نہیں کر رہے ہو اب بھی وقت ہے چھوڑ دو اس چلے کو ورنہ اچھا نہیں ہو گا تم اب تک صرف میری وجہ سے زندہ ہو لیکن میں اب تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی ہاں اگر تم یہ چلہ چھوڑ دو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں چلو اٹھو اور تابوت سے باہر آ جاؤ ورشا غصے سے بولی۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

ارے میں چلے میں مصروف تھا ورشا میرے اردگرد گھوم رہی تھی ورشا کے علاوہ مجھے کئی سائے بھی وہاں دکھائی دے رہے تھے ان سایوں سے مجھے کافی خوف محسوس ہو رہا تھا لیکن پھر بھی میں نے اپنا چلہ جاری رکھا ہوا تھا وہ سائے کافی دیر میرے اردگرد منڈلاتے رہے پھر غائب ہو گئے ان کے غائب ہوتے ہی مجھے ہر طرف سرخ آنکھیں دکھائی دینے لگیں وہ صرف آنکھیں تھیں باقی ان کا کوئی وجود نہیں تھا وہ آنکھیں بہت ہی خوفناک تھیں سرخ انگاروں جیسی تھیں ان آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی وہ آنکھیں مجھے مسلسل گھور رہی تھیں

خوف سے میرا برا حال ہو گیا تھا میں جانتا تھا کہ جب تک میں تابوت کے اندر ہوں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے ان آنکھوں سے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور منتر پڑھتا رہا تھوڑی دیر بعد مجھے آگ کی تپش محسوس ہوئی میں نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو مجھے اپنے پاس کوئی کھڑا ہوا دکھائی دیا اس کے جسم کو آگ لگی ہوئی تھی اس آگ کی تپش سے مجھے اپنا جسم جلتا ہوا محسوس ہوا منتر کے الفاظ میری زبان سے پھسل رہے تھے وہ آگ کا آدمی کافی دیر میرے پاس کھڑا رہا پھر اس نے حرکت کی اور رشنا کی طرف چلا گیا جیسے ہی مجھ سے دور ہوا مجھے سکون سا مل گیا وہ آگ کا آدمی اب رشنا کے قریب کھڑا تھا رشنا کافی گھبرائی ہوئی دکھائی دینے لگی تھی اس کے چہرے کا رنگ سرخ ٹماٹر کی طرح ہو رہا تھا میں تھا تو تابوت میں لیکن وہ مجھے واضح دکھائی دے رہی تھی رشنا کی حالت بہت خراب تھی وہ کافی مشکل سے سانس لے رہی تھی پھر وہ بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی رشنا کے جاتے ہی وہ آگ کا آدمی تابوت کے گرد چکر لگانے لگا مجھے آگ کی تپش بے چین کر رہی تھی لیکن میں نے خود پر کنٹرول رکھا اور منتر پڑھتا رہا وہ آگ کا آدمی کافی دیر میرے اردگرد گھومتا رہا پھر غائب ہو گیا۔

رشنا آج میں بہت خوش ہوں میرا دو دن کا چلہ مکمل ہو گیا ہے بس اب ایک دن باقی رہ گیا ہے پھر دیکھنا میں کیسے کالے بھوت کا خاتمہ کرتا ہوں میں خوشی سے بولا۔ رشنا کے چہرے پر ذرہ بھی خوشی نہ تھی وہ مرجھائی مرجھائی سی دکھائی دے رہی تھی۔ کیا ہوا رشنا تمہیں خوشی نہیں ہوئی ہے میں نے حیرت سے پوچھا۔

نجانے کیوں تم چلہ کرتے ہو تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تمہارے پاس جب بھی ہوتی ہوں میرا جسم جلنا شروع ہو جاتا ہے لگتا ہے ایک ان دیکھی طاقت مجھے جلا رہی ہے کل رات تو میری سانس ہی بند ہونے لگی تھیں اس لیے میں بھاگ گئی رشنا خوفزدہ ہو کر بولی اس کی بات سن کر مجھے خوشی ہوئی۔

رشنا تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے اور کل رات تو میں نے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا تھا وہ کوئی جن تھا یا بھوت یہ میں نہیں جانتا اس کا جسم آگ سے بنا ہوا تھا وہ آگ کا آدمی میرے تابوت کے اردگرد ساری رات چکر لگاتا رہا ہے اس کی نظریں میرے ساتھ ساتھ تم پر تھیں وہ آگ کا آدمی تمہارے بہت ہی قریب جاتا تھا اور پھر میرے تابوت کے اردگرد چکر لگانے لگتا میری باتیں سن کر رشنا کافی خوفزدہ ہو گئی اور ڈرے ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

مجھے تو وہ آگ کا آدمی نظر نہیں آیا اگر وہ تمہارے اردگرد ہوتا تو مجھے بھی نظر آتا اس کی بات سن کر میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا اور کہا۔

رشنا میں سچ کہہ رہا ہوں میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا تم نہیں جانتی یہ رات میں نے بہت مشکل سے گزاری ہے میرا جسم ساری رات جلتا رہا ہے میں نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

وقاص تمہاری باتیں سن کر مجھے بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے آج سے پہلے میں نے نہ ہی ایسا بھوت دیکھا نہ ہی جن لیکن وہ کوئی بھی تھا بہت خوفناک تھا تمہاری باتوں میں سچائی ہے میں نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن میں نے اسے محسوس کیا تھا رشنا خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

رشنا تمہیں اب ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو رشنا بھی مسکرا دی۔ رشنا میرا چلہ ایک دن کا رہ گیا ہے مجھے اجالا اور عمار کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ نجانے وہ کس حال میں ہوں گے میں دکھی لہجے میں بولا۔

وقاص تم ان کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ بس تم اپنے چلے پر دھیان دو رشنا میری طرف بغور دیکھتے ہوئے بولی۔ تو میں نے کہا۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو مجھے ان کی بہت فکر ہے مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ کالے بھوت نے اجالا اور عمار کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

نہیں نہیں۔ وقاص ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اجالا اور عمار زندہ ہیں۔ رشنا جلدی سے بولی۔

رشنا تم مجھے اجالا کے پاس لے جاؤ میں نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی رشنا پریشانی سے بولی

ٹھیک ہے اگر تم مجھے اجالا کے پاس لے کر نہیں جاؤ گی تو میں آج رات کا چلہ نہیں کروں گا اگر کالا بھوت مجھے مارنا چاہتا ہے تو مار دے لیکن میں جب تک اجالا سے مل نہیں لیتا میں چلہ نہیں کروں گا اور تم نے بھی تو کہا تھا ناں کہ تم میری مدد کرو گی تو اب کرو ناں میری مدد اور لے جاؤ مجھے اجالا کے پاس میں نے ضدی لہجے میں کہا۔

وقاص سمجھنے کی کوشش کرو میں ایسا نہیں کر سکتی رشنا بے بسی سے بولی۔

اچھا ٹھیک ہے اگر تم مجھے اجالا کے پاس لے کر نہیں جانا چاہتی تو نہ لے کر جاؤ میں بھی چلہ نہیں کروں گا ویسے بھی اگر میرے دوست زندہ نہیں ہیں تو مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے میں کالے بھوت کو ختم نہیں کروں گا میں نے اٹل لہجے میں کہا۔

وقاص یہ میرے بس میں نہیں ہے میں تمہیں اجالا کے پاس لے کر نہیں جا سکتی رشنا گھبرا کر بولی۔

اچھا تو پھر میں جا رہا ہوں یہاں سے تمہیں بھی یہاں سے جانا چاہیے ویسے بھی تمہیں تو اس بھوت نے آزاد کر دیا ہے میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

رکو۔۔۔ میں صرف تمہیں اجالا دکھا سکتی ہوں رشنا جلدی سے بولی۔

اچھا ٹھیک ہے میں خوشی سے بولا اور بیٹھ گیا۔

تم ایسا کرو کہ بنا پلکیں جھپکائے میری آنکھوں میں دیکھتے رہو رشنا میرے قریب آ کر بولی میں نے اثبات میں سر ہلایا اور میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھوڑی دیر بعد مجھے اجالا دکھائی دی وہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور اس کے جسم اور چہرے پر گہرے زخم تھے میں اس کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا رشنا نے پلکیں جھپکائیں تو وہ منظر غائب ہو گیا۔ اجالا تمہارا جس نے بھی یہ حال کیا ہے میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ میں غصہ سے چیختے ہوئے بولا۔

وقاص حوصلہ رکھو میں تمہیں اجالا کی یہ حالت نہیں دکھانا چاہتی تھی لیکن تمہاری ضد کے آگے میں بے بس ہو گئی تھی رشنا مجھے حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔ میرا دل تو کر رہا تھا کہ ابھی رشنا کا گلہ دبا دوں لیکن میں نے خود پر کنٹرول کیا میں جانتا تھا کہ اجالا کو اس حال میں پہنچانے والا کوئی بھوت نہیں بلکہ رشنا ہی ہے کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے ہی رشنا اسے گھسیٹتی ہوئی یہاں سے لے کر گئی تھی۔

رشنا تم جاؤ یہاں سے میں آرام کرنا چاہتا ہوں میں نے نرم لہجے میں کہا۔

رشنا مجھے کچھ بتائے بنا وہاں سے اٹھ گئی۔ رشنا تمہارا کھیل اب ختم ہونے والا ہے۔ تو میرے دوستوں کی قاتل ہے میں تجھے کبھی بھی معاف نہیں کروں گا اجالا کے ہر زخم کا حساب تجھ سے لوں گا۔ میں بڑبڑایا۔

میرا دل بہت گھبرا رہا تھا چلے کا آخری دن تھا میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ تابوت میں لیٹا منتر پڑھ رہا تھا رشنا تابوت کے گرد چکر لگا رہی تھی اس کے چہرے پر بہت بے چینی تھی۔ اس کی نظریں مجھ پر تھیں وہ کافی دیر میرے تابوت کے گرد چکر لگتی رہی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی غار سے نکل گئی تھوڑی دیر بعد مجھے تابوت کے پاس عمار کھڑا دکھائی دیا میں حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

ارے یار میں بہت خوش ہوں میں نے اس بھوت کا خاتمہ کر دیا ہے چلو اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے عمار مجھے دیکھتے ہوئے بولا میں نے اس کی بات کا کوئی بھی جواب نہیں دیا اور چلہ کرتا رہا میں جانتا تھا کہ یہ سب نظروں کا دھوکہ ہے۔ ارے یار وقاص میں سچ کہہ رہا ہوں میں نے اس بھوت کو مار کر اپنے دوستوں کا بدلہ لے لیا ہے تجھے یہ چلہ اب کرنے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے چلو اٹھو عمار آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اچانک ہی وہاں کالا بھوت نمودار ہوا اس نے عمار کو بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے گیا مجھے اس بھوت پر سخت غصہ آرہا تھا عمار کی چیخیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں میں نے خود کو قابو میں رکھا اور چلہ کرتا رہا کل والے سائے بھی مجھے اپنے ارد گرد منڈلاتے ہوئے نظر آرہے تھے وہ سائے آج ہی بے چین دکھائی دے رہے تھے کل ان میں بے چینی نہ تھی اچانک ہی مجھے ایک معصوم بچی غار میں داخل ہوتی ہوئی دکھائی دی اس معصوم سی بچی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے تابوت کے قریب آنے لگی اس بچی کی آنکھوں میں ایک پراسراری چمک تھی وہ بچی تابوت کے پاس آکر بیٹھ گئی اور تابوت کے ارد گرد جلتی ہوئی موم بتیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگی پھر اس نے جیسے ہی ایک موم بتی کو چھوا تو وہ گر گئی ایک موم بتی کے گرتے ہی تمام موم بتیاں ایک دوسرے کے اوپر گرتی چلی گئیں میں آنکھیں پھاڑے گرتی ہوئی موم بتیوں کو دیکھنے لگا تمام موم بتیاں گر چکی تھیں لیکن بجھی نہ تھیں مجھے حیرت ہوئی جب میں نے دوبارہ بچی کی طرف دیکھا تو میرے ہوش اڑ گئے اس بچی کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو چکی تھیں دو دانت منہ سے باہر جھانک رہے تھے وہ بچی مجھے خوفزدہ دیکھ کر پراسرار انداز میں مسکرائی تو اس کی شکل اور بھی بھیانک ہو گئی وہ بچی جلدی سے اٹھی اور غار کی دیوار پر کسی چھپکلی کی طرح چڑھنے لگی اس بچی کی یہ حالت دیکھ کر میرا بدن پسینے میں نہا گیا تو نے یہاں آکر بہت برا کیا ہے جس طاقت کو تو قید کرنا چاہتا ہے وہ تیرے قابو میں نہیں آئے گا جس نے بھی اسے قید کرنے کی کوشش کی وہ بچ نہیں سکا موت نے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ جسے تو قید کرنے آیا ہے وہ بہت طاقتور ہے اس کے آگے تو کچھ بھی نہیں ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا موت تیرے پاس کھڑی ہے دیکھ ذرا اپنے تابوت کو وہ بچی مردانہ آواز میں بولی میں منتر پڑھتے ہوئے تابوت کو دیکھا تو میری زبان کانپنے لگی خوف سے میرا چہرہ زرد ہونے لگا دل کے دھڑکنے کی رفتار میں اضافہ ہو گیا میرے تابوت کو آگ لگ چکی تھی وہ دھیرے دھیرے جل رہا تھا تو اب نہیں بچ سکے گا ہاہاہا۔۔۔ہاہاہا۔ اس بچی نے کہا اور خوفناک انداز میں قہقہے لگانے لگی آگ نے میرے جسم کو نہ چھوا تھا صرف آگ کی تپش مجھے محسوس ہو رہی تھی میں نے آنکھیں بند کر لیں اور منتر اونچی آواز میں پڑھنے لگا تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو حیران رہ گیا تابوت صحیح سلامت تھا موم بتیاں بھی اپنی جگہ پر موجود تھیں میں نے حیرت سے اور خوشی سے ادھر ادھر دیکھا وہ بچی بھی غائب تھی لیکن وہ آگ کا آدمی مجھے تابوت کے پاس کھڑا دکھائی دیا وہ کافی دیر وہاں کھڑا تھا پھر غائب ہو گیا اس کے جاتے ہی مجھے سکون مل گیا آگ کی تپش اب مجھے محسوس نہیں ہو رہی تھی میں نے تمام خیالات کو دل سے نکالا۔ اور پورا دھیان چلے پر دیا تھوڑی دیر بعد کسی چیز کے پھڑپھڑانے کی آواز مجھے سنائی دی میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں میرے سامنے کفن میں ملبوس مردہ کھڑا تھا اس کا چہرہ دیکھ کر میں

کانپ اٹھا اس کے چہرے کا رنگ زرد تھا آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے اس کے ہاتھ کفن سے باہر نکلے ہوئے تھے اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو اس کا بازو بڑھنے لگا اس کا ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھتا آرہا تھا جیسے ہی اس کا ہاتھ تابوت سے ٹکرایا وہ مردہ چیختا ہوا وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور سکھ کا سانس لیا۔ میرا چلہ ختم ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے ارد گرد ہوا میں بہت سی انسانی کھوپڑیاں اڑتی ہوئی دکھائی دیں کچھ ہی دیر میں وہاں سینکڑوں کی تعداد میں کھوپڑیاں جمع ہو گئیں ان کھوپڑیوں سے خون کے قطرے ٹپک ٹپک کر زمین کو سرخ کر رہے تھے کچھ ہی دیر میں وہاں کافی خون جمع ہو گیا ایسا لگ رہا تھا کہ میں خون کے تالاب میں لیٹا ہوا ہوں وہ کھوپڑیاں آہستہ آہستہ خون میں گرنے لگیں تھوڑی دیر میں وہ تمام کھوپڑیاں خون کے اوپر تیرنے لگیں اتنا بھیانک منظر شاید ہی کسی نے دیکھا ہو مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا دل چاہا کہ ابھی اٹھ کر یہاں سے بھاگ جاؤں لیکن اجالا اور عمار کا خیال آیا تو دل کو مضبوط کر لیا اور منتر اونچی آواز میں پڑھنے لگا وہاں پر موجود خون زمین میں جذب ہونے لگا مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ غار کی زمین پتھریلی تھی خون زمین میں ایسے جذب ہو رہا تھا جیسے زمین میں بہت سے سوراخ ہوں اچانک ہی مجھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی کوئی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا غار میں داخل ہو رہا تھا قدموں کی آواز دھیرے دھیرے نزدیک آرہی تھی خوف سے پہلے ہی میرا برا حال تھا اب ایک نئی مصیبت میری طرف بڑھتی ہوئی آرہی تھی میری نظریں آنے والی نئی مصیبت کا راستہ دیکھ رہی تھیں جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوئی مجھے کچھ حوصلہ ہوا وہ رشنا تھی لیکن وہ پہلے والی رشنا نہیں لگ رہی تھی اس کے چہرے پر غصہ تھا سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی تابوت کے قریب آئی اور غصے سے چیختی ہوئی بولی۔

تم نے اچھا نہیں کیا میں تمہاری حقیقت جان گئی ہوں تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے جو چلہ میں نے تمہیں بتایا تھا تم وہ چلہ نہیں کر رہے ہو اب بھی وقت ہے چھوڑ دو اس چلے کو ورنہ اچھا نہیں ہو گا تم اب تک صرف میری وجہ سے زندہ ہو لیکن میں اب تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی ہاں اگر تم یہ چلہ چھوڑ دو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں چلو اٹھو اور تابوت سے باہر آجاؤ۔

یہ تمہاری بھول ہے میں تابوت سے باہر کبھی بھی نہیں آؤں گا دھوکہ تو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اب میں تمہاری کوئی بھی بات نہیں مانوں گا۔۔ میں نے دل ہی دل میں کہا اور منتر پڑھتا رہا رشنا تابوت کے پاس کھڑی اپنی سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی لیکن مجھے اس سے ذرا بھی خوف محسوس نہ ہو رہا تھا بلکہ رشنا کو اس حالت میں دیکھ کر میرے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

لگتا ہے تم ایسے نہیں ماننے والے رشنا نے مسکرا کر کہا اور اس کی شکل بدلنے لگی اس کی بدلتی ہوئی شکل کو دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر بعد وہاں رشنا کی جگہ ایک بہت ہی بھیانک شکل والی کھڑی تھی اس کے جسم پر ایک ایک انچ کے بالکل سیاہ بال تھے سفید اور گیند کی جیسی آنکھیں ناک آدھی کٹی ہوئی تھی موٹے موٹے کالے سیاہ ہونٹ جن میں سے دو تیز دھار خنجر نما دانت منہ سے باہر جھانک رہے تھے۔ تو آج نہیں بچ سکتا میں بہت دنوں سے پیاسی ہوں آج تیرے خون سے اپنی پیاسی رگوں کو تر کروں گی تجھے تو میں پہلے ہی مار دیتی لیکن مجھے کالے بھوت نے منع کر رکھا تھا تمہاری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کو دیکھ کر میں کتنے دنوں تک ترستی رہی ہوں لیکن اب میں تیرے خون کے لیے اور نہیں تڑپ سکتی اتنا کہہ کر رشنا خوفناک چڑیل کے روپ میں میری طرف بڑھی مجھے اس سے ذرہ بھی خوف محسوس نہ ہو رہا تھا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ وہ تابوت کے اندر نہیں آسکتی

اور پھر وہی ہوا جو میں نے سوچ رکھا تھا جیسے ہی وہ تابوت کے قریب پہنچی تپتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی اس کے پیچھے اچانک ہی آگ کا آدمی نمودار ہوا جیسے ہی رشنا اس سے ٹکرائی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اس کی بھیانک اور خوفناک چیخیں وہاں گونج اٹھیں مجھے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا جسم آگ میں جل رہا تھا مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی لیکن ساتھ ساتھ اس آگ کے آدمی سے خوف بھی محسوس ہو رہا تھا میں یہ جان چکا تھا کہ یہ ہی وہ طاقت ہے جو چلہ مکمل ہونے کے بعد میرے قابو میں آجانے کی لیکن چلہ ناکام ہونے کی صورت میں یہ آگ کا آدمی مجھے بھی جلا کر راکھ بنا دیتا۔ اس چڑیل کی چیخیں تھمنے کے بعد بھی مجھے اپنے کانوں میں سیٹیاں سی بجتی ہوئی محسوس ہوئیں لیکن کچھ دیر بعد سب کچھ ٹھیک ہو گیا میرا چلہ ختم ہونے میں ابھی بھی ایک گھنٹہ باقی تھا میں دل ہی دل میں اللہ سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ یہ ایک گھنٹہ خیریت سے گزر جائے۔

خوشی سے میرا چہرہ سرخ ہو رہا تھا جو میں نے سوچ رکھا تھا وہ ہی ہوا تھا میرا چلہ مکمل ہو گیا وہ آگ کا آدمی میرے پاس کھڑا تھا اب اس کی آگ کی تپش مجھے محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

میں صرف آپ کا ایک کام کر سکتا ہوں اس کے بعد میں آزاد ہو جاؤں گا اس آگ کے آدمی کی بھاری آواز مجھے سنائی دی۔

مگر میں نے تو تم کو چلے کے ذریعے قید کر لیا ہے پھر تم کیسے آزاد ہو سکتے ہو میں نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں آپ نے مجھے قید تو کر لیا ہے لیکن آپ کا ایک کام کرنے کے بعد میں آزاد ہو جاؤں گا میں ایک بہت طاقتور جن ہوں مجھے ساری زندگی کے لیے قید کرنے کے لیے آپ کو مسلسل پانچ سال تک چلہ کرنا ہوگا۔ آگ کے آدمی نے جواب دیا۔

مجھے کسی کو قید کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے میں پانچ سال کا چلہ نہیں کروں گا اگر تم اب بھی ہمیشہ کے لیے میری قید میں آجاتے تو میں تم کو آزاد کر دیتا۔ میرے پاس اب بھی جتنی طاقتیں ہیں میں ان کو آزاد کر دوں گا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا اب مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ اس نے پوچھا۔

تم نے کالے بھوت کو میری نظروں کے سامنے ختم کرنا ہوگا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے۔ وہ مختصراً بولا۔

کالا بھوت تمہیں کہاں ملے گا۔ میں نے پوچھا۔

وہ غار سے باہر موجود ہے آپ جلدی سے غار سے باہر آجائیں میں باہر آپ کا انتظار کر رہا ہوں اتنا کہہ کر آگ کا آدمی لہراتا ہوا غائب ہو گیا۔ میں جلدی سے تابوت سے باہر آیا غار میں صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی میں جلدی سے اس طرف بڑھا جہاں سے باہر نکلنے کا سرنگ نما راستہ تھا میں کافی دیر کھڑا ہو کر چلتا رہا۔ میں جیسے جیسے باہر نکل رہا تھا غار کی چھت نیچی ہوتی جا رہی تھی اب میں جھک کر چل رہا تھا جھک کر چلنے سے میری کمر درد کرنے لگی تھی باہر نکلتے ہی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور باہر نکلتے ہی ایک نظر اٹھائی تو کالا بھوت ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھا مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس پہنچا وہ کافی غصے میں دکھائی دے رہا تھا مجھے اس سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا پہلے تو نے میری طاقتوں پر قبضہ کیا اور آج میری ساتھی رشنا کو بھی مار دیا ہے

یہ جو تو چلہ کر رہا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے کالا بھوت غضبناک ہو کر بولا

تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا آج میں تجھے ختم کر کے اپنے دوستوں کا بدلہ لوں گا بتا عمار اور اجالا کہاں ہیں میں نے غصے سے کہا۔

ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔ تو مجھے ختم کرے گا۔ کالا بھوت قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

ہاں دیکھ موت تیرے پیچھے کھڑی ہے میں نے مسکراتے ہوئے پیچھے کی طرف اشارہ کیا کالے بھوت نے پیچھے مڑ کر دیکھا آگ کا آدمی اس کے پیچھے کھڑا تھا کالا بھوت اس سے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ میں ایک طرف کھڑا خوفزدہ نظروں سے ان دونوں کو آپس میں لڑتا ہوا دیکھ رہا تھا اچانک ہی مجھے ایک طرف سے عمار آتا ہوا دکھائی دیا عمار میں نے اسے پکارا اور اس کی طرف بڑھا عمار دیکھو میں آ گیا ہوں اب تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نے کہا اور عمار کے گلے لگ گیا۔ عمار نے مجھے دھکا دے کر پیچھے گرا دیا۔ آہ میرے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی میں عمار کو غور سے دیکھنے لگا اس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح ہو چکی تھیں اور وہ کھڑا غصے سے مجھے دیکھ رہا تھا اچانک ہی اس کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر میرا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا اور میں حیران و پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے جسم میں دراڑیں پڑنے لگیں اور ان دراڑوں میں سے لمبے لمبے کالے سیاہ بال اگنے لگے ہاتھوں کے ناخن ایک ایک انچ تک بڑھ گئے چہرے پر بھی لمبے لمبے بال اگ آئے دو لمبے نوکیلے دانت منہ سے باہر نکل آئے کچھ ہی دیر میں وہ مکمل بھیڑیا بن گیا اس کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا میں جانتا تھا کہ کالے بھوت کے مرتے ہی عمار ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کالا بھوت اور آگ کا آدمی ایک دوسرے پر بڑے بڑے پتھر پھینک رہے تھے عمار بھیڑیے کے روپ میں غراتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوا میں یکدم ایک طرف ہو گیا اگر میں یکدم ایک طرف نہ ہوتا تو عمار کے لمبے تیز دار ناخن میرے پیٹ میں گھس گئے ہوتے عمار بھیڑیے کے روپ میں دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہوا اس بار میں اس کے حملے سے بچ نہ سکا میں پیچھے تو ہٹ گیا تھا لیکن اس کے پنجوں نے میرا چہرہ نوچ لیا تھا۔ آہ۔۔۔ آہ میں درد سے چیخ اٹھا بھیڑیا میری طرف بڑھ رہا تھا میں نے وہاں سے دوڑ لگا دی اور ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ گیا اور اپنی حفاظت کا کوئی منتر پڑھ کر حصار کر لیا۔ کالے جن کسی بھی طرح اس بھیڑیے کو قابو کرو لیکن اسے ختم نہیں کرنا میں نے جلدی سے کالے جن کو کہا تو کالے جن نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا عمار بھیڑیے کی شکل میں کھڑا غصے سے غرا رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی ان دیکھے وجود نے اسے پکڑ لیا ہو مجھے عمار کی اس حالت پر ترس آ رہا تھا میری آنکھوں میں اس کے لیے آنسو تھے عمار میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہیں یہاں سے لے کر ہی جاؤں گا۔ آج تمہاری رہائی ہوگی میں نے روہانسی لہجے میں کہا مجھے اپنے چہرے پر بہت تکلیف محسوس ہو رہی تھی عمار نے میرا چہرہ نوچ ڈالا تھا میں نے اپنے چہرے کو چھوا تو میرا ہاتھ خون سے سرخ ہو گیا اچانک ہی کالے بھوت کی خوفناک اور کربناک چیخیں وہاں گونج اٹھیں میں نے مڑ کر کالے بھوت کی طرف دیکھا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور اس کے جسم کو آگ لگی ہوئی تھی وہ آگ کا آدمی ہوا میں اڑتا ہوا غائب ہو گیا خوشی سے میری آنکھیں چمک اٹھیں کالا بھوت دھڑام کی آواز کے ساتھ نیچے گر گیا میں نے عمار کی طرف دیکھا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی عمار اپنی اصل شکل میں واپس آ رہا تھا وہ بال جو اس کے چہرے اور جسم پر نمودار ہوئے تھے وہ غائب ہو رہے تھے منہ سے باہر نکلے ہوئے دانت بھی اپنی اصل حالت میں آ گئے عمار کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا کہ اسے بہت تکلیف ہو رہی ہے عمار میں نے چیخ کر کہا اور اس کی طرف بڑھا اس کی کٹی ہوئی

سرخ آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہوتی جا رہی تھیں عمار عمار آنکھیں کھولو میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن عمار نے کوئی بھی حرکت نہ کی میرا دل جیسے اچھل کر حلق میں آ گیا ہو میں نے اس کی نبض چیک کی وہ چل رہی تھی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور گھبراتے ہوئے پانی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن مجھے پانی کہیں بھی دکھائی نہ دیا میں ایک طرف بھاگ نکلا۔

وقاص۔ اچانک ہی کسی لڑکی کی پکار پر میں رک گیا میں گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اجالا مجھے ایک درخت کے پاس کھڑی دکھائی دی اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

اجالا میں نے اس بھوت کو ختم کر دیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور ایک لمحے میں ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔

تمہارے چہرے پر زخم۔ اجالا تڑپ کر بولی۔

مجھے ان زخموں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اللہ کا شکر ہے کہ میرا دوست عمار بچ گیا ہے اور تمہیں بھی اس بھوت سے نجات مل گئی ہے میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

میں آج بہت خوش ہوں مجھے آج تمہاری وجہ سے اس کالے بھوت سے نجات مل گئی ہے تم نے اس بھوت کو ختم کر کے نہ صرف مجھے بلکہ خود کو اور عمار کو بھی اس سے آزاد کروایا ہے تم بہت اچھے انسان ہو تم نے ایک دفعہ پھر مجھ پر ایک اور احسان کر دیا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں شاید ساری زندگی کالے بھوت کی قید میں تڑپتی رہتی اجالا خوشی سے بولی۔

اجالا کالے بھوت کو ختم کرنے میں صرف میری ہی نہیں تمہاری محنت بھی شامل ہے تم نے اپنی جان پر کھیل کر میری مدد کی ہے اگر تم مجھے بروقت اپنی طاقتوں کو استعمال کرنے کا منتر نہ بتاتی تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں اس بستی میں بھی تمہاری مدد کرنے کے لیے گئی تھی لیکن وہاں رشنا آ گئی اور مجھے پکڑ لیا پھر وہ میرا روپ دھار کر تمہارے پاس گئی اور تمہیں اپنی باتوں میں پھنسا کر یہاں لے آئی رشنا نے مجھ پر بہت ظلم کیے اور مجھے بتایا کہ وہ تم سے ایک چلہ کروائیں گے جس کا سارا فائدہ کالے بھوت کو ہو گا۔ کالا بھوت تم سے اپنی طاقتیں حاصل کر کے تم کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا اور پھر میں اس کی قید میں رہ کر تم تک پہنچ گئی لیکن رشنا نے مجھے دیکھ لیا اور اس کے بعد اس نے میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ میں لفظوں میں نہیں بتا سکتی اجالا میری طرف بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

میں یہاں آ کر رشنا کی ساری حقیقت جان گیا تھا وہ مجھے دھوکہ دے رہی تھی میں نے بھی اسے استعمال کر کے اپنا کام نکال لیا اور دو روز چلے کے دوران میری بہت مدد کرتی وہ سمجھتی رہی کہ میں اس کا بتایا ہوا چلہ کر رہا ہوں حقیقت اس کے الٹ تھی چلے کے تیسرے دن اس کو حقیقت معلوم ہوئی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی اس نے مجھے بہت دھمکایا لیکن میں نے اس کی بات نہ مانی اور چلہ مسلسل جاری رکھا اور پھر چلے کے دوران ہی آگ کے آدمی سے ٹکرا کر وہ جل گئی میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

اسے ایسی موت ملنی چاہیے تھی اجالا پرسکون لہجے میں بولی

اجالا عمار بے ہوش پڑا ہوا ہے پانی کہاں سے ملے گا۔ میں نے پوچھا۔

اجالا نے ہاتھ آگے کیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل آ گئی یہ لو پانی اجالا نے بوتل میری طرف بڑھاتے

ہوئے کہا

شکریہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا۔ اب میں چلتی ہوں رات کو تمہارے گھر آؤں گی اجالا نے کہا اور وہاں سے غائب ہو گئی میں بھاگتے ہوئے عمار کے پاس پہنچا وہ ابھی تک بے ہوش تھا میں جلدی سے اس کے پاس پہنچا اور بوتل کا ڈھکن کھول کر عمار کے چہرے پر پانی کے قطرے چھینکے ہوش میں آتے ہی وہ مجھ سے لپٹ گیا۔

وقاص وہ سیاہ ہیولہ مجھے یہاں اٹھا کر لے آیا ہے اس کی شکل بہت ہی خوفناک ہے وہ ایک بہت بڑا بھوت ہے اس کا جسم پتھر کی طرح سخت ہے میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ مجھے بہت اذیتیں دیتا ہے مارنا چاہتا ہے وہ مجھے عمار روتے ہوئے بولا۔

یار تمہیں اب رونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے اسے ختم کر دیا ہے میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا

کیا عمار نے کہا اور مجھ سے الگ ہو گیا۔

ہاں میں نے اسے ختم کر دیا ہے وہ دیکھو اس کی جلی ہوئی لاش میں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عمار نے اس طرف دیکھا تو اس کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ بھاگتے ہوئے کالے بھوت کی لاش کے پاس پہنچ گیا۔

وقاص یہ سب کیسے ہو گیا تم سے وہ بھوت تو بہت طاقتور تھا تم نے اس سے کیسے مقابلہ کر لیا عمار خوشی سے بولا

عمار میں نے اسے مارنے کے لیے ایک چلہ کیا تھا جس میں میں کامیاب ہو گیا اور ایک بہت طاقتور جن میرے قابو میں آ گیا اور پھر کالے بھوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وقاص تم نے بہت اچھا کیا ہے اس کو مار کر اگر تم اسے نہ مارتے تو یہ مجھے مار دیتا۔ جس طرح اس نے باسط اور مہران کو مارا تھا اسی طرح میں بھی اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا میں نے اس کی قید میں رہ کر بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں یہ مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونکتا تو مجھے اپنا جسم پھٹتا ہوا محسوس ہوتا اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہتا عمار دکھی لہجے میں بولتا ہی جا رہا تھا۔

عمار میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے اس نے مہران اور باسط کا قتل اپنی ساتھی رشنا کے ساتھ مل کر کیا تھا اور میں نے تم سے بھی تو وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہاری جان بچانے کے لیے میں اس سے لڑا اور کامیاب ہو گیا اب ہماری زندگی کو کالے بھوت سے کوئی خطرہ نہیں ہے میں مسکراتے ہوئے بولا۔

وقاص تم نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر مجھے بچایا تمہارے جیسے دوست کسی کو کم ہی ملتے ہیں اور تمہارے چہرے پر زخم بتا رہے ہیں کہ تم کالے بھوت سے لڑے ہو عمار میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا وہ سمجھ رہا تھا کہ کالے بھوت سے لڑتے ہوئے میرے چہرے پر زخم آئے ہیں۔

ہاں یار کالے بھوت کی ہی وجہ سے یہ زخم آئے ہیں میں نے عمار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اسے اصل حقیقت بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اگر میں اسے یہ بتا دیتا کہ یہ زخم مجھے تمہاری وجہ سے آئے ہیں تو شاید وہ مجھ سے نظریں نہ ملا پاتا اور یہ زخم بھی تو اس نے کون سا مجھے جان بوجھ کر دیے تھے وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا لیکن پھر بھی اسے یہ سب پتہ چلتا تو وہ بہت شرمندہ ہوتا بہرحال میں نے کالے جن کو حاضر کیا جس نے لمحوں میں ہی مجھے اور عمار کو گھر پہنچا دیا اور پھر میں نے اپنی تمام طاقتوں کو آزاد کر دیا اس غار میں مسلسل تین دن تک رہ کر مجھے احساس ہو گیا تھا کہ یہ قید بہت بری چیز ہے انہیں آزاد کر کے مجھے دلی سکون ملا۔

میں بڑی بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا مجھے اجالا کا انتظار تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ رات کو مجھ سے ملنے آئے گی مسلسل دو گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد بھی جب وہ نہ آئی تو مجھے بے چینی ہونے لگی تھی دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا اچانک ہی اپنے کمرے میں سفید دھواں پھیلتا ہوا دیکھ کر میرا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ کیونکہ اس دھوئیں سے ہی تو اجالا کو آنا تھا اور پھر میرا انتظار ختم ہو گیا۔ وہ میرے سامنے خاموش کھڑی تھی آج وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی اس نے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے گلے میں نیلے رنگ کا دوپٹہ تھا کھلی ہوئی سنہری زلفیں ہوا میں لہرا رہی تھیں جھیل جیسی گہری چاند کے جیسے چمکتی ہوئی آنکھیں قیامت ڈھا رہی تھیں۔ اس کا یہ نیا خوبصورت روپ مجھے بہت ہی بھایا۔ وہ آسمان سے اتری ہوئی حور لگ رہی تھی کافی دیر میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا اس کے چہرے پہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی مجھے اپنی طرف دیوانوں کی طرح دیکھتے ہوئے وہ تھوڑا سا گھبرائی۔

کہاں کھو گئے ہو اس نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

یار کہاں رہ گئی تھی میں مسلسل دو گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں میں نے چونک کر پوچھا۔ اس نے گہری نظروں سے میری طرف دیکھا پھر بولی۔

میری پائل جو تم سے کھو گئی تھی اسے ڈھونڈنے گئی تھی شکر ہے پائل مل گئی ورنہ ساری زندگی اس بات کا دکھ رہتا کہ میں اپنے دوست کا تحفہ سنبھال نہ سکی اجالا کی بات سن کر مجھے شرمندگی سی محسوس ہوئی۔

اجالا آئی ایم سوری میں۔۔۔۔

نہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں سب جانتی ہوں تم نے یہ پائل جان بوجھ کر تو گم نہیں کی تھی ناں چلو چھوڑو اس موضوع کو آؤ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں اجالا نے کہا اور بیڈ پہ بیٹھ گئی میں بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

اجالا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں میں سنجیدگی سے بولا۔

ہاں ہاں کیا کہنا چاہتے ہو وہ جلدی سے بولی۔ اور میری طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگی۔

اجالا میں تم۔۔۔ اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا۔

ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ بولو۔۔۔ وہ مختصراً بولی۔

آئی لو یو۔ میں نے جلدی سے کہا۔ یہ سنتے ہی اجالا کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ یکدم کہیں غائب ہو گئی۔

یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہو تم وہ حیرت سے بولی۔

اجالا جب سے تمہیں دیکھا ہے تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔ آنکھوں میں بس تمہارا ہی چہرہ گھومتا رہتا ہے تم میرے خوابوں میں چھا گئی ہو آنکھیں بند کرتا ہوں تو تمہارا ہی ہنستا مسکراتا چہرہ مجھے بے چین کر دیتا ہے تمہاری یادیں کسی بھی پل میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں تم سے باتیں کرنا مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے تم سے باتیں کر کے دل کو ایک عجیب سا سکون مل جاتا ہے دل کرتا ہے وقت رک جائے تم ہنستی مسکراتی ہوئی میرے سامنے بیٹھی رہو یہ دن تم سے دور رہ کر کتنا تڑپا ہوں یہ صرف میں ہی جانتا ہوں میں نے کئی بار یہ سوچا کہ یہ سب تڑپ اور بے چینی اپنی معصوم سی دوست کی دوستی کے لیے ہے لیکن دل نے جواب دیا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ میں بے اختیار ہو کر بولے جا رہا تھا وہ خاموش بیٹھی مجھے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی اسے خاموش دیکھ کر میں پھر بولا اجالا میں جانتا ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو گئی ہے میں تھوڑی دیر کے لیے رکا بولو ناں تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے ناں میں بے اختیار ہو کر پوچھ بیٹھا۔ لیکن وہ پھر بھی خاموش رہی اس کی خاموشی مجھے اذیت دے رہی تھی بولو ناں میں تڑپ

کر بولا۔

اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے میں نے تمہارے بارے میں ایسا کبھی بھی نہیں سوچا اور میں سچے دل سے تمہیں اپنا دوست مانتی ہوں تم میرے محسن ہو تم مجھے اس بھوت کی قید سے چھڑا کر لائے تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتی اجالا نظریں جھکا کر بولی۔

اجالا میں مانتا ہوں کہ تم مجھے اپنا دوست سمجھتی ہو لیکن تمہارے دل کے کسی کونے میں میرے لیے محبت تو ضرور ہوگی میں اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

اچھا اب میں چلتی ہوں اجالا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا تم اچھی طرح سوچ لو میں نے جلدی سے کہا۔ اجالا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور غائب ہو گئی۔ اجالا سے اظہار محبت کر کے میں خوش تھا اپنے دل کی تمام باتیں اس سے شیئر کر کے میں پرسکون سا ہو گیا تھا میں اپنی محبت اس کی آنکھوں میں دیکھ چکا تھا مجھے پورا یقین تھا کہ اجالا میرے حق میں ہی فیصلہ دے گی کتنی ہی دیر میں اس کے خیالوں میں کھویا رہا نیند آنکھوں سے روٹھ گئی تھی دل کو آج ایک عجیب سا سکون مل گیا تھا نیند آخر کب تک میری آنکھوں سے روٹھی رہتی نیند کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ سولی پر بھی آ جاتی ہے کروٹیں بدل بدل کر نیند آ ہی گئی۔

صبح میری آنکھ کھلی تو میرے سرہانے رکھے ٹیبل پر کاغذ پھڑپھڑا رہا تھا کاغذ کے اوپر میرا موبائل پڑا ہوا تھا میں نے انگڑائی لی اور تجسس بھری نظروں سے کاغذ کو دیکھا میں نے حیرانگی سے موبائل کے نیچے سے کاغذ نکالا اور اسے پڑھنے لگا میں جیسے جیسے اسے پڑھتا گیا میری آنکھوں میں نمی آتی گئی اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

وقاص میں جان چکی ہوں کہ تمہارے دل میں میری محبت کی شمع جل اٹھی ہے یہ بات تم نے کل مجھے بتائی لیکن شاید یہ بات کب سے تمہاری آنکھوں میں پڑھ چکی تھی سچ بتاؤں تو میرے دل کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے میں تمہیں چاہنے لگی ہوں تم نے میرے دل پر پہلی دستک دی ہے تم وہ واحد انسان ہو جس سے مجھے محبت ہوئی ہے تم سے مل کر میں نے یہ جانا کہ محبت کیا ہوتی ہے لیکن میں تمہیں کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتی اس لیے تمہیں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں تمہیں اپنے دل سے میں کبھی بھی نہیں نکال سکتی تمہاری یادیں تمہاری محبت ساتھ لے کر جا رہی ہوں تمہاری منزل میں نہیں ہوں یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور میں بھی اس لیے صرف تم سے اتنا کہنا بلکہ ایک گزارش ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ اور اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو مجھے یقین ہے کہ تمہیں جلد ہی اپنے جیسا کوئی اچھا سا ہمسفر مل جائے گا میں جانتی ہوں کہ تم مجھے کبھی بھی بھلا نہیں پاؤ گے میری یادیں تمہارے ساتھ ہوں گی لیکن یادوں کے سہارے ساری زندگی نہیں گزاری جاتی اس لیے مجھے بھولنے کی کوشش ضرور کرنا تم یہ مت سمجھنا کہ میں بے وفا ہوں تمہارے کیے گئے احسانات کو میں کبھی بھی بھلا نہیں سکتی تم ہمیشہ میرے دل میں رہو گے تمہیں چھوڑ کر اس لیے بھی جا رہی ہوں تم آگے بڑھو کیونکہ اگر میں تمہارے ساتھ ایک دوست کی شکل میں بھی رہی تو تم کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے ویسے بھی دوستی کے بعد تو محبت ہو جاتی ہے لیکن محبت کے بعد دوستی نہیں میں تمہاری زندگی میں کبھی بھی لوٹ کر نہیں آؤں گی میں تمہاری زندگی دوبارہ لوٹ کر تمہیں برباد نہیں کرنا چاہتی ہوں اس لیے ہمیشہ کے لیے اپنی دنیا میں لوٹ کر جا رہی ہوں میری دعا ہے کہ تم آگے بڑھو ترقی تمہارے قدم چومے تمہاری زندگی میں اتنی خوشیاں آئیں کہ تم مجھے بھول جاؤ جاتے جاتے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ

اس کو چاہا محبت کی ہر حد کو توڑ کر
اس کے پیچھے بھاگتی رہی سب کو چھوڑ کر
نظریں اٹھاؤں تو چہرہ نظر آتا تھا اس کا
پھر بھی آنکھیں بند کر لیں سب جان کر
آنکھوں میں چہرہ دل میں بسا ہے پیار تیرا
وہ کہتا رہا ہر حد کو توڑ کر
وہ کہتا تھا مجھے پیار ہے تیری روح سے
کہو تو چاند تارے لے آؤں تیرے لیے توڑ کر
چاہتا ہوں تجھے اپنے آپ سے زیادہ
وہ کہتا رہا تجھے نہ جاتا مجھے چھوڑ کر
وعدے کیے تھے اس نے بے شمار
انجان ہی بنے رہے اس کا ہر وعدہ توڑ کر
بھول ہی نہ جائے وہ اپنے آپ کو
اس لیے جا رہے ہیں اسے چھوڑ کر

تمہاری دوست ۔ اجالا

میں جیسے جیسے اس تحریر کو پڑھتا گیا میری آنکھوں سے آنسو گرتے گئے اجالا یہ تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں کبھی بھی بھلا سکتا ہوں میں بڑبڑایا اور اپنی آنکھوں کو صاف کیا اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے عمار کھڑا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی آنکھوں میں پہلے جیسی چمک تھی وہ عمار جس کا چہرہ سیاہ ہیولے کے خوف سے ہر وقت اداس اور مرجھایا مرجھایا رہتا تھا بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ اس کے چہرے پر پہلے جیسی رونق لوٹ آئی تھی۔

ارے یار ایسے ہی دیکھتے رہو گے یا اندر بھی آنے کو کہو گے عمار مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ تو میں آگے سے ہٹ گیا اور عمار اندر داخل ہو گیا میں نے دروازہ بند کر دیا اور عمار کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

وقاص میں آج بہت خوش ہوں میرے چہرے پر مسکراہٹ لانے والے تم ہو اس سیاہ ہیولے مطلب کہ کالے بھوت کا خوف کہیں بھی میرے دل میں نہیں ہے عمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن میں خاموش رہا۔ کیا بات ہے یار تو کیوں نہیں بول رہا تمہارے چہرے پر آج یہ اداسی کیوں ہے عمار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

میں اداس تو نہیں ہوں میں نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

یار تو مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو بولو ناں کیا بات ہے عمار ضدی لہجے میں بولا۔

عمار اجالا مجھے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہے میں بے بسی سے بولا۔ میری آواز بھر آئی تھی۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم عمار حیرانگی سے بولا۔

میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خط عمار کی طرف بڑھایا عمار نے جلدی سے خط لیا اور پڑھنے لگا یار اجالا بالکل ٹھیک کہتی تھی کہ تم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو وہ تمہاری منزل نہیں ہے عمار خط پڑھ کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

ہاں عمار ٹھیک کہتے ہو تم لیکن میں اسے کبھی بھی بھلا نہیں سکتا ہوں میں نے کہا اور عمار کے گلے لگ کر رو دیا۔ اس کے بعد کبھی بھی مجھے اجالا دکھائی نہیں دی میں اس کا انتظار کرتا رہا لیکن میرا انتظار انتظار ہی رہتا۔ اس نے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ زندگی کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بھولنا پڑ جاتا ہے میں بھی آہستہ آہستہ اس کو بھولتا چلا گیا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے نواز یئے گا میں ان تمام قارئین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا اور میں نے مزید لکھنا شروع کیا ریاض احمد کشور کرن آپ نے میری بہت حوصلہ افزائی کی ہے تھینکس۔ ابھی آپ دونوں یعنی ریاض احمد اور کشور کرن آپ نے مجھے کہا تھا کہ میں کوئی قسط وار کہانی لکھوں آپ دونوں کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے میں نے یہ قسط وار تحریر لکھ دی تھی اب ایک اور قسط وار کہانی شروع کی ہوئی ہے۔ جلد ہی میری نئی قسط وار کہانی آپ کو پڑھنے کو ملے گی کنگ آف خوفناک ڈائجسٹ ریاض احمد آپ کی ہر کہانی لاجواب ہوتی ہے نجانے آپ کی کہانی ایسا کیا جادو ہوتا ہے کہ بندہ کہانی میں کھو جاتا ہے آپ کی کہانیوں میں ڈر خوف پیار سسپنس سب کچھ ہی موجود ہوتا ہے خوفناک میں جتنے بھی رائٹر لکھتے ہیں سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں سب کو سلام۔ مجھ پر کچھ آزمائشیں آئی ہیں خدا تعالیٰ ہمیں ان آزمائشوں پر صبر کرنے کی توفیق دے پہلے میرے ابو جان ہمیں چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے ان کا غم ابھی ہم بھولے نہ تھے کہ میرے جواں سالہ بھائی بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ زندگی آنسو بن کر رہ گئی ہے۔ قارئین بس ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت و حوصلہ دے آمین اور میرے ابو اور بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

غیروں نے بلایا تو تم بھاگ کے چلے گئے
اور ہم تجھے کہ مرے راہ تجھے پکارتے ہی رہے
عجیب سلوک کیا تو نے مجھ سے محبت کا
دشمنوں کو میری دوستی پہ ابھارتے ہی رہے
آئے تھے کئی بار روتے ہوئے تیرے در پہ
اور تم تھے کہ ہر بار مجھے ٹھکراتے رہے
میرے درد کا علاج تو نے یہ کیسا کیا
میرے ہی سامنے غیروں کو تم پکارتے رہے
حوصلہ مجھے بھی کچھ دے دیتے بے وفا
اپنے دکھوں میں ہم زندگی گزارتے رہے۔

تم تم نشاط۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

اک نئی صبح کی کل تک سویرا تھا ابھی
اب تو ڈھلتا ڈوبتے سورج کے منظر جیسا
[illegible]

اس کی سب وفائیں تو کبھی فدا ہوئی ہے جان اپنی
فدا جاتے اگر اس میں وفا ہوتی تو کیا [illegible]
[illegible] ۔ خان پور

نہ کیوں یاد اس کو تو اچھا بھلا ہوں سانسوں سے [illegible]
کچھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے [illegible]
[illegible] ۔ خان پور

دعا مانگی تھی آشیانے کی [illegible]
میرا اور کوئی نہیں [illegible]
[illegible]

انجانے بھوت

---تحریر: محمد قاسم رحمان۔ ابرار کالونی۔ ہری پور

تاریکی ہر طرف اپنے منحوس پنجے گاڑ چکی تھی گاؤں کی گلیاں اندھیرے میں منہ چھپا کر سو چکی تھیں ریاض کے کمرے میں زیرو واٹ کے بلب کی زرد اور ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس میں گہری نیند میں مشغول تھا اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ تھے باہر جھینگروں اور حشرات کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں ماحول میں پراسراری سنسنی اور خوف دبا ہوا تھا پھر اچانک خاموشی چھا گئی گہری خاموشی اگر ایک سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز ضرور سنائی دیتی پھر اچانک خاموشی کے سمندر میں کنکر پھینکنے کی آواز ابھری جیسے کوئی وزنی بھاری بھرکم الماری کے گرنے سے الماری زوردار آواز کے ساتھ نیچے گر گئی اور ریاض اٹھ بیٹھا۔ فوراً سے پیشتر سارا واقعہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے باباجی کے بتائے ہوئے الفاظ کا ورد پڑھا اور کہا۔ اے بھوتو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں سامنے آؤ اور ریاض نے تین ہیولے دیکھے اور پھر وہ واضح ہوتے چلے گئے ریاض نے زندگی میں پہلی مرتبہ بھوتوں کو دیکھا تھا اور بھوت بہت ہی خوبصورت تھے ان کی نیلی آنکھیں سنہری بال اور دودھ کی طرح شفاف رنگت تھی۔ تیسرا بھوت بہت کریہہ صورت تھا رنگ اس کا توے کی مانند سیاہ تھا کان دو دو انچ لمبے جو شروع میں سے چونچ کی طرح تھے لال لال وحشت برساتی ہوئی آنکھیں انتہائی موٹے کالے اور بھدے ہونٹ جن پر لہو جما ہوا تھا نکلے ہوئے اور لمبے زرد دانت تم نے ہمیں بلایا تمہارا شکریہ ایک بھوت نے کہنا شروع کیا اور ریاض چپ چاپ بیٹھا ان کو سننے لگا۔۔۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

پچھلے چار روز سے ریاض کے ساتھ عجیب واقعات رونما ہو رہے تھے ان واقعات کے پیچھے کوئی ماورائی مخلوق تھی کوئی آسیب تھا یا کسی کی چال وہ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اسے یہ جاننے کی تمنا تھی لیکن مسلسل چار روز کے پراسرار واقعات سے وہ عاجز آ چکا تھا کبھی اس کے کپڑے گم ہو جاتے تو کبھی اس کے کمرے میں عجیب سی خوشبو پھیل جاتی کبھی کیا تو کبھی کیا۔

ریاض گاؤں رحمت پور کا باسی تھا اس نے میٹرک رحمت پور سے کیا تھا۔ گاؤں میں چونکہ کوئی کالج نہ تھا اس لیے اس کے والدین نے اس کو ایبٹ آباد کے ایک کالج میں ایڈمشن دلوایا اور ساتھ ہی ہاسٹل میں ایک الگ روم دلوایا تاکہ ریاض یکسوئی کے ساتھ تعلیم جاری و ساری رکھ سکے۔ ریاض کے والد جاوید اختر ایک معمولی کسان تھا ان کی دو اولادیں تھیں بڑا بیٹا یونس جو میٹرک کرنے کے بعد امریکہ چلا گیا تھا اور ہر ماہ اخراجات کے لیے ایک معقول رقم ارسال کر دیتا تھا ریاض کا تعلیم حاصل کرنا بھی یونس کے ہی مرہون منت تھا ریاض کے فرسٹ ائر کا رزلٹ آؤٹ ہوا اس نے اے ون گریڈ لیا تھا۔

وہ اس خوشی کو اپنی فیملی سے شیئر کرنے گاؤں آ گیا اور جب وہ گاؤں سے لوٹا تو اس کے ساتھ عجیب واقعات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ ان

معاملات کا سلسلہ کہاں سے اور کیسے شروع ہوا انتہائی کوشش کے بعد بھی ریاض یہ نہ جان سکا اور چار دن بعد اس نے گاؤں جانے کا تہیہ کر لیا کیونکہ اس کی سوچ کے مطابق یہ پراسرار واقعات ہاسٹل کے اس منحوس کمرے تک محدود رہیں گے۔

اب ریاض گاؤں اپنے گھر آ گیا گھر کے دروازے سے جیسے ہی داخل ہوا تو سامنے چارپائی پر اس کی ماں بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی وہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔

میں جانتی تھی کہ تو بھی وہاں اکیلا نہیں رہ سکے گا۔ اس کی ماں زلیخا خاتون جذباتی انداز میں بولی۔ اچھا تو جا اپنے کمرے میں میں تیرے لیے ٹھنڈی لسی لے کر آتی ہوں

ان باتوں کا جواب میں ریاض صرف اچھا ماں کہہ سکا۔ وہ اپنے کمرے۔ میں آیا ہر چیز سلیقے سے سیٹ ہوئی تھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ اچانک پیچھے سے دھڑام کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی گرا ہو اس نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا اف خدایا یہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے اسی وقت اس کی ماں لسی لے کر آ گئی جسے وہ غٹاغٹ پی گیا اور اس کی ماں گلاس لے کر واپس چلی گئی۔ ریاض چارپائی پر لیٹ گیا ابھی وہ لیٹا ہی تھا کہ اچانک باہر سے کسی کی لرزہ خیز چیخ کی آواز گونجی۔ وہ بھاگ کر باہر آیا وہاں حسب معمول اس کی ماں تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور سبزی کاٹ رہی تھی

کیا ہوا ریاض تو باہر کیوں آ گیا۔۔۔۔ اس کی ماں نے پوچھا۔

آپ کو کسی کے چلانے کی آواز آئی تھی کیا اس نے پوچھا اس سے پوچھا۔

اماں بولی۔ تو پاگل وگل تو نہیں ہو گیا ادھر تے بہت خاموشی ہی اور پانچ منٹ سے تو کوئی سوئی بھی نہیں گری اور تجھے کسی کے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگی ہیں۔ تو تین دن بعد واپس آیا اور اوپر سے تو خوفزدہ بھی ہے بھوت پریت کا معاملہ لگ رہا ہے مجھے چل ناصر بابا کے پاس چلتے ہیں وہ اس گاؤں میں نئے آئے ہیں بڑے اللہ والے ہیں کھیتوں کے پار صندل کے درختوں کے بائیں جانب ان کی جھونپڑی ہے دنیا سے تو جیسے انہیں کوئی لین دین ہی نہیں اس کی ماں حسب روایت نان اسٹاپ بولتی چلی گئی۔

یہ پہلی مرتبہ تھی جب ریاض کو اس کی ماں کا نان اسٹاپ بولنا برا نہیں۔ بھلا لگ رہا تھا کیوں اماں نے اس کے کام کی باتیں کی تھیں لیکن پھر بھی ریاض انہیں کچھ بتا کر پریشان کرنا ہرگز نہیں چاہتا تھا لیکن وہ خود ناصر بابا کے پاس چلا جائے گا ریاض نے یہ تہیہ کر لیا۔

نہیں اماں کوئی بات نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو میں گھر اس لیے آیا ہوں کیونکہ مجھے آپ کی یاد آ رہی تھی۔ ابھی ریاض کی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ جاوید اختر آ گیا۔

ارے ریاض تم کب آئے حسب معمول جاوید اختر دوستانہ انداز میں بولے وہ اپنے بچوں سے شروع سے ہی دوستانہ رویہ اپنائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کے بہت قریب تھے۔

بس ابا جان آپ سب کی یاد مجھے گاؤں کھینچ لائی ہے جیسے کشش ثقل چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے ریاض نے جواب دیا جس پر سب نے ایک قہقہہ لگایا۔

شام کو ریاض کا دوست سلمان آ گیا سلمان میں ناصر بابا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ریاض نے اسے بتایا۔

کیوں تجھے کیا ضرورت ہے ناصر بابا سے ملاقات کرنے کی حسب روایت سلمان انوسٹی گیشن کرنے لگ گیا۔

مجھے ان سے بہت اہم کام ہے سلمان کے سوال کے جواب میں ریاض نے اسے بس اتنا ہی بتایا تو پھر چلو چلتے ہیں سلمان نے کہا۔

ابھی چلیں کیا ریاض نے پوچھا۔

سلمان غصہ میں بولا نہیں تین سال بعد چلیں گے تب تک تم سمجھدار ہو جاؤ گے۔

تو کیا میں تمہیں بیوقوف نظر آتا ہوں ریاض نے مصنوعی غصہ سے کہا۔

نہیں تو سلمان نے جواب دیا تم مجھے بیوقوف نہیں احمق لگتے ہو ریاض نے سلمان کو ایسے دیکھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

چلو پھر چلتے ہیں سلمان نے کہا۔

اگلے بیس منٹ میں وہ دونوں ناصر بابا کی کٹیا میں آ چکے تھے وہ تلاوت میں مشغول تھے ان کا نورانی چہرے پر سفید داڑھی تھی اور برف کی مانند سفید بال تھے چہرہ لال سرخ تھا اور چہرے پر ایک رعب پایا جاتا تھا ان شاربت ان کا چہرہ بہت نورانی تھا اور رعب والا تھا۔ جب سلمان اور ریاض جھونپڑی میں داخل ہوئے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے انہوں نے ناصر بابا کو مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک طرف بیٹھ گئے اور ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ آدھے گھنٹے بعد ناصر بابا نے قرآن مجید کو بند کر کے ایک اونچی جگہ پر رکھا اور بولے۔

کیا مسئلہ ہے تم دونوں کیوں آئے ہو۔

بابا جی ہمارا مسئلہ بہت سنگین تو نہیں ہے لیکن بہت اہم ہے ریاض نے بتانا شروع کیا۔

اور ساری بات سننے کے بعد ناصر بابا بولے سلمان بیٹا وہ سامنے سے کاغذ اور قلم لا کر دینا ناصر بابا بولے تو سلمان نے سامنے پڑی ہوئی تپائی سے انہیں کاغذ اور قلم اٹھا کر دیا۔ تقریباً دس منٹ بابا جی کاغذ پر کچھ عجیب و غریب لکھتے رہے اور ان کے چہرے کی میٹھی سی مسکراہٹ میں اضافہ ہوتا رہا۔ بابا جی نے بتانا شروع کیا۔

وہ تین ہیں تین بھوت ہیں۔

کیا۔۔۔ بھو۔۔۔ بھوت۔ سلمان خوفزدہ ہونے لگا

ہاں وہ بھوت ہیں اور کسی انجانی بستی سے آئے ہیں وہ مدد چاہتے ہیں ریاض سے۔ ریاض بھوت کا نام سن کر پہلے ہی خوفزدہ تھا بولا۔

میں کیسے ان منحوس بھوتوں کی مدد کر سکتا ہوں میں تو ایک معمولی سا انسان ہوں اور بھوتوں کو بھلا مدد کی کیا ضرورت وہ تو بھوت ہیں اور میں نے یہ سن رکھا ہے کہ جن بھوتوں میں بہت طاقت ہوتی ہے اور یہ اپنی طاقت کی بدولت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

تم نے درست سن رکھا ہے ریاض میں بھی حیران ہوں لیکن تمہیں ان بھوتوں سے بات کرنی ہوگی۔ بابا جی نے کہا۔

کیسے بات کرنی ہوگی مجھے ریاض نے پوچھا۔

بیٹا جب بھی تمہارے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ ہو تو یہ ورد پڑھ کر کہنا اے بھوتو اٹھو سے کیا چاہتے ہو سامنے آؤ سامنے آؤ سامنے آؤ۔ اور بابا جی نے ریاض کو تین عجیب الفاظ بتائے اور یاد بھی کروائے۔

تاریکی ہر طرف اپنے منحوس پنجے گاڑ چکی تھی گاؤں کی گلیاں اندھیرے میں منہ چھپا کر سو چکی تھیں ریاض کے کمرے میں زیرو واٹ کے بلب کی زرد اور ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس میں گہری نیند میں مشغول تھا اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ تھے باہر جھینگروں اور حشرات کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں ماحول میں پراسراری سنسنی اور خوف رچا ہوا تھا پھر اچانک خاموشی چھا گئی گہری

خاموشی آگر ایک سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز ضرور سنائی دیتی پھر اچانک خاموشی کے سمندر میں کنکر نہیں پتھرا بہت بڑا وزنی بھاری بھرکم الماری کے گرنے سے الماری زوردار آواز کے ساتھ نیچے گر گئی اور ریاض اٹھ بیٹھا۔ فوراً سے بیشتر سارا واقعہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے باباجی کے بتائے ہوئے الفاظ کو دہرایا اور کہا۔

اے بھوتو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں سامنے آؤ اور ریاض نے تین ہیولے دیکھے اور پھر وہ واضح ہوتے چلے گئے ریاض نے زندگی میں پہلی مرتبہ بھوتوں کو دیکھا تھا اور بھوت بہت ہی خوبصورت تھے ان کی نیلی آنکھیں سنہری بال اور دودھ کی طرح شفاف رنگت تھی۔ تیسرا بھوت بہت کریہہ صورت تھا رنگ اس کا توے کی مانند سیاہ تھا کان دو دو انچ لمبے جو شروع میں سے چونچ کی طرح تھے لال لال وحشت برساتی ہوئی آنکھیں انتہائی موٹے کالے اور بھدے ہونٹ جن پر لہو جما ہوا تھا نیلے پیلے اور لمبے زرد دانت تم نے ہمیں بلایا تمہارا شکریہ ایک بھوت نے کہنا شروع کیا اور ریاض چپ سادھے اس کو سننے لگا۔

میرا نام رگھو ہے یہ گوتم ہے اور یہ بدصورت بھوت کا نام حسنین ہے یہ مسلمان ہے اور ہم دو ہندو ہیں میں اور گوتم بچپن کے دوست تھے ہماری دوستی کو پانچ ہزار سال ہو گئے ہیں ہماری بستی میں کچھ مسلمان بھوت بھی بستے ہیں لیکن ہماری بستی کا سربراہ ایک ہندو جادوگر ہے اس کا نام رام لال ہے وہ بہت نیک انسان ہے لیکن اپنے اصولوں کا بہت پکا بھی ہے اس نے مسلمان بھوتوں کی ہندو بھوتوں سے بول چال بند کی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دو مختلف مذاہب کے بھوت ہیں اگر ان میں جھگڑا شروع ہو گیا تو بہت بدامنی ہو جائے گی اس لیے رام لال نے بولنا ہی بند کر رکھا ہے نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ لیکن ہماری دوستی حسنین سے ہو گئی اس لیے رام لال نے ہمیں بستی سے نکال دیا ہے اور حسنین کو بدصورت بنا دیا ہے کیوں زیادہ دوش اس کا تھا لیکن اب ہم در بدر ہو گئے ہیں انجانی راہوں کے مسافر نہیں بننا چاہتے۔ ہمیں ایک انسان کی ضرورت ہے جو ہماری مدد کر سکے اور رام لال سے ہماری سفارش کرے۔ ریاض کو ان بھوتوں پر ترس آ گیا۔

لیکن میں کیسے کوہ قاف جا سکتا ہوں۔

مطلب تم جانے کے لیے تیار ہو حسنین بولا اس کی آواز بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے مشابہ تھی۔

ہاں میں تم لوگوں کی مدد کروں گا ریاض بولا۔

کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا گوتم نے پوچھا۔

نہیں میں نہیں ڈروں گا۔

وہ ایک وادی تھی سرسبز و شاداب وادی جہاں ہر سو حسنین نظارے بکھرے تھے ایک طرف باغات تھے جن میں درختوں کے ساتھ پھل لٹکتے ہوئے ماحول کو جنت بنانے کی کوشش میں سرگرداں تھے کچھ پھولوں کی خوشبو اور کچھ پرندوں کی چہچہاہٹ نے ماحول کو جنت بنا دیا تھا۔ دریا کے پار تینوں لوگ اڑتے ہوئے دریا کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے وہ چاروں کوئی اور نہیں گوتم، رگھو اور حسنین اور ریاض تھے ریاض کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جنت میں آ گیا ہے ہر سو دلفریب نظارے بکھرے ہوئے تھے۔

چلو رام لال کے پاس ریاض ایک عزم سے بولا۔ اور سب رام لال کے محل کی طرف روانہ ہو گئے

وہ تینوں مجرموں کی طرح ایک طرف کھڑے تھے جبکہ ریاض رام لال کے روبرو تھا نوجوان تم اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو گیا رام لال بولا۔

میں صرف ان کی مدد کرنے آیا ہوں آپ ایک انسان ہیں اور میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور جتول ان بھوتوں کے آپ رحمدل ہیں میں آپ سے ان کی سفارش کرنے آیا ہوں ان بھوتوں کو اس بستی میں رہنے کی اجازت دیں میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ یہ دونوں حسنین کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔

ٹھیک ہے ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن اگر یہ بولے تو پھر تم موت سے بچ نہ پاؤ گے اب تمہیں تمہاری دنیا میں پہنچا رہے ہیں رام لال نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ریاض بے ہوش ہو گیا جب اسے ہوش آیا تو اس کی امی اس کو جگا رہی تھی ریاض بیٹا اٹھو جاؤ ریاض ساری بات کو ایک خواب سمجھ کر جلدی بیٹھا مگر وہ کوئی خواب نہ تھا ایک حقیقت تھی ایک میٹھی حقیقت اس نے واقعی ان بھوتوں کی مدد کی تھی جی تو قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی یہ کاوش امید ہے پسند آئے گی باقی جو لوگ میری کہانیوں کو پسند کر کے میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں ان کے لیے بنڈل آف تھینکس آپ قارئین کے مثبت تنقید تعریف ہی میرے لیے متاع حیات ہے آپی ساحل دعا بخاری پلیز میری خواہش کا احترام کریں اور ایک تازہ حکایت سے پارٹ نو لکھ دیں آخر میں سب کو سلام۔

تند قاسم رحمان۔ ہری پور۔

ٹوٹا ہوں کسی کے چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
یہ شعر پڑھ کر بھی یاد نہ کیا تو بیٹھ کے پچھتاؤ گے

انیس شاہ۔ خان۔ کرک

ضدی روحیں

تحریر: ملک این اے کاوش۔ سلانوالی۔

شمع نے چھت کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ایک دم جھاڑ سے اور تو یک لخت ہزاروں چمگادڑوں نے خان بابا پر حملہ کر دیا خان بابا اس حملہ کے لیے تیار نہ تھے وہ کافی زخمی ہو گئے بالآخر انہوں نے ان سب کو نذر آتش کر دیا۔ گیا اس حملہ نے ان کو کافی تکلیف پہنچائی اس سے قبل کہ وہ کوئی اور وار کریں انہوں نے ہاتھ میں پہنا کڑا اتار کر اور ان کی طرف پھینکا دونوں ایک بار پھر بری طرح جل گئے اور اس چیز کا پیر بابا نے فائدہ اٹھایا منہ ہی منہ میں وہ بڑبڑا رہے تھے اور ایک بڑا سا لوہے کا لمبا ڈنڈا ان کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اور وہ ابھر کر بت کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ ڈنڈا فضا میں اٹھانے کی دیر تھی کہ ایک وقت میں ہزاروں عورتوں کے رونے چیخنے کی آوازوں نے ماحول کا سکوت توڑا وہ دونوں بھی کمرے میں جلنے سے چیخنے لگے اور خان بابا کی منتیں کرنے لگے مگر وہ سرے ہی لمحے فضا میں اٹھا ڈنڈا اتنی زور سے حرکت میں آیا کہ اس کے ایک ہی وار سے بت کا سر ٹوٹ کر دور جا گرا اور ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے جانور ذبح کیا جائے تو اس کی شہ رگ سے آتی ہے چیخ وپکار کی آوازیں زور پکڑ چکی تھیں دیواروں اور چھتوں کا پلستر گرنے لگا تھا وہ دونوں بھی بری طرح چیخ رہے تھے دوسرے ہی لمحے بابا نے آتش بار آنکھوں سے انہیں دیکھا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر ان کے ہاتھ میں شیشے کی ایک بڑی سی صراحی نما بوتل نمودار ہوئی دونوں رحم طلب آنکھوں سے بابا کی طرف دیکھ رہے تھے جبکہ بابا مسلسل منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جا رہے تھے اور پھر انہوں نے ان کی طرف پھونک ماری دونوں کے جسم دھوئیں میں تحلیل ہونے لگے انہوں نے اس صراحی نما بوتل کا ڈھکنا کھول دیا وہ دھواں آہستہ آہستہ بوتل میں بھرنے لگا جب سارا دھواں بوتل میں بھر گیا تو انہوں نے کا ڈھکن بند کیا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور بوتل کو بت کے ڈھیر میں رکھ دیا جو اندر سے بالکل خالی تھا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور بت پہ پھونک ماری تو زمین پھٹی اور بت زمین کی تہوں میں مدفن ہو گیا اور زمین اوپر سے مدغم ہو گئی دیواروں اور چھتوں میں جنبش شروع ہو گئی تھی کسی بھی سے سب کچھ ملیامیٹ ہونے والا تھا صدیوں پرانے راز درندوں کے خوفناک اور دل دہلا دینے والے کرتوت تہہ خانے کی تہوں میں مدفن بت اور بت کے زندہ پجاریوں کو فی الحال زمین بوس کیا جا چکا تھا خان بابا تیز ڈگ بھرتے زخموں سے چور تہہ خانے میں سے باہر بھاگے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنتے ہی سب کے دل دہل گئے حلق خشک ہو گئے اور سردی میں بھی پیشانیوں پر پسینے کے قطرے گہر ہائے آبدار کی مانند چمکنے لگے ہر شخص کی نگاہوں کا مرکز وہ مین گیٹ اور دروازہ تھا جس کے سامنے سے دشمن گزرتے ہوئے کسی بھی گھر میں اندھا دھند فائرنگ کر سکتا ہے مگر ابھی تک دشمن کئی گھروں کو کراس کر چکا تھا لیکن فائر کی آواز کسی نے نہیں سنی تھی شاید آج دشمن اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ڈاکٹر یکت ولیجہ صاحب کے گھر پر دھاوا بولنے والا تھا

ابھی تک راجہ صاحب کے کسی آدمی نے بھی ان کا راستہ روکنے کی سعی نہیں کی تھی شاید یہ بھی کوئی پلان تھا کہ راجہ صاحب کو دشمن کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور وہ دشمن کو ناکوں چنے چبانے کا کوئی پلان تیار کر کے ایک دم حملہ کرنا چاہتے تھے جو بھی تھا وقت سے پہلے صرف خیالی باتیں تھیں جو ہر شخص کے ذہن میں الگ الگ طریقے سے جنم لے رہی تھیں۔

یہ لشکر جو سترہ افراد پر مشتمل تھا چوہدری رحمت علی کا تھا ابھی اتنی دور تک پیش رفت نہیں ہوئی تھی مگر وحشت نے سارے علاقے کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا آئے دن راجہ صاحب یا چوہدری رحمت کے لوگ ایک دوسرے کے خون سے اپنی برسوں پرانی دشمنی کی پیاس بجھاتے چلے آ رہے تھے باوجود کوشش کے کوئی بھی ان دونوں فریقین کے درمیان آج تک صلح نہیں کروا سکا تھا حتیٰ کہ اس جنگ میں تیسرا آدمی جو شامل ہوا تھا اس نے ان دونوں فریقین کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا وہ اکیلا تھا یا کسی لشکر کے مگر دونوں فریقین اسی کے نام سے لرزتے تھے یہ دونوں اپنے کے زور پر ایک دوسرے پر وار کرتے تھے مگر وہ اپنی عقل کو یوز کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ یہ دونوں اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھے اس نئے دشمن کا نام کوئی نہیں جانتا تھا نہ کسی کو یہ معلوم تھا کہ یہ نیا دشمن مرد عورت بچہ بوڑھا جوان کیا چیز ہے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ بدلے میں وہ قتل کرتا تھا ایک قتل راجہ صاحب کے کسی آدمی کا دوسرا چوہدری صاحب کے آدمی کا۔ وقت یا دن مقرر نہیں تھا جب اسے موقع ملتا وہ ایک نہ ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیتا اور قابل حیرت بات یہ تھی کہ مرنے والے سب لوگوں کی موت ایک ہی طریقے سے ہوتی تھی مرنے والے کی آنکھیں نوچ کر باہر پھینک دی جاتی اور جسم سے جگہ جگہ سے گوشت نوچ لیا جاتا ایک اذیت ناک موت تھی جو رفتہ رفتہ دونوں فریقین کے آدمیوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی پہلے پہل تو ان کو ایک دوسرے کی دشمنی کی اور نفرت کی انتہا سمجھا جانے لگا اور دونوں فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف اپنی کاروائیاں تیز کر دی مگر بعد میں جب حالات اسی طرح برقرار رہے تو دونوں فریقین شک میں پڑ گئے تھے وہ جو بھی تھا ان دونوں کا دشمن تھا اور بڑی ذہانت سے ان دونوں کے آدمیوں کا صفایا کر رہا تھا اور یہ دونوں فریق آپس میں ایک دوسرے کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے تھے بالآخر جب دونوں فریقین کو یقین ہو گیا کہ ایک تیسرا آدمی ہے جو ان کی نفرت سے مستفید ہو رہا ہے تو جادو ناچار دونوں نے اس برس ہا برس کی دشمنی کو دوستی میں بدلنے کا فیصلہ کیا اور اسی سلسلے میں چوہدری رحمت علی اپنے سولہ مسلح افراد کے ساتھ راجہ صاحب کے ہاں آیا مگر ابھی راجہ صاحب پر اعتماد نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لیے وہ اپنے مسلح افراد کے ساتھ آیا تھا۔

بھاگ بیٹی میں ان کو روکتا ہوں بھاگ جا جیون بھی گھر کا پچھلا دروازہ کھول کر بولا۔

نہیں بابا میں نہیں جاؤں گی آپ کو اکیلا چھوڑ کر انعم دبی سی آواز میں بولی۔

بیٹا ان ظالموں نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور قبل اس کے کہ وہ ادھر آئیں تو بھاگ جا آنسو جیون بیٹی کی آنکھوں سے رم جھم کر رہے تھے اور اس نے بیٹی کا بازو پکڑ کر اسے باہر نکال دیا۔

نہیں بابا میں نہیں جاؤں گی انعم دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی وہ چلا کر بولی آنسو دونوں باپ بیٹی کی آنکھوں سے رم جھم کر رہے تھے کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی نیکی کو بے موت مروا دیا گیا تھا قبل اس کے کہ دونوں باپ بیٹی کی تکرار جاری رہتی ایک سنسناتی ہوئی گولی انعم کے عین دل کے مقام پر آ لگی۔ دونوں اس اچانک افتاد کے لیے تیار نہیں تھے دونوں سہم سے گئے قبل اس کے کہ انعم کا جسد خاکی

زمین پر گرتا جیون نے بھاگ کر اسے سنبھال لیا۔

میں نے کہا تھا نہ کہ بھاگ جا کیوں ضد کی تم نے۔۔

تم نے بھی مجھے چھوڑ دیا زمین پر پاؤں پھیلا کر بیٹی کا سر گود میں رکھے نیم پاگل سا بنا جیون اس سے گفتگو کر رہا تھا جسے اپنے بابا سے پیار نہیں تھا۔

جیون کے آنسو رک چکے تھے وہ دروازے کے ساتھ دیوار سے ٹیک لگا کے بیٹھا تھا اب وہ پاگلوں کی سی کیفیت میں مبتلا تھا اس بات سے بے خبر کہ اجل اس کے سر پر پہنچ گئی تھی۔

ہاہاہا۔۔۔ بے وقوف۔ احمق۔ مورکھ۔ بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے ہم پر اعتماد کر کے میرا بیٹا مرا تھا بھلا میں اس کا خون تجھے معاف کر سکتا تھا دیکھ ہم تینوں تیرے سامنے ہیں خون کا بدلہ خون ہم نے تیرے خاندان کو ملیامیٹ کر دیا۔ ہاہاہا۔ مگر ابھی میرا بدلہ پورا نہیں ہوا میرے معصوم بیٹے کی موت کا زہر تو نے پیا ہے اس کی جان اور پھر بھلا میں تجھے زندہ چھوڑ سکتا تھا یہ سب ناٹک تھا میں نے اس لیے کیا تاکہ تجھے پتہ چلے کہ اپنوں کی موت کا دکھ کیا ہوتا ہے۔

راجہ نوازش غصے سے پیچ و تاب کھا کر بولا اس کی رائفل کا رخ جیون کی طرف تھی جو منہ سے تو کچھ نہ بولا مگر انتقام و غصے کی آگ نے اس کے پورے جسم میں ہلچل مچا رکھی تھی راجہ نوازش کے ساتھ اس کے دونوں دوست چوہدری رحمت علی اور ملک کریم داد قہقہے لگا رہے تھے جیون کو اپنی بے بسی پر رونا آ گیا اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا ہوگا کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے والے اس کو اس طرح سے دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

تم نے جو کیا اچھا کیا ظالموں مگر میری ایک بات تم لوگ کان کھول کر سن لو میں نے قسم پر یقین رکھ کر تم لوگوں پر اعتماد کیا مجھے اپنی موت کا کوئی دکھ نہیں مگر تم لوگ بھی بچ نہیں سکو گے تمہیں ایسی موت مرو گے کہ تمہاری ساتوں پشتیں یاد رکھیں گی جیون نے شعلہ بار آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہمارے ساتھ جو ہوگا وہ بعد کی بات ہے تم اپنی خیر مناؤ کریم داد بولا۔ اور برا راست جیون کے سینے میں اتار دیا۔ جیون کے جسم نے ہلکی سی جنبش لی اور ساکت ہو گیا۔

ایک ہی گھر کے سات افراد کا مرڈر لوگ سکتے میں آ گئے تھے راجہ نوازش چوہدری رحمت علی اور کریم داد یہ تینوں بھی خبر سنتے ہی پہنچ گئے کچھ دن قبل ان سب میں صلح ہوئی تھی اور فریقین کے گاؤں کو سب نے قتل کیا حالانکہ اس سے قبل خون کی ندیاں بہائی جاتی تھیں سب حیران تھے کہ آخر قاتل ہے تو کون ہے مگر ان سب کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا جیون کا باپ کسی چیز کا سہارا لے کر اس کی ڈیڈ باڈی کے سرہانے کھڑا ہوا جیون کا باپ اپنے دور کا مانا بدمعاش تھا اور دشمن اس کے نام سے کانپتا تھا مگر بعد ازاں ایک حادثے نے اسے بیساکھی کا محتاج کر دیا اس کے تین بیٹے تھے سب سے بڑا ساون جو اپنے باپ کی طرح بہادر انسان تھا مگر اصول پرست غریب پرور اس نے آج تک نہ کبھی زیادتی کی نہ کسی پر ظلم تشدد کیا ورنہ کسی کا حق دبایا وہ اس چیز سے انتہا کی حد تک disr clish کرتا تھا۔

مگر dirswlate عیاش بدچلن انسانوں کے لئے وہ موت کا فرشتہ تھا اور خاص کر ان کے لیے جنہوں نے ظلم و تشدد کے بازار گرم رکھے تھے وہ شروع ہی سے اصول پسند تھا کالج لائف میں اس نے اپنے پرنسپل کے کرتوتوں سے پردہ چاک کر کے اسے نوکری سے نکلوایا تھا جو رشوت لے کر امیروں کی اولادوں کو ایڈمشن دیتا اور غریبوں کو بے عزت کروا کر اسے رشوت

لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں ساون نے گرفتار کروایا تھا وہ جس علاقے سے یہاں پڑھنے آیا تھا وہ علاقہ جاہلوں کے علاقہ تھا وہاں کوئی قانون نہیں تھا وہ خود کو اس ماحول سے دور رکھنا چاہتا تھا اور بچپن سے اسے خواہش تھی کہ وہ پڑھ لکھ کر یہاں کے حالات کو بہتر بنانے کی ہر ممکن سعی کرے گا یہ جانتے ہوئے بھی کہ جاگیردارانہ نظام کو بدلنا شیر کے منہ سے اس کا شکار نکالنے کے برابر ہے مگر انسان چاہے تو نوامیدی بل کو بھی بل بنا سکتا ہے اور اسی جاہلانہ ماحول میں اس نے اپنی پیاری سسٹر کھودی تھی۔

ساون سے چھوٹا جیون تھا جسے ہر وقت لڑنے جھگڑنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا مگر اس کے اندر ایک خامی تھی کہ وہ دوسرے انسان پر اعتماد بھروسہ جلد کیا کرتا تھا اور اسی اعتماد نے آج اس کی جان لے لی تھی حالانکہ سب نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ بے وقوف مت بنو دشمن دشمن ہوتا ہے چاہے جتنا قریب آجائے اور دشمن جتنا قریب آئے اس کا وار اتنا ہی خطرناک ہوتا ہے مگر اسے صرف یہ بات مار گئی کہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ ہر دشمن طاقت کے بل بوتے پر نہیں لڑتا طاقت سے بڑھ کر جو ہتھیار ہے وہ ہے عقل اگر انسان اس کا استعمال کرے تو دشمن کی صفیں الٹ پلٹ کر سکتا ہے۔

سب سے چھوٹا دلاور جو بڑے بھائی کی طرح تھا مگر تھا صرف پرائمری پاس تینوں بھائی شادی شدہ تھے ساون کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جبکہ جیون کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ جنہیں دشمن نے ایک ایک کر کے دونوں میاں بیوی سمیت سب کو ابدی نیند سلا دیا تھا دلدار کی صرف ایک ہی بیٹی تھی سات ڈیڈ باڈیز ایک لائن میں پڑی تھیں جنازے تیار تھے مگر مجال ہے کہ ان سات لاشوں کو دیکھ کر کسی کی آنکھ سے آنسو بھی نکلا ہو بجائے آنسو کے آنکھوں سے غصہ اور نفرت کی آگ عیاں تھی بوڑھا باپ جیسا بھی کو مضبوطی سے تھامے ایک سرسری نگاہ سب پر ڈال کے بیٹے کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کی پیشانی سے بوسہ لیا پھر بولا۔

تیرا خون ضائع نہیں جائے گا بیٹا دشمن کون ہے ہم سب جانتے ہیں مگر دشمن کو کھل چھوٹ دیں گے وہ جہاں تک بھاگ سکتا ہے بھاگے ہم اس کا پیچھا نہیں کریں گے اب اس کا پیچھا وہ پاک کلام قرآن پاک کرے گا جس کی ضمانت دی گئی اور سوگند کھائی گئی تھی اس پر ہاتھ رکھ کر کہ دشمن اب کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میری سب دعائیں اور نیک تمنائیں تم لوگوں کے ساتھ شانہ بشانہ رہیں گی اس کی بات نے چوہدری رحمت علی راجہ نوازش اور کریم داد کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی اور ان کے چہرے پر خوف کی کیفیت کو سب نے محسوس کیا وہ اپنی اس اضطرابی کیفیت پر قابو پانے کی ہر ممکن سعی کرنے لگے مگر مکمل طور پر وہ خوف کو سنبھال نہ سکے ہزاروں کا مجمع اکٹھا تھا جیون کا باپ بیساکھی پر گرفت مضبوط کر کے اٹھا اور ان تینوں کے قریب آیا ممکن تھا کہ ہم تم لوگوں پر شک نہ کرتے تم لوگوں نے خود کو بہت شاطر سمجھ کر میرے بیٹے پر حملہ کیا مگر دشمن جتنا بھی تیز بننے کی ناممکن سعی کرے کوئی نہ کوئی آثار چھوڑ جاتا ہے اور اکھ دشمن کے باوجود تم بھی وہی احمقانہ کام کر گئے اچانک جلد گلہ میں تمہارا یہ لاکٹ بوڑھے نے مٹھی کھول کر لہراتے ہوئے کہا جسے دیکھتے ہی راجہ نوازش کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے اٹک کر رہ گئی کیونکہ یہ لاکٹ وہ کبھی بھی گلے سے نہیں اتارتا تھا اس کے ساتھ ساتھ اس کے دوستوں کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے اب جھوٹی باتیں مت کرنا کہ یہ یہاں کیسے آیا کیونکہ تم تینوں کے فنگر پرنٹس جگہ جگہ مل چکے ہیں دل تو کر رہا ہے کہ تمہارے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے پھینک دوں مگر ہم نے بھی تمہاری طرح اس مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی اور اب یہ فیصلہ میں

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دے رہا ہوں وہ قادر مطلق تمہیں خود سزا دے گا۔ اور دار رب قبل اس کے تم اول میری نفرت کا نشانہ بنو دور ہو جاؤ میری نظروں سے جیون کے باپ کا غصہ اپنے عروج پر تھا آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے قبل اس کے کہ مزید کوئی بات ہوتی ساون نے رائفل ان پر تان لی مگر باپ نے اس کی رائفل کے سامنے ہاتھ رکھ دیا۔ تینوں دوست سر جھکائے باہر نکل گئے۔

بابا جانی ان لوگوں نے ہمارا استحصال کر دیا ہے اور آپ نے انہیں انہیں زندہ چھوڑ دیا۔ ساون غصہ سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔

ان خالقوں نے جو کیا اگر اس کے بدلے میں ہم نے انہیں قتل کر دیا تو کیا فرق رہ جائے گا بس اب قدرت کی کارگری دیکھو کہ ان لوگوں کا آؤٹ کم کیا ہوتا ہے وکوئی خون خرابہ نہیں کریں گے خاص کر جب تک میں زندہ ہوں تم لوگ کچھ نہیں کرو گے وگرنہ میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے اتنا کہہ کر جیون کا باپ باہر نکل گیا اس کا رخ قبرستان کی طرف تھا جہاں پر اس کے اپنوں کے لیے قبریں کھودی جا رہی تھی۔

جیون اور اس کے اہل خانہ کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا ہر شخص یہ جانتا تھا کہ ان کے دفن اور دنیاوی رسموں کے بعد خون کی ہولی کھیلی جائے گی جس میں جانے کتنے گناہ معصوموں اور آنکھ کے اندھوں گانٹھ کے پوروں کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتریں گے۔ یہ سب رسومات اپنی جگہ ادا ہو رہی تھیں اور ان سب سے کچھ فاصلے پر ایک لحد میں بنے سوراخ میں ایک ناگن انگشت بدنداں بیٹھی اس بھیڑ میں کھڑے ایک نوجوان کی طرف پیہم تکے جا رہی تھی وہ نوجوان کوئی اور نہیں ساون کا لخت جگر امجد تھا جس پر اس کی نگاہیں مرکوز تھیں اس کی برسوں کی بھاگ دوڑ رنگ لے آئی تھی اس کی منزل بہت قریب تھی اس کی آنکھوں کے بالکل سامنے امجد کی آنکھیں اپنے چاچا اور اس کی فیملی کی ہونے والی اس بھیانک موت سے آنسوؤں سے لبریز تھیں مگر اسے اس بات کا قطعاً ناعلم نہیں تھا کہ دو نیلے رنگ کی چمکدار آنکھیں اسے مسلسل گھور رہی ہیں

آب نیناں نے ماحول کو خوش گوار بنا دیا تھا آج پورے تین سو سات سال بعد شمع کے چہرے پر خوشی کے تاثرات شادماب نظر آرہے تھے آج اس کا دل بین کی دھن پر ناچنے کو کر رہا تھا وہ آج کتنی خوش تھی اس کا تخمینہ خود اسے بھی نہیں تھا آخر تین سو سات سال اس نے جس طرح گزارے تھے یہ صرف وہ ہی جانتی تھی مگر پھر بھی ان تین سو سات سال میں اس نے بہت کچھ پالیا تھا کالی ماتا کی خاص پجارن کا لقب اسے مل چکا تھا مہاشکتی بن چکی تھی وہ اگر چاہتی تو دنیا پر تہلکہ مچا کر رکھ دیتی مگر وہ جلد باز نہیں تھی ناگن کے بعد سو سال پورے کر کے جب اسے ایسی شکتیاں ملیں کہ وہ ہر روپ بدل سکتی تھی مگر وہ مہاشکتی بننا چاہتی تھی اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو چکی تھی دنیا کی ہر سہولت اسے میسر تھی مگر ایک کمی تھی اور وہ تھی شاعری کی۔

کافی دیر موسم سے انجوائے کر کے جب اچھی طرح سے اس کا جی بھر گیا تو انسانی روپ سے دوبارہ ناگن کا روپ دھارے وہ اس پرانی حویلی کی جانب رینگنا شروع ہو گئی۔ جو عرصہ دراز سے بند پڑی تھی اور اس سے متعلق ڈیفرنٹ کہاوتیں سنی جاتی تھیں کہ اس پر آسیب کا قبضہ ہے کیونکہ صدیوں سے بند یہ عمارت ویسی کی ویسی تھی نہ آج تک اس کی کسی دیوار میں دراڑ پڑی تھی نہ کسی کو وہاں کبھی گندگی کا احساس ہوا تھا کچھ لوگوں کے منہ کی یہ بھی باتیں تھیں کہ کسی عورت کی بدروح اس شاندار حویلی پر قابض ہے اور کچھ حضرات کے منہ سے تو یہاں تک الفاظ نکلے تھے کہ انہوں نے کالے لباس میں ملبوس ایک حسن

وجمال کے پیکر کو اس حویلی کے آس پاس اکثر و بیشتر ٹہلتے ہوئے دیکھا ہے اور کئی حضرات نے تو یہ بھی کہہ ڈالا کہ انہوں نے رات کو حویلی میں روشنی کے آثار دیکھے ہیں مدھم روشنی جس میں انہیں ایک عورت کا سایہ دکھائی دیتا تھا جو کمروں میں ایسے ٹہلتا دکھائی دیتا تھا جیسے کوئی عورت کام کر رہی ہو اور کبھی کبھی تو یہ محسوس ہوتا کہ وہ کوئی کپڑا جھاڑ رہی ہو جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ وہ بستر لگا رہی ہے اس حویلی کے چہار سو کوئی عمارت نہ تھی مین گیٹ پر ایک زنگ آلود تالا اپنی بے بسی کا منہ بولتا ثبوت تھا اندر جو بھی داخل ہوا آج تک واپس نہیں آیا چاہے وہ اکیلا ہو یا ایک سے زیادہ ایوں روپوش ہونے والوں کی دوبارہ کسی نے آواز تک نہ سنی اکثر و بیشتر اپنے ساتھ کیمرے موبائل لے آئے تاکہ صدیوں سے دبے اس راز کا بھانڈہ پھوڑ دیں مگر ان کے ساتھ کیا ہوتا کوئی نہیں جانتا تھا بزرگوں کی زبانی یہ بات بھی قوت سماعت سے ٹکرائی کہ کسی میں دور کسی بادشاہ کے حضور یہ درخواست پیش کی گئی کہ اس حویلی سے نجانے کون سا راز منسوب ہے مگر یہ حویلی کئی انسانوں کو کھا چکی تھی بادشاہ نے خود اپنی فوج کے بارہ سو نوجوان روانہ کیئے جنہوں نے رات کے اندھیرے میں حویلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا کیا جاتا ہے اس وقت ساری حویلی میں روشنی ہی روشنی تھی ہر شخص انگشت بدنداں تھا کیونکہ جس دور میں اس حویلی کو تیار کیا تھا اس وقت بجلی کی فراہمی اتنی وافر نہیں تھی اور نہ آج تک کوئی میٹر یا تار اس مکان سے اٹیچ ہوتا کسی نے دیکھا تھا فیکٹ کیا تھی کوئی نہیں جانتا تھا بس ہر شخص اس انتظار میں تھا کہ بہت جلد آ ہوئے فلک کی آب وتاب کے ساتھ صدیوں سے پڑے اس حویلی سے اس راز کا پردہ چاک ہوگا جواب تک نجانے کتنے بے گناہوں کو موت کی آغوش میں سلا چکا ہے مگر جب اگلی دن صبح دیر تک کوئی فوجی واپس نہ آیا نہ کسی سے کسی کا رابطہ ہو سکا تو تشویش وخوف کی سلوٹیں ہر شخص کی پیشانی پر نمودار ہوگئیں۔ ادھر ارت بادشاہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے داخل ہوا تو اسے اپنی مسہری سے کاغذ کا ایک ٹکڑا ملا کہ جس پر لکھا تھا کہ تمہاری غلطی کی معافی ان بارہ سو نوجوانوں کے خون کی ریسپونسبیلٹی تم پر عائد ہے اب اگر کسی نے اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور اس سارے کیئے کرتے کے ذمہ دار صرف تم ہو جاؤ گے تحریر پڑھ کر بادشاہ کو خطرے کی بو محسوس ہوئی اس کی چھٹی حس اسے خطرے کے آلارم بجا بجا کر آگاہ کر رہی تھی کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ان پلیزنٹ بات ہے جس نے کچھ دیر کے لیے بادشاہ کو الارمڈ کر کے رکھ دیا مگر پھر یہ سوچ کر مطمئن ہوا کہ اس کے فوجی جلد ہی اپنے الونیت کو نیست و نابود کر دیں گے صبح جب دیر تک کوئی خبر نہ سنائی دی تو بادشاہ نے چھ نوجوانوں کو پتہ کرنے کے لیے بھیجا جنہوں نے واپس آ کر بتایا کہ بادشاہ سلامت حویلی میں ہمیشہ کی طرح خاموشی نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں اور آس پڑوس کے لوگوں سے انفارمیشن ملی ہے کہ رات انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے نوجوانوں کو دیواریں پھلانگ کر اندر جاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابھی تک کوئی باہر نہیں آیا نہ ہی کوئی آواز سنائی دی گئی ہے بادشاہ نے فوری طور پر شاہی نجومی اور مختلف علوم کے ماہرین کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ فوراً صورت حال سے اسے آگاہ کریں دربار شاہی وزرا اور ملک سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ہر شخص یہ جاننے کے لیے کھڑا تھا کہ رات بارہ سو نوجوان گئے ت کہاں گئے انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا دربار میں یوں سناٹا سا چھایا ہوا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا مگر دوسرے ہی لمحے سب کی دلخراش چیخوں نے دربار کو ہلا کر رکھ دیا حساب لگانے والے نجومی سمیت مختلف علوم کے ماہرین کی گردنیں کٹ کر فرش پر آ گریں اور ان کے جسم کرسیوں پر لٹک کر تڑپنے

رہے اسی اثنا میں کاغذ کا ایک ٹکڑا اڑتا ہوا بادشاہ کی گود میں آ گرا بادشاہ نے ٹکڑا اٹھایا جس کی تحریر تھی مجھے مجبور نہ کرو کہ ان بارہ سو نوجوانوں کی طرح ہر شخص کو ابدی نیند سلا دوں جیسے میں کسی کو ڈسٹرب نہیں کرتی آئندہ مجھے بھی کوئی ڈسٹرب نہ کرے اس کے بعد آج تک کسی نے اس حویلی کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن اس حویلی کی اصل داستان کیا تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس حویلی کے اصل مکینوں پر کیا گزری کیوں گزری ایک ایسی داستان تھی جو ایک چھوٹی سی مس ٹیک کی وجہ سے ملیامیٹ ہو گیا پورے کا پورا خاندان اور حویلی پر راج ہو گیا ایک ناگن کا جو شکتیوں کی بدولت مہاشکتی بن گئی اور انسانی خون گوشت سے اپنی بھوک مٹاتی آ رہی تھی کوئی کچھ نہیں جانتا تھا بس سب کی زبان پر ایک ہی لفظ تھا کہ اس حویلی پر ایک عورت کی بد روح آسیب کا قبضہ ہے۔

تہہ خانے میں ایک طرف ایک دیوہیکل بت کے سامنے ایک ناگن پھن پھیلائے جھول رہی تھی بت کے سامنے ایک تختہ لگا ہوا تھا جس پر نجانے کتنے بے گناہوں کی بلی چڑھائی گئی تھی ایک بڑا سا پیالہ بھی ساتھ پڑا تھا جس میں بلی چڑھنے والے کا خون نچوڑا جاتا تھا بلی چڑھنے والے کا دل اس دیوہیکل بت کی غذا تھی جس کے بعد وہ بطور خوشی اس ناگن کو شکتیاں دیتا تھا کافی دیر رقص کرنے کے بعد ناگن ایک خوبصورت لڑکی کے روپ دھار کر اس بت کے قدموں میں گر گئی تھی اس بت کی آنکھیں روشن ہوئیں اور لبوں میں جنبش پیدا ہوئی۔

ہمیں کس لیے بلایا ہے تم نے۔ کوئی مصیبت پریشانی ہے یا ہم سے کوئی کام بت کے لبوں سے نکلے الفاظ ایسے لگ رہے تھے جیسے دور کسی کنویں سے کسی کے بولنے کی بازگشت سنائی دی ہو ناگن سے لڑکی کا روپ دھارنے والی لڑکی نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

میرے آقا آخر کار میری آرزو بر آئی ہے شاعری کا ہم شکل مجھے مل گیا ہے آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کا ایک ایک عضو شاعری سے ملتا جلتا ہے بس اب آپ کو بلی مجھے پرمشن دیں اور میں اسے یہاں لا کر اس کی بلی آپ کو دوں اور صدیوں سے ابدی نیند سوتا میرا شاعری آنکھیں کھولے آج تک جس کی روح سے میں باتیں کرتی آئی ہوں میں۔۔۔ میں اب اسے منقبت کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں صدیوں سے لگی من کی پیاس بجھانا چاہتی ہوں دل کے پنہاں کونوں میں لگی آگ کو بجھانا چاہتی ہوں جنکی تپش نے ساری زندگی مجھے اذیت دی ہے میں اس بیگانگی کو ختم کرنا چاہتی ہوں اور شاعری کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں ایک عام عورت کی طرح جن خواہشات کو میں نے ساری زندگی اپنے دل میں دبائے رکھا اب ان خوابیدہ خواہشات کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہوں میں نے اپنی ساری زندگی آپ کی سیوا میں گزاری ہے اور اسکے عوض آپ سے صرف اتنی بنتی کرتی ہوں کہ مجھ پر اب یہ پہلا اور آخری انکار کر دیں مجھ میں اب مزید انتظار نہیں کی ہمت نہیں ہے میں آپ سے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتی ہوں آشفتہ حال پر نظر کرم فرمایئے غم وخوشی کے آنسو اس کی نیلی آنکھوں سے بارش کی بوندوں کی طرح برس رہے تھے سجدے سے اس نے سر اٹھا لیا تھا اور اب دوزانوں بیٹھی تھی اور جواب طلب انکھیوں سے بت کی روشن آنکھوں کی طرف دیکھنے لگی۔

تم نے جس طرح ہماری خدمت کی ہم اس سے بہت خوش ہیں اور ہم آج تمہیں ایک عمل بتاتے ہیں کل چاند کی چودھویں ہے اور کل یہ عمل تمہیں یہیں اسی تہہ خانہ میں بیٹھ کر کرنا ہے صرف تین گھنٹے کا یہ عمل ہے اور ان تین گھنٹوں کے اندر اندر وہ لڑکا آتش زیر پا ہو کے خود یہاں آئے گا اور پھر شاعری کی روح کو اس

ئے جسم میں داخل کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے اس کے
جسم کا مالک بنا دیں گے اور پھر اس کے ساتھ مل کر اس
دنیا کے لوگوں کو ہم اتم اوگ پجاری بنائیں گے اور وہ دن
دور نہیں جب میری حکمرانی کل عالم میں ہو گی بت
کے منہ سے الفاظ نکلے تو ژگان کی خوشی دوبالا ہو گئی پھر
بت نے اسے وہ الفاظ یاد کروائے جن کی بدولت اس
کا شاعری کل ایک بار پھر برسوں بعد اس کے سامنے
حاضر ہونے والا تھا۔

یہاں سے اٹھ کر وہ اپنے کمرے کی جانب چل
پڑی اب وہ ایک ایسی لڑکی کے روپ میں تھی جس کا
حسن و جمال مثلی جو تیر تھا برسوں سے اس کے دل
میں چھپی خوشی آج اس کے چہرے پر عیاں تھی اور آج
وہ ایسی لڑکی لگ رہی تھی جو اپنا پیار پانے کے بعد خوشی
سے پھولے نہ سما رہی ہو بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر وہ
بیٹھ گئی اور ماضی کی بھی کہانی ایک فلم طرح اس کے
دماغ کے پردے پر چلنے لگ گئی بس آج تک اس
کے چشمیس کا انتقام لیا اور اس نے ان کا ڈٹ کر
مقابلہ کیا اور کسی قسم کی زیادتی کو اس نے خود پر قابض
نہیں ہونے دیا اور دن رات کالی بات کی خدمت
کر کے اور ہزاروں بے گناہوں کی قربانیاں دے کر
اس نے آج وہ شیطنس ایکوائر کر لیا تھا کہ اس کا مقابلہ
کرنا مشکل ہو گیا تھا وہ خود کو امر سمجھتی تھی کیونکہ اس کی
شکتیوں نے صدیوں سے اسے زندہ رکھا ہوا تھا اور وہ
جو چاہے کر سکتی تھی اور اسے اپنی کالی شکتیوں پر
ایرونیس تھا مگر اسے اس بات کا علم نہیں تھا امر
صرف ایک ہی ذات ہے اگر افراسیاب جیسے مہا شکتی
مان کو وہ اپنے پیارے برگزیدہ بندے کے ہاتھوں
جہنم واصل کروا سکتا ہے تو اس کے جنتر منتر کب تک
اس کا ساتھ دیں گے جس قدر وہ خون کی ندیاں بہا چکی
تھی یہ بھی اس کے لیے اس خالق حقیقی کی طرف سے
ایک چھوٹ تھی ورنہ جس دن اس خالق حقیقی کا قہر
برسا کالی ماتا یا شیطان بھی اس کی جان نہیں بچا پائیں
گے بلکہ وہ بھی سر پٹ بھاگیں گے بس یہ اسے نہیں
معلوم تھا اسے معلوم ہوتا تو صرف اتنا کہ وہ مہا شکتی
ہے جس نے اس کے اندر پرائیڈ اینڈ ایروگینس کو
بڑھا دیا تھا۔

احسان سینکڑوں مربع کا مالک تھا اور اچھی
عادات کا مالک تھا مگر ایک اولیسا نے اس کے اثرات
کو اس سے یوں دور کیا جیسے قصائی جانور کی کھال
گوشت سے الگ کرتا ہے سارا غرور اور رعب و دبدبہ
اس نے کھو دیا یوں لگتا تھا پہلے والا احسان مر چکا ہے
جو جہاں سے گزرتا وہاں سے پرندے بھی کھسک جانا
مناسب سمجھتے تھے انسان تو دور کی بات تھی احسان
چھوٹی چھوٹی باتوں پر ملازمین کو مار مار کر اس
قابل نہیں چھوڑتا تھا کہ وہ اپنے قدموں پر گھر جا سکیں
اور اب وہی احسان چپ چاپ رہتا ملازمین کیا
کر رہے تھے کیا نہیں کون کیا کر رہا ہے کون نہیں اس نے
پوچھنا بھی چھوڑ دیا تھا ملازمین کی جان میں جان آ گئی تھی
مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اندر سے کرچیاں کرچیاں
ہو چکا تھا اسے اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا اور وہ اسے ہر
وقت نظروں کے سامنے رکھتا اس کے ہر لاڈ پیار کا
خیال رکھتا مگر حالات اس کی بیٹی عافیہ سے ہمیشہ کے
لیے جدا کر دیا تھا اس فیملی میں ایک بات بڑی ہے
کہ چھوٹی چھوٹی بات پر ایک دوسرے کا سر قلم کرنے
پر آ جاتے ہیں عزت سب کو پیاری ہوتی ہے مگر
جذبات سمجھا ہے اگر ہوش و حواس سے کام لیا جائے تو
شاید دنیا میں کبھی کسی لڑکی کی عزت کی دھجیاں نہ
اڑیں عافیہ سے بھی ایک غلطی سرزد ہو گئی تھی کہ اس
نے کسی سے پیار کیا اور اس پیار کی پاداش میں اس
کے اپنوں نے اسے ابدی نیند سلا دیا صرف اس لیے
کہ اس نے ایک آؤٹ آف فیملی لڑکے سے پیار کیا
تھا جن کا اسٹیٹس تقریبا ان کے برابر تھا علاقے کے
رئیسوں میں ان کا شمار ہوتا تھا مگر اس بات کو کسی نے بھی

نہ سوچا بس اس بات کو مد نظر رکھا گیا کہ اول تو اسے
جس کام کے لیے کالج بھیجا گیا تھا اس نے اس سے
ہٹ کر کام لینا شروع کر دیا تھا اور وہ بھی ایک ایسے
لڑکے سے جو ان کی فیملی کا بھی نہیں تھا۔

احسان نے پسند کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی
رضیہ نواز سے کی تھی جس سے اس کے تین بیٹے ساون
جیون اور داور تھے اور دو بیٹیاں عافیہ احسان اور صفیہ
احسان ساون کی شادی ہو چکی تھی اور اس کے دو بیٹے
ضمیر اور عمیر تھے اور تین بیٹیاں انعم سنبل اور ثنا تھیں
انعم نے آٹھویں کلاس میں ہی سکول کو خیر آباد کہہ دیا تھا
جبکہ عمیر اب ایف اے پارٹ ٹو کا سٹوڈنٹ تھا اور انعم
چودہویں سنبل نویں اور ثنا ساتویں کلاس کی سٹوڈنٹ
تھی جیون کی بھی شادی ہو چکی تھی اس کا سب سے بڑا
بیٹا ارسلان جو کہ اپنے کزن ضمیر کا ہی کلاس فیلو تھا چھوٹا
بیٹا ضمیر جو شروع ہی سے آوارہ اور فضول خرچ تھا اس
سے چھوٹا آصف تھا جس نے سکول کی چار دیواری
میں اندر قدم رکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا جو کی بیٹی انعم جو
اپنی کزن کی ہم نام تھی اور گھر میں سب سے لائق
ذہین اور فرمانبردار اسٹوڈنٹ کی جانی تھی اور اپنی اس خوبی
کی وجہ سے وہ اپنی فیملی میں ہی نہیں ہر جاننے والے کی
آنکھ کا تارہ تھی اور وہ تھرڈ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی اس سے
چھوٹی نازیہ جو ابھی میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی سب بھائیوں
سے چھوٹا داور جس کی دو سال قبل شادی ہوئی تھی
اور ایک بیٹی عالیہ تھی جو کہ ابھی ایک ڈیڑھ سال کی تھی
داور سے چھوٹی دو بہنیں تھیں عافیہ اور صفیہ عافیہ
فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی کافی عرصہ اس پر میٹرک
کے بعد پابندی لگا دی گئی تھی کہ وہ مزید آگے نہیں پڑھ
سکتی مگر آج وہ ایم فل کر چکی تھیں اس کی بھتیجیاں
بھتیجے اس سے آگے نکل گئے تھے تبھی اس نے اپنے
باپ سے شکایت کی کہ اگر ان کو پرمیشن مل سکتی ہے تو
مجھے کیوں نہیں لہذا اسے بھی پرمیشن مل گئی اس وقت
اس کی عمر ستائیس سال تھی جب دوبارہ وہ کالج کی
سٹوڈنٹ بنی چھوٹی صفیہ تھی جس نے بڑی مشکل سے
مڈل کیا تھا اور پھر تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا شاید عافیہ کے
مقدر میں تعلیم لکھی تھی انہیں شہر میں جس پرائیویٹ کالج
میں اسے ایڈمیشن ملا اس کا مالک چوہدری رحمت علی
جو شہر کے معزز افراد میں شامل کیا جاتا تھا چوہدری جہانگیر
اس کے پاس بہت سی ایک دو کپڑے کی ملز تھیں جو اس
کی چل رہی تھیں کوئی نہیں جانتا تھا کہ شرافت کی
اوڑھنی اوڑھے ہوئے اس شخص کی حقیقت کتنی خوفناک
ہے جو خود کو نظر عام پر لائے بنا کالا دھندا کرتا تھا
ڈرگ کا بہت وسیع کاروبار تھا اس کا اس کی شرافت کو
ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے سامان کی جو شروع میں
چیکنگ کی جاتی تھی مگر اور ان بند کر دی تھی اور وہ اپنے
سامان کے ساتھ ہی ڈرگ کی وافر مقدار بارڈر پار پہنچ
دیتا وہ ہر بار اپنا کام ایک منصوبہ بندی سے کرتا تھا
ایک بار تو اس نے ایسی پلاننگ کی کہ اسے اربوں ڈالر
کی پروفٹ ہوئی اور اس کا شمار دنیا کے امراء کی لسٹ
میں آ گیا۔ اس کا سامان مختلف ممالک میں جاتا تھا
اور کپڑے کے علاوہ سبزی چنا اور مختلف پھلوں کی
سپلائی وہ مختلف ممالک میں کرتا تھا اور اپنے ملک میں
بھی اس کا کاروبار وسیع پیمانے پر چلتا تھا۔

اس کی سلام دعا نعمان سے ہوئی جو ایک بہادر
انسان تھا اور پیسے کی اس کے پاس بھی فراوانی تھی مگر
وہ تن تنہا ہوتا اور لوگوں میں اس کے رعب و دبدبے کی
کیا ہی بات تھی وہ سر عام قتل کر دیتا مگر پولیس کی اتنی
ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اسے اریسٹ کر سکیں کیونکہ کے
خلاف کوئی گواہی نہ دیتا یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی پولیس
آفیسر اس کو اریسٹ نہ کر سکا۔ تھا چوہدری رحمت علی
اس کی بہادری کے چرچے سنا کرتا تھا مگر پہلی بار
بالمشافہ اس سے ملا اور دونوں میں علیک سلیک ہو گئی
اور تقریبا آئے روز چوہدری رحمت اسے مختلف
کاموں میں اس کی مدد کرتا تھا اور رنگین راتوں سے
اسے خوش کرتا۔

ادھر ملک کریم داد اور راجہ نوازش کو ان کی دوستی کا پتہ چلا تو ان کے قدموں تلے زمین کھسک گئی کیونکہ وہ احسان سے لے کر ان کی ساری اولاد سے اچھی طرح واقف تھے احسان اور اس کی اولاد کے ہاتھ بھی بہت لمبے تھے اور اگر چوہدری رحمت علی جیون کو ان کی موت کی سپاری دے دے تو وہ کسی چھید میں بھی کیوں نہ چھپ جائیں انہیں کوئی ڈھونڈھ نکالے گا اور سر عام انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے اگر وہ جیون کو قتل کرواتے تب جیون کی فیملی انکا جینا حرام کر کے رکھ دیتا تھا لہذا ان کے لیے بہتری تھی تو اس میں کہ وہ جیون کو اپنے ساتھ ملا لیتے یا رحمت سے صلح کر لیتے جیون کے اندر عام انسانوں سی آز نہیں تھی اور اسے خریدا نہیں جا سکتا تھا آخری راستہ یہی تھا کہ آپس میں صلح کر لی جائے ویسے بھی رحمت علی سے علیحدگی کے بعد انہیں جس قدر پہلے منافع ہو رہا تھا وہ حساب اب نہیں تھا ادھر چوہدری رحمت کی بھی دیرینہ خواہش تھی کہ اس کی ان سے صلح ہو جائے کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا پہلے اسے بیٹھے بٹھائے تیسرا حصہ مل جاتا تھا۔ اور کوئی جانتا بھی نہیں تھا مگر اب اس کی ریپوٹیشن کو خطرہ لاحق تھا کیونکہ اب اسے بذات خود اس کام سے میں ساتھ دینا پڑا۔

ناگن اور ناگ سے انسان روپ اختیار کرنے کا یہ سائیکل انہوں نے کتنے کرب میں گزرا سوہان روح تھا آخری دنوں میں نجانے کہاں سے جوگیوں کو بھنک پڑ گئی اور وہ ہاتھ دھوکر انکے پیچھے پڑ گئے بالآخر انہیں جسمیت ہونا پڑا انہوں نے سنا ہوا تھا کہ کالی دور کالے رنگ کے پہاڑ میں وہاں ایک جادوگر رہتا ہے جو وہاں بیٹھ کے جہاں کی خبر لینا چاہے حاصل کر سکتا ہے پلک جھپکتے میں جہاں جانا چاہے جا سکتا ہے انہیں یہ شکتی ناگ و ناگن سے انسانی روپ دھارنے والی ملے آج تیرھواں دن تھا ناگ کو ناگن شروع سے شاعری کہہ کر پکارتی تھی جب کہ ناگ ناگن کو شمع کہتا تھا کیونکہ اس کے جسم میں چمک اتنی تھی دونوں میں انتہا کی حد تک پیار تھا شمع کو کالی شکتیاں حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور ناگ اس کی خوشی کی خاطر جان تک داؤ پر لگانے کو تیار تھا دونوں ایک لمبے سفر پر چل پڑے انہیں پکا یقین تھا کہ منزل مقصود تک پہنچتے ان کو کم از کم دو تین ماہ کا طویل عرصہ بیت جائے گا لیکن ایک مشہور کہاوت ہے کہ شوق کا کوئی مل نہیں۔ تقریباً انکے سفر کو سترہ اٹھارہ دن بیتے ہوں گے کہ ان کے راستے میں ایک خوبصورت حویلی آ گئی دن رات کے اس سفر کی تھکاوٹ نے انہیں چور چور کر دیا تھا اور اب وہ کچھ آرام کرنا چاہتے تھے چنانچہ دونوں میں اس ٹاپک پر بات چیت ہوئی شاعری اس بات کے لیے ایگری نہیں تھا کیونکہ وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا مگر اس کا کہنا تھا کہ ہم کسی جگہ بھی رات گزار سکتے ہیں میں تو بلاوجہ خطرہ مول ہی کیوں لیں لیکن شمع کا کہنا تھا کہ اس طرح کھلے آسمان کے خطرات زیادہ ہیں کسی بھی وقت جادوگر پہنچ سکتے ہیں یہاں ہم بآسانی رات بسر کر سکتے ہیں اور صرف ایک رات کی ہی تو بات ہے کون سا یہاں ہم نے زندگانی گزار لی ہے شمع کی ضد کے آگے شاعری کو ہتھیار ڈالنے پڑ گئے اور وہ دونوں انسان روپ دھار کر حویلی کی جانب بڑھے اندھیرے کی وجہ سے انہیں روپ دھارتے کسی نے نہیں دیکھا تھا حالانکہ اس حویلی کے علاوہ بھی کافی گھر تھے یہاں تھی تو ایک چھوٹی سی بستی لیکن وہ کسی غریب پر بوجھ نہیں بننا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے اس حویلی کو چوز کیا تھا۔

زور زور سے دروازہ بجانے کی آواز نے حویلی میں تہلکہ سا مچا دیا تھا تھوڑی دیر بعد چپ چپ کرتی کسی کے قدموں کی آہٹ ان کی قوت سماعت سے ٹکرائی ڈور کھول کر ایک چھوٹے سے قد کا وائٹ کلر کا

لڑکا ان کے سامنے نمودار ہوا عمر کے لحاظ سے وہ اکیس بائیس سال کا لگ رہا تھا اس نے ایک متجسس نگاہ ان دونوں پر ڈالی اس کی کیفیت کو بھانپتے ہوئے شاعری بولا۔

یہ حویلی کس کی ہے۔ اس سوال پر وہ لڑکا چونکا۔
کیوں۔۔ اس نے مختصرا جواب پر اکتفا کیا۔
ہم پردیسی ہیں اور کافی دور سے آئے ہیں ہمیں اگر رات گزارنے کی پرمیشن مل جائے تو تھوڑا توقف کر کے اگلی رات کاٹے ہے پتہ نہیں راستہ کیسا کٹھن ہو سو مسائل درپیش آ سکتے ہیں شاعری نے جواب دیا۔

موسم بہار کے دن تھے نہ گرمی نہ سردی اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دل و دماغ کو کافی راحت پہنچا رہے تھے اس ابطال نے اس کی بات سنی اور انہیں تھوڑا ویٹ کرنے کا کہہ کر اندر چلا گیا۔ نجانے کیوں دونوں کے دل و دماغ میں خطرے کے الارم بج رہے تھے مگر دونوں اپنی کنڈیشن کو ایک دوسرے پر عیاں نہیں کرنا چاہتے تھے تھوڑی دیر بعد وہ ابطال لڑکا ان کے سامنے دوبارہ جلوہ گر ہوا۔

آ جیے۔ اس نے آہستہ سے کہا

دونوں اندر انٹر ہوتے ہوئے اور محو حیرت سے حویلی کو دیکھنے لگے جو ان دھیمی لائٹوں کی روشنی میں اتنی پیاری لگ رہی تھی تو ان رنگی روشنی میں کیسی ہو گی۔
یہ حویلی جابر خان کی ہے ان کا شمار بڑے زمینداروں میں ہوتا ہے لڑکا ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور اپنے مالک کا تعارف کروا رہا تھا مگر وہ اس کی باتوں سے بے خبر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے حویلی بنانے والے کاریگروں نے انتہا کی حد تک محنت کی تھی اس کو بنانے اور اس کی اٹوکیشنز پر لوگ دور دور سے دیکھ کر اس کی تعریفیں کرتے تھے اور بنانے اور بنوانے والے کی محنت کی تعریف کرتے گزرتے تھے۔
وہ ابطال لڑکا انہیں لے کر ڈرائنگ روم میں گیا اور کہا کہ میں آپ لوگوں کے لیے کھانے پینے کا ارینج کرتا ہوں اور صاحب کو بھی آپ کے متعلق انفارم کر دیتا ہوں یہ کہہ کر وہ ابطال لڑکا واپس چلا گیا اور وہ دونوں متجسس آنکھوں سے چہار سو کا جائزہ لینے لگے یہ ایک کشادہ ڈرائنگ روم تھا جس میں ایٹ اے ٹائم بیس تیس آدمی آ سکتے ہیں آمنے سامنے چار مختلف قسم کے نرم و ملائم اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ صوفے لگے ہوئے تھے اور درمیان میں مکمل شیشے کا تیار شدہ میز جس کا کلر لائٹ بلیو تھا ان سب کی خوبصورتی کو چار چاند لگائے ہوئے تھا روم کو ہلکا بلیو کلر کیا گیا تھا ہلکی لائٹنگ تھی کمرے میں ایک کونے میں ایک بڑی سکرین لگی ہوئی تھی مگر حیرت کی بات تھی کہ یہاں لائٹ کہاں سے آ رہی تھی ابھی ان اس ریج تک تو دور کنار شہر تک لائٹ نہیں پہنچی تھی انگشت بدنداں ہو رہا تھا کہ دروازہ کھولا اور فرنچ کٹ اسٹائل اپنائے چھوٹے چھوٹے بال آنکھوں پر موٹا سا چشمہ ٹو پیس میں ملبوس پچیس برس کا آدمی اندر انٹر ہوا اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکان سجی ہوئی تھی اس نے ایکسرسری سی نگاہ دونوں پر ڈالی مگر شمع پر تو جیسے اس کی آنکھوں کا زاویہ آ کر رک گیا تھا وہ للچائی ہوئی آنکھوں سے شمع کو دیکھنے لگا کیونکہ وہ تھی ہی قابل دید کسی مصور کی تخیل تھی اس نے دھیرے دھیرے قدم ان کی طرف بڑھائے مگر نجانے کیوں خطرے کے الارم زور شور سے انکے دماغوں میں بج رہے تھے اس نے آتے ساتھ پہلے شاعری اور پھر شمع سے اس طرح ہاتھ ملایا کہ اس کے گرپ سخت تھی زبردستی شمع نے ہاتھ چھڑایا پھر وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا اس کی نگاہیں بار بار شمع کی جانب اٹھ رہی تھیں مگر وہ اس بات سے لاعلم تھا کہ آگ سے کھیلنا کتنا مہنگا پڑتا ہے۔ کچھ دیر گپ شپ کے بعد کھانا کھا کر دونوں کے لیے الگ الگ کمرے لگائے گئے حالانکہ دونوں نے بے حد اصرار کیا تھا کہ ہمیں ایک ہی کمرہ دیا جائے مگر جابر کی

بدبختی کو وہ کسی حد تک بھانپ چکے تھے اور وہ دن ہوا جس کا ڈر تھا رات جب جابر کو یقین ہو گیا کہ دونوں میاں بیوی سفر کی تھکاوٹ سے چور خواب خرگوش کے مزے لوٹنے میں مصروف ہیں تو اس نے اپنے دو ملازموں کو شمع کے کمرے کی طرف روانہ کیا یہ کمرہ اس انداز سے بنایا گیا تھا کہ اگر اسے اندر سے لاک اپ بھی کر دیا جاتا تو دروازے کے بائیں جانب ایک بٹن لگا تھا اس کو دبانے کی تاخیر تھی کہ لاک آٹومیٹک طور پر کھل جاتا ادھر شاعری نے کمرے کو اندر سے لاک کیا جب اسے یقین ہو گیا کہ باہر راہداری میں کوئی نہیں تو وہ ناگ کا روپ دھار کے اپنے ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں کودا اور جا کر ایک طرف چھپ گیا شمع اس بات سے لاعلم تھی کہ کوئی اور دی روح اس کے علاوہ یہاں موجود ہے دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ چونک گئی ابھی اسے دو چہرے نظر آئے تھے جنہیں ان کی موت یہاں تک کھینچ لائی تھی ٹارچ کی روشنی انہوں نے شمع پر ڈالی۔ اور دھیرے قدموں سے اس کی طرف لپکے مگر دوسرے ہی لمحے عقب سے کسی نے ان پر حملہ کر دیا جس کے لیے وہ قطعی طور پر تیار نہ تھے حملہ کس نے کیا انہیں کچھ نام نہیں ہوا مگر پہلے انہیں اپنے جسموں میں ہلکی ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا اور دوسرے ہی لمحے وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے ان کی چیخ و پکار نے حویلی کو سر پر اٹھا لیا شاعری نے شمع کو اٹھایا جو منظر دیکھ کر گنگ رہ گئی شاعری نے اسے فوراً یہاں سے چپت ہونے کو کہا کیونکہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا ابھی شمع نے ناگن کا روپ دھارا اور دونوں باہر راہداری کی طرف دوڑے راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹ سن کر وہ ایک کونے میں دونوں چھپ گئے یکے بعد دیگرے چھ سات مسلح افراد بھاگتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے اور وہ بجلی کی سرعت سے باہر لپکے مگر خطرہ ان کے سروں پر تھا دونوں مین گیٹ کے پاس پہنچے پہلے شمع گیٹ کے نیچے سے گزری اور بعد میں شاعری گزرنے لگا مگر ایک گولی سنساتی ہوئی آئی اور اسکے جسم میں گھس گئی ایک دلدوز چیخ اس کے منہ سے نکلی شمع چیخ سن کر رکی۔

شمع اب میں مزید تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا تم بھاگ جاؤ شاعری بولا

میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی میں ابھی ان سب کا خاتمہ کیے دیتی ہوں شمع غصے سے پیچ و تاب کھا کر بولی۔

دیکھو شمع اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے تو بھاگ جاؤ اور اپنی منزل پر پہنچو ابھی تم میں اتنی سکت نہیں کہ تم ان ظالموں کا مقابلہ کر سکو خود کو اتنا طاقتور بنا کر واپس آنا کہ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا سکو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں یہی سمجھوں گا کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔

شاعری کی بات سن کر اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ شاعری کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی بھاگتے قدموں کی آہٹ قریب آ چکی تھی شمع دوڑ کر دور ایک جھاڑی دکھائی دی جس میں وہ چھپ کر بیٹھ گئی اور کافی دیر زار و قطار اشک ریزی کرتی رہی تھی اس نے دیکھا کہ اس کے شاعری کو اٹھا کر باہر پھینکا گیا تھا موقع دیکھ کر وہ اس طرف لپکی اس کے جسم کو اٹھایا اور اشکبار آنکھوں سے منزل مقصود کی طرف جا پہنچی۔

چھ سال کے طویل عرصے کے بعد وہ واپس آئی اور جابر اور اس کے چیلوں کو نیست و نابود کر دیا فانو جادوگر جو اس کا استاد تھا کالی ماتا کا بت اٹھائے اس کے ساتھ آیا اور اس حویلی پر قابض ہو گئے ناگ کے جسد خاکی کو اس نے ایک صندوق میں بند کر رکھا ہوا تھا دن بدن اس کی شکتیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا

ایک بے چینی سے امجد کے رگ و پے پر سرایت کر چکی تھی کروٹیں بدل بدل کر وہ تھک چکا تھا خوف بے چینی اس کی نس نس میں سرایت کر چکی تھی پل بھر کے لیے اگر اس کی آنکھ لگ جاتی تو ایک ہی منظر آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگ جاتا خوفناک حویلی جو گاؤں سے الگ تھلگ تھی اور جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں بدروحیں قابض ہیں اور آنے جانے والے کو لقمہ اجل بنا دیتی ہیں وہ بار بار ایک ہی منظر دیکھ رہا تھا کہ اس حویلی کے سامنے ایک لڑکی کھڑی ہے اور اسے پکار رہی ہے اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے جیسے ان فیکٹ اسے کسی نے جھنجھوڑ کر اٹھایا ہو ابھی اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا سوچنے کی تمام تر قوت دم توڑنے لگی اور کوئی ان دیکھی قوت اس کے دل و دماغ پر قابض ہونے لگی وہ بیڈ سے اٹھا اور دھیمے قدموں سے چلتا ہوا باہر کی طرف لپکا دروازہ کھولنے سے کیبن میں خواب خرگوش کے مزے لوٹتا واچ مین اٹھ سکتا تھا ابھی اس نے دیوار پھلانگی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا حویلی کی جانب بڑھنے لگا اس ان جان کشش کے تابع وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر چلا جا رہا تھا اندھیرے نے چہار سو اپنی کالی چادر پھیلا رکھی تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا مگر وہ ان سب باتوں سے بے خبر چلا جا رہا تھا۔ حویلی کا دروازہ بند تھا کھٹکا کر ٹائم ویسٹ کرنے کی بجائے اس نے دیوار پھلانگی اور اندر داخل ہو گیا عین اسی لمحات آسمان کو کالے رنگ کے بادل اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے وہ راہداری کے پاس پہنچا راہداری میں پہلا قدم رکھا ہی تھا کہ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک نے اسے ڈرا کر رکھ دیا ایک نظر اس نے آکاش پر طوفان برپا کرنے والے بادل کو دیکھا اور آگے بڑھ گیا ایک کمرے میں پہنچ کر دائیں طرف اسے سیڑھیاں نظر آئیں جو نیچے جا رہی تھیں وہ ان سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنے لگا ابھی بادل کی گرج اور بجلی کی چمک نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور موسلادھار بارش ہونے لگی تہہ خانہ میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر اس لڑکی پر پڑی جو اسے بار بار بلا رہی تھی وہ ہاتھ پھیلائے اسے اپنی آغوش میں بھرنے کے لیے بے تاب نظر آ رہی تھی اس کے قدم خود بخود اس کی طرف بڑھ گئے اور اس نے خود کو اس کی بانہوں میں دے دیا۔ دونوں جسموں کی گرماہٹ عروج پر تھی اور باہر بادل گرج گرج کر آنے والے لمحات سے سب کو خبردار کر رہا تھا امجد ابھی تک اسی کشش کے زیر اثر تھا لڑکی اسے بانہوں میں سمائے اسے تخت کی طرف لے گئی اور اس پر لٹا دیا۔ امجد پر جنونی کیفیت طاری تھی اور وہ ہر لحاظ سے اس کا ساتھ دے رہا تھا مگر وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ یہ سب اس کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے لیے کیا جا رہا ہے لڑکی نے اس کے دونوں پاؤں دونوں ہاتھ اور جسم اس طرح زنجیروں میں جکڑ دیا کہ وہ ہل نہ سکے پھر اس نے خنجر اٹھایا۔ اور امجد کی طرف لپکی عین اسی لمحے امجد پر چھائی انجانی طاقت کا اثر زائل ہو گیا اور وہ ہوش میں آ گیا اس کی آنکھوں کے سامنے ایک دیو ہیکل بت اپنی خوفناک شکل لیے کھڑا تھا ادھر موت اس کے سر پر پہنچ گئی تھی خوف سے اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا تھا مگر اس اجل رسیدہ کو اب کوئی بچانے والا نہیں تھا بس موت اور اس کے ساتھ وہ خنجر تھا جو اس کی گردن کے قریب پہنچ چکا تھا دوسرے ہی لمحے ایک دلدوز چیخ نے تہہ خانے کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور باہر بادل کی گرج نے ماحول کو ہلا کر رکھ دیا۔

عافیہ جس کالج میں پڑھ رہی تھی اسی کالج میں چوہدری رحمت کا اکلوتا بیٹا فیصل تھرڈ ایئر میں تھا دونوں ایک ہی نظر میں ایک دوسرے کے گرویدہ ہو گئے تھے جب فیصل نے اسے بتایا کہ وہ چوہدری رحمت کا بیٹا ہے تو عافیہ نے اپنا بس اتنا سا تعارف کروانے پر اکتفا کیا کہ وہ بھی جنون ہیلی سے بی اے کر رہی ہے دن بدن دونوں میں پیار بڑھنے لگا یہاں تک کہ شرم و حیا

کی ہر دیوار کو بالائے طاق رکھ کر دونوں نے وہ قدم اٹھایا جس کا اینڈ شرمندگی اور بدنامی تھا لیکن اس وقت دونوں پر بھوت سوار تھا عشق کا دن گزرتے رہے اور دونوں کی رنگ رلیاں عروج پکڑنے لگیں عافیہ نے ہاسٹل رکھا ہوا تھا وہ اب ہاسٹل میں کم اور فیصل کے ساتھ زیادہ راتیں گزارنے لگی تھی اس کی شکایت گھر پہنچی تو جیون کے قدموں تلے زمین کھسکی سب اس کی کیفیت کو بھانپ چکے تھے عافیہ کے پڑھنے کے زیادہ اکینٹ بھی وہی تھا کیونکہ وہ اس کی حرکات وسکنات سے اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ ان کی عزت پر داغ نہ لگا دے وہ اس حق میں تھا کہ اس کی شادی کی جائے مگر عافیہ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی کالج ٹائم وہ کالج پہنچ گیا تاکہ پہلے چوہدری رحمت سے کچھ انفارمیشن حاصل کرے کیونکہ اسی نے پتہ کروایا تھا کہ عافیہ کا کسی لڑکے کے ساتھ چکر چل رہا تھا اور وہ اس کا بائیو ڈیٹا حاصل کرنا چاہتا تھا مگر چوہدری رحمت ایک ضروری کام کے سلسلے میں جانے کی بنا پر اس سے معذرت خواہ ہوا جیون نے گاڑی کالج کے گیٹ سے کچھ دور کھڑی کی جس طرح شاہین آکاش کو بلندیوں پر اڑتے ہوئے زمین کی گہرائیوں سے شکار پر نظر رکھتا ہے اسی طرح وہ بھی نگاہیں کالج کی سمت مرکوز کیے ہوئے تھا تبھی اس نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ اس کے حواس باختہ ہو گئے اس کو اپنی بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا نا چاہتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ ریوالور پر سخت ہو گیا اور وہ گاڑی سے باہر نکلا عافیہ فیصل کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اور کھلکھلا کر ہنستی ہوئی آ رہی تھی تبھی اس کی نگاہیں جیون پر پڑی اور وہ جہاں کی وہیں بت بن کر رہ گئی فیصل انگشت بدنداں ہو گیا کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے اس نے چہرے پر اڑتی ہوائیں دیکھیں اور اس کی نظروں کے زاویے پر نگاہیں دوڑائیں ابھی وہ ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ ایک سنسناتی ہوئی گولی عین اس کی پیشانی پر آ لگی اور خون کا فوارہ اس کے ماتھے سے نکلا دوسری گولی نے عافیہ کی کھوپڑی میں پناہ لی بھاگ دوڑ مچ گئی اور ہر سٹوڈنٹ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔

جیون نے ان تینوں دوستوں کو تو یکجان کر دیا تھا مگر خود اپنے لیے دشمن پیدا کر لیے تھے مرنے والا چوہدری رحمت کا بیٹا تھا اگر جیونکو اس بات کا قبل از وقت نالج پڑ جاتا تو وہ عافیہ کا رشتہ فیصل کے لیے دے دیتا مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ چوہدری رحمت نے اپنی طرف سے تل سی کی کہ کوئی سٹوڈنٹ جیون کے اگینسٹ گواہی دے مگر کوئی بھی یہ رسک نہیں لینا چاہتا تھا چوہدری رحمت جب باز نہ آیا تو جیون نے اس کے کالج میں آ کر اسے اس کے آفس میں بلایا کہ اگر وہ باز نہ آیا تو پچھتائے گا اتنا کہہ کر اس وقت کم وبیش اس کے چھ ساتھ مسلح سیکورٹی گارڈ کھڑے تھے مگر کسی میں اتنی سکت پیدا نہ ہوئی کہ کوئی اس کا منہ توڑ جواب دے سکے۔ چوہدری رحمت کے دل میں دن بدن انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے اس نے دوستوں سے مشورہ کیا تو کریم داد نے اسے مشورہ کیا کہ ان پریزنٹ وہ اس سے صلح کر کے اسے اپنے اعتماد میں لے اور پھر مل کر اسے ایسی موت ماریں گے کہ کوئی ہم پر شک بھی نہیں کر پائے گا۔ سانپ بھی مر جائیگا اور لاٹھی بھی بچ جائے گی۔ جیون شادی کے بعد تنہا رہتا تھا اپنی فیملی کے ساتھ اس نے الگ مکان لے کر وہاں رہائش رکھی ہوئی تی چوہدری رحمت علی نے جیون کے باپ اور اس کے بھائیوں راجہ نوازش ملک کریم داد چند شہر کے بڑے لوگوں کی زیر موجودگی قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ جو ہونا تھا ہو گیا اگر اس کے لخت جگر کی ڈیتھ ہوئی تو جیون کی سسٹر کی بھی ڈیتھ ہوئی ہے اور ویسے بھی یہ سب جانے انجانے میں ہوا ہے کاش کہ اس دن میں

یہاں ہوتا تو شاید یہ تیلست برپا نہ ہوتی اس لیے ہم جانتے ہیں کہ دل سے ہر قسم کا غم وغصہ اور ابھار نکال کر ہم سے صلح کر لیں ہم اپنی ان کے کیے کو معاف کرتے ہیں بشرطیکہ اس بات کی یہ ضمانت دیں کہ اب ہمیں اس کی طرف سے کوئی جانی خطرہ لاحق نہ ہوگا چنانچہ دونوں فریقین کے درمیان قرآن پاس پہ ہاتھ رکھ کر قسم لی گئی اور یوں خطرات کا بنا جال دونوں فریقین کے سر سے اترا مگر جیون کے اہل وعیال کا یہ کہنا تھا کہا کی نیت میں فتور تھا مگر کلام الٰہی ایک برحق کتاب ہے اگر وہ اس سے ہٹ کر کوئی قدم اٹھائیں گے تو اس کے ذمہ دار بھی خود ہی ہوں گے اور پھر وہی ہوا ان تینوں نے آستین کے سانپ والا کام کیا سب جانتے تھے کہ یہ سب کیا دھرا انہی کا ہے مگر انہوں نے چپ سادھ لی کہ اور یہ فیصلہ اس بارگاہ رب ذوالجلال میں پیش کر دیا جس کی پاک کتاب وحاضر ناظر پر قسم کھائی گئی تھی۔

اس وقت تینوں دوست اکٹھے بیٹھے تھے اور ایک ہی بات پر لب کشائی جا رہی تھی کہ کون ہے جو بند کھائی دیے لاشوں کے انبار لگا رہا ہے برسوں کی بات ہے راجہ نوازش کو رات گئے بھاگ ہوئی دیکھا تو بیگم غائب پہلے پہل قاتل قتل کر کے لاش پھینک جاتا تھا اب یہ معمول بن گیا تھا کہ لاش تو در کنار وہ کے امیوی مل تھے سوچ سوچ کر تینوں کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ کہ آخر ایسا ان کا کون سا دشمن جنم لے چکا ہے جو پس پشت وار کر رہا تھا۔ جیون کی فیملی پر شک کرنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ اگر ان کے مائنڈ کچھ ہوتا تو اب تک وہ انکے چیلوں کے بجائے ڈائریکٹ انہی کی لاشیں گراتے مگر یہاں تو حالات کچھ اور ہی تھے تات کو بھری سیکورٹی میں سے ایک آدمی غائب ہو جاتا اور سب کو ایک ہی طرح سے موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا کبھی کبھی تو ویران ویرانے سے لاش مل جاتی حیرت کے پہاڑ ان پر ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

امجد کو صبح اس کی پھوپھی صفیہ نے اٹھایا تو پہلے کی نسبت کافی تبدیلی محسوس کر رہی تھی پہلے جب وہ وہ اسے اٹھانے آتی تو وہ تنگ کرتا اور خاص کر تھوڑی دیر اس کی گود میں سر رکھ کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا اس کا معمول تھا مگر آج اس کا لب ولہجہ بدلا ہوا تھا اسے صفیہ نے اٹھایا تو وہ بنا کچھ کہے منہ ہاتھ دھونے باتھ روم میں گھس گیا ناشتے کی میز پر سب اس کا ویٹ کر رہے تھے وہ چپ چاپ آیا ناشتہ کیا اور چلتا بنا اس کے اچانک اس نئے روپ نے سب کو حیرت کی مالا پہنا دی جس کے ہر موتی میں سے حیرت کے چشمے پھوٹ رہے تھے آپس میں چہ گوئیاں شروع ہو چکی تھیں اور یہ روٹین بن چکی تھی امجد مطلب تک سب سے بات کرتا رات کو لیٹ آتا اور اپنا دن نجانے کہاں غائب رہتا رات کو اکثر اس کے کمرے میں سے ساتھیوں کی سسکاریوں کی آوازیں سنی جاتیں اور اگر اس سے اس بارے میں کوئی بات کی جاتی تو وہ صاف مکر جاتا مگر دن بدن سب پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

دونوں اس دیوہیکل بت کے قدموں میں گرے پڑے تھے سامنے تختے پر ایک نوجوان اجل رسیدہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا کسی بھی سے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر سکتی تھی اس کی نگاہوں کا مرکز وہ بھیانک اور دیوہیکل بت تھا جو منہ کھولے ہوئے تھا لمبے لمبے سرخ دانت اس کی بھیانک شکل کو مزید چار چاند لگا رہے تھے اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں تبھی اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی مگر وہ کچھ دیکھنے سے قاصر تھا کیونکہ اس کا مکمل جسم زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا حتیٰ کہ گردن بھی دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک منظر اس

کے عام آنکھوں کے سامنے تھے وہ لڑکا جو اسے پیش نہیں کیا گیا تھا کے یہاں لایا تھا اس کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ خنجر پر کچھ پڑھ رہا تھا نوجوان کا جسم تھر تھر کانپنے لگا مگر تھوڑی دیر بعد اس کی یہ کپکپاہٹ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ایک جان لیوا تکلیف کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے سکون مل گیا اس کی آنکھیں خوف وحیرت کے ملے جلے تاثرات سے کھلی ہوئی تھیں اور زبان دانتوں کے نیچے دبی ہوئی تھی شاید بہت تکلیف محسوس ہوئی تھی اسے مگر چند سے اس کی اس تکلیف کے بعد ہمیشہ کا سکھ بھی تو میسر آ چکا تھا اسے تختے پر لگے خون کو وہ کتوں کی طرح زبان سے چاٹ رہا تھا دوسری شمع فرط جذبات سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی خنجر کیمد دے ہی اس نے نرے کے کپڑے سے پاؤں کے دور پھینکے اور خنجر سینے میں مار کر کسی قصائی کی طرح کام کرتے ہوئے دل باہر نکالا خون میں دل کو بھگو کر اس بت کے منہ میں رکھا دوسرے ہی لمحے بت کے منہ میں جنبش پیدا ہوئی اور چپ چاپ کر کے وہ دل کو چبانے لگا اس کی بے نور آنکھوں میں جنبش پیدا ہوئی اور دونوں دوزانوں ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

ہم تمہاری اس پانچویں قربانی کو بھی قبول کرتے ہیں اکیاسی دن اگر اسی طرح تم ہمیں خوش کرتے رہو گے تو ہم تمہیں ایسی شکتیوں سے نوازیں گے کہ تم یہاں بیٹھے بٹھائے شکر حاصل کرو گے مردوں اور روحوں کو تمہارے زیر کر دیا جائے گا اور تم انہی کے ذریعے اپنی خواہشات کو عملی جامہ پہنا سکو گے اور وہ دن دور نہیں جب ہر طرف شیطان دیوتا کے پجاریوں کی صفیں ہوں گی اتنا کہہ کر بت کی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور وہ دونوں بھوکے بھیڑیوں کی طرح اطفال لڑکے کے مردہ جسم پر ٹوٹ پڑے اور نوچ نوچ کر اس کا گوشت کھانے لگے ساتھ ساتھ پیالے میں لبالب بھرے خون کے گھونٹ بھی حلق میں انڈیلنے لگے اس وقت ان کی شکل وصورت کسی بھوکے آدم خور سے کم نہ تھی جو عرصہ بعد شکار حاصل کرنے کے بعد اس پر ٹوٹ پڑے خون ان کے لبوں سے نیچے بہہ بہہ کر منہ اور کپڑوں کو رنگ رہا تھا گوشت کی شبل اور خون کی بساتھ ان کے منہ سے اس طرح آ رہی تھی جیسے کھڑے پانی سے بدبو کے بھبھوکے اڑتے ہیں یہ ایک ایسا خوفناک سین تھا کہ بڑے سے بڑے دل گردے کا مالک اپنی حواس کھو بیٹھے چپ چپ کی آواز پورے تہہ خانے میں گونج رہی تھی۔

جیون اور اس کی فیملی کو آج مرے ہوئے ایک سال ہو چکا تھا اس ایک سال کے اندر جیون کے قاتلوں کو امجد کی شکل میں چھپا ناگ موت کے گھاٹ اتار چکا تھا وہ ینا والوں کی نظروں سے وہ روپوش ہوئے تھے مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ کب سے وہ اجل لقمہ بن چکے ہیں ان کے علاوہ نجانے کتنے بے گناہ ان درندوں کے ہاتھوں ابدی نیند سو چکے تھے دن بدن خوف وہراس کی ایک لہر سب کے دل ودماغ پر قابض ہوتی جا رہی تھی سات پہروں سے بھی کوئی نہ کوئی آ تو معینکلی طور پر غائب ہو جاتا اور باوجود کوشش کے اس کے آثار تک نہ ملتے پولیس باوجود کوشش کے ملزم تک رسائی نہ حاصل کر سکی تھی۔ برسی پر جیون کے سسر صاحب بھی آئے ہوئے تھے وہ ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے انہیں اپنے پیر صاحب کی طرف سے مریدین کو بیعت کرنے کی اجازت بھی ملی ہوئی تھی انکی آنے کی اطلاع سن کر یہاں اڑوس پڑوس کے مریدین ان کے دیدار کو آن پہنچے رسومات سے فراغت پانے کے بعد انہوں نے کچھ دیر آرام کیا اور شام کو ڈنر پر سب سے دوبارہ ملے امجد حسب معمول آیا کھانا کھایا وہ خان بابا سے بہت کترا رہا تھا وہ رسے ہی پھیکی مسکان لبوں پر سجائے علیک سلیک کر کے ماں کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھ گیا بابا جن کا اصل نام اللہ بخش تھا مگر خان بابا کے نام سے مشہور تھے بابا بڑی عجیب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور امجد سہمی ہوئی انکھیوں سے بابا کی طرف دیکھ رہا تھا دونوں کی اس حالت کو سب نے محسوس کیا اور ان کی اضطرابیت میں مزید انگریز لگ گئی حسب معمول کھانا کھا کر امجد اٹھا اور پہلے وہ جلدی جلدی کمرے کی طرف جاتا تھا مگر آج اس کے قدم دھیمے دھیمے اٹھ رہے تھے دروازے پر ایک کر اس نے پلٹ کر بابا کو کھا جانے والی انکھیوں سے دیکھا سب دنگ رہ گئے کیونکہ اس طرح کھا جانے والی انکھیوں سے اس نے کبھی بابا کو نہ دیکھا تھا بلکہ بابا میں تو اسکی جان تھی وہ جان ہی نہیں چھوڑتا تھا اگر بابا آ جاتے تو دال میں کچھ کالا تھا یا ساری دال ہی کالی تھی کسی کو کچھ خبر نہ تھی

بابا کی بات سنکر سب پر سکتہ طاری ہو گیا کیا سچ تھا کیا جھوٹ کیا واقعی ان کا امجد اس دنیا میں نہیں تھا کبھی ان کے ماسنڈ میں وہ راتیں آ گئیں جب وہ اکثر اس کے کمرے سے سائیوں کی سسکاریوں کی واضح آوازیں سنتے تھے مگر پوچھنے پر امجد لاعلمی کا اظہار کیا کرتا تھا سب کی آنکھوں میں گوہر ہائے آبدار چلنے لگے تھے انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ ان کا خون ان کا لخت جگر ان کے درمیان اٹھنے بیٹھنے والا امجد شکل وصورت سے ہی صرف امجد تھا اس کے اندر چھپا ہیکولا ان پر آج تک نہ عیاں ہو سکا تھا اور کل رات اگر اس نے آخری انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو وہ اس کے بعد تہلکہ مچا دیں گے دنیا کی کوئی طاقت انکا بال بھی بیکا نہ کر پائے گی بس دو راتیں باقی تھیں اس کے بعد شیطان خود اپنا ہر قدم رکھنے والا تھا اور پھر خون کی ہولی کھیلی جانی تھی جس میں ایک یا دو نہیں ہزاروں لاکھوں بے گناہوں کے خون سے شیطان کے بت کو غسل دیا جائے گا خون کی ندیاں بہیں گی لازمی بات ہے خون کی اس ہولی کو روکنا لازمی تھا جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو ہمیشہ اسکی روک تھام کے لیے رب کریم کوئی نہ کوئی انتظام خود فرماتا ہے شیطان کو روز اول سے جب عرش معلی سے دھتکار نکالا گیا تو اس نے اس وقت سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی تھی دنیاوی سہولتوں کی وجہ سے کئی مورکھ اس کے جال میں پھنسے تاریخ کا سب سے بڑا جادوگر جس کا نام قرآن اور حدیث میں آیا ہے افراسیاب اگر اسے اجل نے اپنی آغوش میں بھر لیا تو یہ دونوں کیا تھے۔

شکنجے میں جکڑا نوجوان نہایت ہی پرسکون لیٹا ہوا تھا جب دونوں نے مل کر اسے زنجیروں میں جکڑا تو اس کے لبوں پر پھیلی مسکان دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گئے انکے دل انجانے خوف سے کانپ کر رہ گئے مگر وہ دونوں اس بات سے بے خبر اس کو باندھ کر بت کے سامنے کر گئے وہ دونوں پوجا پاٹ میں اتنے مگن تھے کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ تختے پر لیٹے نوجوان کی زنجیریں خود بخود کھل گئی تھیں اور وہ اٹھ کر تختے پر ہی بیٹھ گیا تھا دوسرے ہی لمحے اس نوجوان کی جگہ خان بابا جلوہ گر تھے جنہوں نے تین نام سیا ایک نوجوان کا روپ دھارا اور ناگ شاعری لائے ملا جب جب وہ گلی میں ایک گھر کے آگے بیٹھے ہوئے تھے شاعری اس کے پاس بیٹھ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا ابھی جب اس نے محسوس کیا کہ لڑکا صحیح اس کے ساتھ گھل مل گیا ہے تو اس نے جیب سے کھانے کی کچھ چیزیں نکالی خود بھی کھانے لگا اور اسے بھی دیں اسے دھوکہ دینے کی خاطر خان بابا بے ہوش ہو گئے اور لڑکا رات کی تاریکی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے کندھوں پر اٹھا کے یہاں لے آیا جیسے ہی انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا اگلا منظر دیکھ کر ان کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی۔

بہت ہو گیا خون خرابا۔ بہت بہا لیے تم نے خون بہت کر لی اس شیطان کی پوجا تم لوگوں نے اب تم لوگوں کا وقت آخر آ چکا ہے آج ایسی موت ماروں گا

کہ میں تم لوگوں کو کہ صدیوں سے لوگوں کے دلوں میں بسا خوف اتر جائے گا اور یہ بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پکارو اسے اگر آج سے تمہاری مدد کر سکتا ہے تو کر لے۔۔۔ نفرت و غصہ کے لاوا بابا کی آنکھوں سے عیاں تھے دونوں محو حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے

بڈھے ایک تو تو نے ہمارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے اور دوسرا ہمیں دھمکی دے رہے ہو ایک چوری دوسرا سینہ زوری اب تو یہ سوچ کہ تجھے کون بچائے گا۔

شمع کی غصہ سے آواز گونجی اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور خان بابا کی طرف ان کا رخ کیا بجلی کی سرعت سے آگ کے آلاؤ خان بابا کی طرف جھکے دونوں کے قہقہے فضا میں گونجنے لگے مگر اگلا منظر دیکھ کر دونوں کو اپنی بینائی پر شک سا ہونے لگا خان بابا نے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کا رخ اس طرف کیا آگ خان بابا کی بجائے ان کی طرف پلٹی اور دونوں سرعت سے ایک طرف نہ ہوتے تو جل کر بھسم ہو جاتے دوسری بار دونوں نے مل کر حملہ کیا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر پھونک ماری خوفناک شکل وصورت کی مالک چڑیلیں کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی آوازیں نکلتی ہوئی خان بابا کی طرف بڑھیں خان بابا نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو فورا سے بھی پیشتر آگ نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دونوں کے رنگ فق ہو گئے اس سے قبل کہ دونوں کوئی اور وار کرتے پیر بابا نے کچھ پڑھ کر اپنی تسبیح ان کی طرف پھینکی باوجود کوشش کے دونوں بری طرح تسبیح میں جکڑ گئے تسبیح نے زنجیروں والا کام کیا مگر وہ بھی کم نہیں تھے آ کر ان کے عمل نے کام دکھایا اور وہ آزاد ہو گئے دونوں بری طرح تذبذب کا شکار تھے مگر شمع کو اپنی شکتیوں پر یقین تھا کہ وہ امر ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی یہ ایک غلط سوچ تھی وحدہ ہو لاشریک ایک ہی ذات ہے اور وہ ہی امر ہے اور امر رہے گی۔ شمع نے چھت کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ایک دم چمگادڑے اور تو یک لخت ہزاروں چمگادڑوں نے خان بابا پر حملہ کر دیا خان بابا اس حملہ کے لیے تیار نہ تھے وہ کافی زخمی ہو گئے بالآخر انہوں نے ان سب کو نذر آتش کر دیا۔ کیا اس حملہ نے ان کو کافی تکلیف پہنچائی اس سے قبل کہ وہ کوئی اور وار کریں انہوں نے ہاتھ میں پہنا کڑا اتار کر اور ان کی طرف پھینکا دونوں ایک بار پھر بری طرح جکڑ گئے اور اس چیز کا پیر بابا نے فائدہ اٹھایا منہ ہی منہ میں وہ بڑبڑا رہے تھے اور ایک بڑا سا لوہے کا لمبا ڈنڈا ان کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اور وہ اٹھ کر بت کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ ڈنڈا فضا میں اٹھانے کی دیر تھی کہ ایک وقت میں ہزاروں عورتوں کے رونے پیٹنے کی آوازوں نے ماحول کا سکوت توڑا وہ دونوں بھی کڑے میں جکڑے چیخنے لگے اور خان بابا کی منتیں کرنے لگے مگر دوسرے ہی لمحے فضا میں اٹھا ڈنڈا اتنی زور سے حرکت میں آیا کہ اس کے ایک ہی وار سے بت کا سر ٹوٹ کر دور جا گرا اور ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے جانور ذبح کیا جائے تو اس کی شہ رگ سے آتی ہے چیخ و پکار کی آوازیں زور پکڑ چکی تھیں دیواروں اور چھتوں کا پلستر گرنے لگا تھا وہ دونوں بھی بری طرح چیخ رہے تھے دوسرے ہی لمحے بابا نے آتش بار آنکھوں سے انہیں دیکھا اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر ان کے ہاتھ میں شیشے کی ایک بڑی سی صراحی نما بوتل نمودار ہو گئی دونوں رحم طلب آنکھوں سے بابا کی طرف دیکھ رہے تھے جبکہ بابا پیہم منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جا رہے تھے اور پھر انہوں نے ان کی طرف پھونک ماری دونوں کے جسم دھوئیں میں تحلیل ہونے لگے انہوں نے اس صراحی نما بوتل کا ڈھکنا کھول دیا وہ دھواں آہستہ آہستہ بوتل میں بھرنے لگا جب سارا دھواں بوتل میں بھر گیا تو انہوں نے کا ڈھکن بند کیا

اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور بوتل کو بت کے ڈھیر میں رکھ دیا جو اندر سے بالکل خالی تھا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور بت پر پھونک ماری زمین پھٹی اور بت زمین کی تہوں میں مدفن ہو گیا اور زمین اوپر سے ہموار ہو گئی دیواروں اور چھتوں میں جنبش شروع ہو گئی تھی کسی بھی سے سب کچھ ملیا میٹ ہونے والا تھا صدیوں پرانے راز درندوں کے خوفناک اور دل دہلا دینے والے کرتوت تہہ خانے کی تہوں میں مدفن ہت اور بت کے زندہ پجاریوں کو فی الحال زمین بوس کیا جا رہا تھا خان بابا تیز ڈگ بھرتے زخموں سے چور تہہ خانے میں سے باہر بھاگے ہر قدم اٹھانا سوہان روح تھا تہہ خانے سے نکل کر وہ راہداری میں پہنچ گئے تھے ایک خوفناک دھماکے کی بازگشت ان کی قوت سماعت سے ٹکرائی یقینا تہہ خانہ کی چھت گر چکی تھی وہ بیرونی دیوارے کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتے بڑھ رہے تھے تبھی ایک خوفناک دھماکے کی بازگشت ان کی قوت سماعت سے ٹکرائی مگر انہیں مڑ کر دیکھنا نصیب نہ ہوا کیونکہ ان کا جسم ہوا میں اٹھتا چلا گیا وہ اچانک اس افتاد کے لیے تیار نہ تھے ان کا جسم ہوا میں پیہم قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔ اس کے بعد انہیں کچھ ہوش نہ رہا لوگوں کی کثیر تعداد خان بابا کی طرف دوڑے حویلی زمین بوس ہو چکی تھی فضا ساری گرد آلود ہو چکی تھی تبھی سب کی قوت سماعت سے کان پھاڑ دینے والی آواز سنائی دی۔

ہم آئیں گے واپس بہت جلد آئیں گے اور ہمیں نہ کوئی مار سکتا ہے اور نہ مار سکے گا ہم امر ہیں اور ہمیں شیطان دیوتا رہائی دلائیں گے جلد بہت جلد ہم آئیں گے ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ خوف کی سرد لہر سب کے جسموں میں سرایت کر چکی تھی بولنے والا کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر بولنے سے صاف لگ رہا تھا کہ آواز ایک مرد اور عورت کی اکٹھی تھی اور دونوں نے ایک ہی جملہ دہرایا تھا خان بابا بے ہوش ہو چکے تھے اور لوگ انہیں اٹھا کر قریبی کلینک پر لے جا رہے تھے کیونکہ اس صدیوں راز کو جاننے کے لیے ہر شخص بے چین و بے تاب تھا اس مڈبھیڑ میں امجد کے اپنے بھی شامل تھے جن کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا میں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار کروں گا۔

عوام کی اپیل

بجلی سے تنگ عوام نے کہا
کن رہا ہے نہ تو دور ہے ہیں ہم
بجلی نے جواب دیا
بھلا دینا مجھے ہے الوداع تجھے
تجھے جینا ہے میرے بنا

..........شاہد اقبال چتوکی

دوست سے بچھڑ کر حقیقت کھلی محسن
دنیا بہت حسین ہے مگر دوستوں کے ساتھ
آتی مس یو پیارے دوست باسط علی

..........شاہد اقبال چتوکی

ماں تو جنت کا پھول ہے
پیار کرنا اس کا اصول ہے
دنیا کی محبت فضول ہے
ماں کی ہر دعا قبول ہے
ماں کو ناراض کرنا
انسان تیری بھول ہے
ماں کے قدموں کی مٹی
جنت کی دھول ہے..........فیضان قیصر راولپنڈی

....

سچا پیار

تحریر۔ اریج تمنا

ادھر علی جب علی اس لڑکی سے شادی کرتا ہے تو وہ لڑکی اس کا سارا پیسہ لے کر اسے مار دیتی ہے علی سائرہ سے اپنے بے عزتی کی بدلہ لینا چاہتا ہے اس نے علی کو زہر کھلا کر مار دیا علی کی روح اس لڑکی کی دشمن بن گئی اور اسے بھی تڑپا تڑپا کر مار دیا اب صرف علی نے سائرہ سے بے عزتی کا بدلہ لینا تھا وہ سائرہ کے وجود پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو دن رات پریشان کرتا ہے یاسر ایک بابا کے پاس گیا سب کچھ اسے بتا دیا بابا نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔ اس لیے تمہیں دو دن کا چلہ کرنا پڑے گا پہلے تو یاسر ڈر رہا ہے مگر وہ سائرہ کے لیے جان تک دینے کے لیے تیار تھا۔ اس بابا نے یاسر کو کہا کہ قبرستان جا کر حصار کھینچ کر وہاں دو دن کا چلہ کرتا ہے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ساری ساری رات یاسر عمل کے لیے تیار ہو گیا مگر بابا نے کہا۔ اس سے پہلے تم یہ تعویز ایک خود پہن لو اور دوسرا سائرہ کو پہنا دو بابا نے یاسر کو بہت سی ہدایت کر ڈالی اور اگلے دن وہ چلے پر روانہ ہو گیا۔ جب علی کی روح سائرہ کے اندر آئی تھی وہ عجیب عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔ الٹا چلتی کبھی چھت پر چڑھ جاتی گردن گھمائی جاتی وغیرہ وغیرہ وہ جب قبرستان گیا تو بہت ڈر ہ گر ہمت کر کے ایک قبر ڈھونڈلی اور حصار کھینچ کر چلہ شروع کر دیا پہلے پہل تو کچھ نہیں ہوا جب آدھی رات گزر گئی تو خون کی بارش شروع ہو گئی کھوپڑیاں اور ڈھانچوں کی بارش ہونے لگی اچانک ایک لڑکی پاس سے گزری جس نے اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور پھر اچانک ہر قبر سے ایک ناگ اٹھنا شروع ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اس کی روح کانپ اٹھی اک پل کو اس کا دل کیا کہ وہ بھاگ جائے مگر عشق اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا آخر کار ایک دن کا چلہ مکمل ہو گیا پھر سائرہ اور یاسر کی زندگی میں سکون آ جانا تھا۔ ایک خوفناک کہانی۔

آج بھی اس کی زندگی اداس ہی تھی گزرے ہوئے دنوں کی طرح اسے اک چیز بہت اداس کر رہی تھی وہ تھی اداس بارش اکیلے کمرے میں بیٹھ کر وہ اداس ہی کیوں کہ وہ اس زندگی سے اکتا گئی تھی اور اب وہ اس زندگی و دنیا سے دکھوں اور اکیلے پن سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتی تھی

اس کا ایک ہی بھائی تھا اور دو بہنیں تھیں وہ صرف اپنے بھائی کی بات مانتی تھی اور ان سے بے حد پیار کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک جی رہی تھی ایک دن اسے ایک رانگ نمبر سے میسج آیا۔

اس نے فلک بھیجا کون۔

لڑکے نے کہا آپ کا نام۔

سائرہ ہے نام۔ وہ پریشان ہو گئی کہ اس کو اس کا نام کیسے پتہ چلا وہ اس بات سے پریشان تھی کہ وہ لڑکا مکار اسے تنگ کرنے لگا تھا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے پوچھا نہیں پھر اسکی تھی ہر روز کے میسج سے وہ تنگ آ گئی تھی اس نے اپنے بھائی کو بتایا۔

بھائی منع کیا مگر وہ نہ مانا کچھ دن بعد وہ پھر سے میسج کرنے لگا اور اسی طرح کافی دن بعد جب اس کے میسج آئے تو وہ غصے میں آ گئی اس نے فون کیا اور کہا

آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے آپ مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے میری جان چھوڑ دیں پلیز

لڑکے نے کہا غصہ کیوں چڑھتا ہے

آپ عجیب لڑکے ہیں جان چھوڑ دیں میری

لڑکے نے کہا ٹھیک ہے میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر میرا وعدہ ہے آپ کے بعد کسی سے پیار نہیں کروں گا آپ کی یادوں میں زندہ رہوں گا سائرہ یہ سن کر گھبرا گئی۔

اس نے جلدی سے فون بند کر دیا جب کہ علی نے میسج کرنے شروع کر دیئے سائرہ فون کاٹی جاتی کہ مجھے سوچنے کی مہلت دو۔

یہ سن کر علی مطمئن ہو گیا سائرہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا تین دن تک ایک کمرے میں بند رہی وہ مسلسل اس بارے میں سوچتی رہتی جانے کیوں وہ اسے چاہ کر بھی بھلا نہیں پا رہی تھی ذہن سے نکال نہیں پا رہی تھی اسی دوران علی نے میسج بھیجا۔

نہیں سے کا تجھے آزمایا ہے والا جانے اجازت ہے آزما لے تو

اس شعر نے سائرہ کے اندر تباہی مچا دی تھی اور جب اس نے اگلا میسج آیا ہوا دیکھا تو اسے پڑھ کر اس کے اندر طوفان کھڑا ہو گیا تھا کیا کوئی مجھے چاہ سکتا ہے کیا یہ مجھے چاہتا ہے کہیں یہ جھوٹ تو نہیں بول رہا اس قسم کے خیالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے ایک طوفان اس کے اندر حرکت کر رہا تھا اس کے بہت غور کرنے کے بعد آخر کار اس نے فون کیا اور اپنے دل کا حال کہہ دیا

سائرہ کا دل ہلکا سا پیار کا ترم پڑ گیا سائرہ کے دل میں طوفان بڑھ چکا تھا علی نے سائرہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا نہ چاہتے ہوئے بھی سائرہ نے قبول کر لیا کیا خبر تھی انہیں محبت ہو جائے گی نہیں تو بس ان کا انداز پیار کا تھا نہ جانے کیا چیز تھی سائرہ کے اندر جو اسے علی کے ساتھ بات کرنے پر اکساتی اور وہ بات کر لیتی تھی رفتہ رفتہ سائرہ کو علی سے پیار ہو گیا علی کو پہلے ہی سے پیار تھا علی سائرہ پر جان نچھاور کرتا تھا۔

آخر کار ایک دن علی نے پیار کا اظہار کر دیا سائرہ کے اظہار پر علی بہت خوش تھا آہستہ آہستہ ان میں محبت بڑھتی گئی اور وہ ایک دوسرے سے پیار حد سے زیادہ کرنے لگے تھے دن رات باتیں کرتے رہتا علی نے ایک دن اسے باہر ملنے کے لیے بلایا اور وہ چلی گئی اور وہ پارک پہنچ گئی تھی اور چھ بجے تک مل کر آ گئی دونوں باغ میں ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھے تھے علی نے سائرہ کے گرد اپنے بازوؤں سے اسے اپنے بانہوں میں لیا ہوا تھا تمام وقت وہ اسی طرح ہی گزرتے رہتے سائرہ جب چلی گئی تو علی وہاں پر ہی بیٹھا رہا تھا سائرہ جب دور چلی گئی تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنا پرس ادھر ہی بھول گئی ہے۔

جب وہ واپس آ گئی تو علی نے کسی اور پہلو میں بیٹھا تھا وہ یہ دیکھ کر سائرہ کی روح تک کانپ گئی علی کسی اور سے پیار کیسے کر سکتا ہے اسے تو صرف مجھ سے ہی پیار ہے لیکن اس کی آنکھیں جھکا اور دیکھ رہی تھیں وہ روتی ہوئی گھر آ رہی تھی کہ راستے میں ایک کار کے ساتھ لگی اور دنیا سے بے خبر ہو کر گر گئی اس کا موبائل ٹوٹ گیا تھا۔

وہ جس کی کار تھی وہ اس کا کزن تھا اس نے جب باہر نکل کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ یہ تو سائرہ ہے اس کزن کا نام یاسر تھا وہ فوراً اسے ہسپتال لے گیا یہ وہی یاسر تھا جسے سائرہ سے بے حد پیار تھا وہ اس سے جنون کی حد تک پیار کرتا تھا وہ کئی بار اظہار بھی کر چکا تھا مگر سائرہ کا یاسر میں کوئی لگاؤ نہیں تھا اب ایسی محبت کے نام سے ہی نفرت ہے مگر یاسر اس سے عشق کرتا تھا اور سائرہ کو پانا چاہتا تھا۔

ایک دن سائرہ شاپنگ کرنے گئی تو ہوں پر اسے علی نظر آ گیا جو کہ کسی لڑکی کے ساتھ تھا سائرہ نے جا

کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور پوچھا۔
کون ہے یہ۔
علی نے جواب نہ دیا سائرہ نے پوچھا۔
اس نے کہا میں کل اس کے ساتھ شادی کرنے والا ہوں سائرہ کو اس پر بہت غصہ آیا مگر وہ وہاں سے آ گئی اس باغ والے واقعے کے بعد وہ پورا ایک مہینہ بیمار رہی تھی اس کو ڈپریشن یاسر ہو گیا تھا۔
یاسر نے پہلے سے بھی زیادہ اس کا خیال رکھنا شروع کر دیا تھا اور اللہ کے آگے جھک کر سائرہ کی صحت یابی کی دعا کرتا سائرہ کو پانے کی دعا مانگتا رہا سائرہ کی طبیعت بہتر ہو رہی تھی اس نے اپنے بھائی کو یاسر والی ساری بات بتا دی تو انہوں نے کہا۔
ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا ہر انسان کو ایک نہ ایک موقع ضرور ملنا چاہیے سائرہ نے سوچنے کے لیے یاسر سے وقت مانگا وہ جتنا سوچتی اتنا ہی الجھ جاتی تھی آخر کار اس نتیجے پر پہنچی کہ یاسر کو موقع ملنا چاہیے وہ یاسر سائرہ کو پرپوز کرتا ہے۔ وہ پریشان ہو جاتی ہے مگر حال وہ یاسر سے شادی پر رضامند ہو جاتی ہے اور ان کی شادی ہو جاتی ہے
ادھر علی جب علی اس لڑکی سے شادی کرتا ہے تو وہ لڑکی اس کا سارا پیسہ لے کر اسے مار دیتی ہے علی سائرہ سے اپنے بے عزتی کی بدلہ لینا چاہتا ہے اس نے علی کو زہر کھلا کر مار دیا علی کی روح اس لڑکی کی دشمن بن گئی اور اسے بھی تڑپا تڑپا کر مار دیا اب صرف علی نے سائرہ سے بے عزتی کا بدلہ لینا تھا وہ سائرہ کے وجود پر قبضہ کر لیتا ہے اس کو دن رات پریشان کرتا ہے یاسر ایک بابا کے پاس گیا سب کچھ اسے بتا دیا بابا نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔
اس لیے تمہیں دو دن کا چلہ کرنا پڑے گا پہلے تو یاسر ڈرتا ہے مگر وہ سائرہ کے لیے جان تک دینے کے لیے تیار تھا۔
اس بابا نے یاسر کو کہا کہ قبرستان جا کر حصار کھینچ کر وہاں دو دن کا چلہ کرنا ہے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ساری ساری رات یاسر عمل کے لیے تیار ہو گیا مگر بابا نے کہا۔
اس سے پہلے تم یہ تعویز ایک خود پہن لو اور دوسرا سائرہ کو پہنا دو بابا نے یاسر کو بہت سی ہدایت کر ڈالی اور اگلے دن وہ چلے پر روانہ ہو گیا۔
جب علی کی روح سائرہ کے اندر آئی تھی وہ عجیب عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔ الٹا چلتی کبھی چھت پر چڑھ جاتی گردن گھمائی جاتی وغیرہ وغیرہ وہ جب قبرستان گیا تو بہت ڈرا مگر ہمت کر کے ایک قبر ڈھونڈ لی اور حصار کھینچ کر چلہ شروع کر دیا پہلے پہل تو کچھ نہ ہوا جب آدھی رات گزر گئی تو خون کی بارش شروع ہو گئی کئی کھوپڑیاں اور ڈھانچوں کی بارش ہونے لگی اچانک ایک لڑکی پاس سے گزری جس نے اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور پھر اچانک ہر قبر سے ایک ناگ نکلنا شروع ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اسکی روح کانپ اٹھی اک پل کو اس کا دل کیا کہ وہ بھاگ جائے مگر عشق اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا آخر کار ایک دن کا چلہ مکمل ہو گیا پھر سائرہ اور یاسر کی زندگی میں سکون آ جانا تھا اگلے دن رات 12 بجے وہ قبر چلا گیا آج کی رات اس پر بہت بھاری تھی ابھی اس کو کھڑا ہوئے پانچ منٹ ہوئے تھے دور سے تین عورتیں آتی دکھائی دیں وہ بہت خوفناک لگ رہی تھیں اس عورتوں کے ایک فٹ لمبے ناخن کھلے بال ہونٹوں سے بہتا خون اور بغیر ناک کی عورتیں اسے مزید خوف زدہ کر رہی تھیں جیسے ہی وہ عورتیں اس کے پاس آئیں تو حصار سے ٹکرا کر دور جا گریں۔
اچانک تمام قبروں اور درختوں کے پیچھے سے ناگ نکلنے شروع ہو گئے جو کہ دس فٹ بڑے تھے ہر طرف اسے ناگ دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے جیسے وہ اس کے قریب آ رہے تھے اسکے ڈر میں مزید اضافہ ہو رہا تھا سارے ناگ آئے اور حصار سے ٹکرا

کر دور جا گریں اور پھر واپس نہ آئے کچھ دیر بعد ایک لڑکی نظر آئی جو کہ ہو بہو سائرہ جیسی ہوتی ہے۔
یاسر دیکھ کر بہت خوش ہوا ہے سائرہ کہتی ہے کہ یاسر آ جاؤ اس کی روح جا چکی ہے یاسر اٹھ جاتا ہے لیکن غیب سے اک آواز آتی ہے۔
یاسر یہ تمہاری نظروں کا دھوکا ہے۔
یاسر بیٹھ جاتا ہے عمل پڑھنا شروع کر دیتا ہے یاسر دیکھتا ہے کہ سائرہ کی جگہ ایک بوڑھی عورت کھڑی ہے جس کی شہ رگ کٹی ہوئی ہے منہ سے خون بہہ رہا ہے چار ہاتھ اور تین آنکھیں ہیں وہ یہ دیکھ کر اور خوفزدہ ہو جاتا ہے۔
وہ عورت اسے عمل روکنے کا کہتی ہے مگر یاسر نہیں مانتا اور عمل پڑھی جاتا ہے پھر دیکھتا ہے کہ وہ بوڑھی عورت کالا دھواں بن کر غائب ہو گئی ہے اور اسکا چلہ بھی مکمل ہو جاتا ہے اور اس نے اپنی بربادی کا بدلہ اس سایہ کو مار کر لے لیا اب وہ خوشی خوشی اپنے گھر جا رہا ہوتا ہے کیونکہ اب انکی زندگی میں سکون تھا سکون ہی سکون تھا۔ اس کے بعد کبھی اس کے کوئی بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا انکی زندگی پرسکون ہو چکی تھی ان کے دلوں میں ڈر خوف ختم ہو کر رہ گیا تھا۔
قارئین کرام۔ کیسی لگی آپ کو میری کہانی ضرور بتائیں گا۔ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گی

غزل (اپنے دوست کے دانش کے نام)

محبت تو کر بیٹھے پر یہ نہیں سوچا کہ انجام کیا ہو گا
شاید ہمیں بھول جائے پر تیرے بعد ہمارا کیا ہو گا
کہا اکثر تھا اسے کہ لوٹ کے مت جانا
راستہ منزل نہ ہوا تو پھر کیا ہو گا
محبت کو کھیل سمجھے تھے ہم بھی
اب سوچتے ہیں کہ اگر وہ بدل گیا تو پھر کیا ہو گا
وعدہ ہم نے بھی اور اس نے بھی کیا ساتھ نبھانے کا
اب اگر وہ کسی اور کا ہو گیا تو پھر کیا ہو گا
☆ ..... عدنان ملک

غزل (مزاحیہ)

سر درد میں کوئی یہ بڑی زور اثر ہے
کہ تھوڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہے پیدا کوئی تعبیر کی صورت
دل تنگ پریشان آنکھیں ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہے کچھ عقل سماعت کی شکایت
بیکار کوئی کان بھی ہو سکتا ہے اس سے
پڑ سکتی ہے کچھ جلد خراش کی ضرورت
خارش کا کچھ امکان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتی ہیں بادیہ بھی کچھ اس سے متاثر
معمولی سا انسان بھی ہو سکتا ہے اس سے
ہو سکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی
گردہ کوئی ویران بھی ہو سکتا ہے اس سے
ممکن ہے کہ ہو جائے نشہ اس سے زیادہ
پھر آپ کا چالان بھی ہو سکتا ہے اس سے
☆ ..... رانی خان - پشاور

میڈیکل نظم

چاہو فرحہ اب موسم کا مزہ چکھیں
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں
فراز کیا ملنے کی اب جستجو کریں

طبیعت زیادہ خراب ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کیجیے
ہماری چاہت کا کچھ تو خیال کیجیے
دوائی اچھی طرح ہلا کر استعمال کیجیے
دل میرا ڈوب گیا جب اس کی آنکھیں دونوں
صبح شام ایک گولی
☆ ..... [illegible]

ہوش آیا تو کبھی خواب تھے ریزہ ریزہ
جیسے اڑتے ہوئے اوراق پریشاں جاناں
☆ ..... انیلہ غزل

عاشق ہمراز

..تحریر: ازمیر اعوان.. گل ڈھرگی. 03235439332

بیٹا تمہارے اندر کچھ پراسرار طاقتیں ہیں تم ایک چلہ کرو اپنے ہمراز کو حاضر کرو وہ تمہارے کام کرے گا تم ہمراز سے ہر نیک کام کرانا جو انسانیت کے مطابق ہو وجاہت کے اندر پہلے سے ہی چلے کا جنون تھا وہ خوش ہوگیا۔ بیٹا کیا تم چلہ کرو گے۔۔ وجاہت نے کہا ہاں بابا جی میں تیار ہوں بابا جی آپکا ہر چلہ کرنے کیلئے۔ بابا نے وجاہت کو چلے ہر کا ورد بتایا وجاہت بہت خوش تھا کیونکہ اس کو چلہ کو کرنا تھا وجاہت کو بابا ایک قبرستان کا بتایا کہ وہ بتایا کہ وہاں سے دو میل دور ہے تم کو وہاں چلہ کرنا۔ وجاہت اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گیا وہ آخر چلے والی جگہ پہنچ ہی آیا وہ ایک قدیم قبرستان تھا وجاہت اپنے چلے میں مصروف تھا کہ ایک دن آندھی چلنے لگی وجاہت ڈر گیا یہ کیا ہو رہا ہے ساری رات وجاہت کو ڈرایا جاتا رہا مگر وجاہت ایک دل ڈر جاتا پھر وہ یہ سوچ کر چپ ہو جاتا کہ یہ سب دائرے سے باہر ہی ہوگا۔ آخر وجاہت کا چلہ کامیاب ہو گیا۔ صبح کی سفیدی اب ہر طرف پھیلنے لگی تو وجاہت کا چلہ پورا ہو گیا تھا کیا دیکھتا ہے باہر ایک لڑکا نہیں تو تھیں وجاہت کی طرف گامزن تھا اور شکل بھی وجاہت جیسی تھی تو وہ بات سن کر حیران ہو گیا کہ یہ کیا چکر ہے تو اس کے ہمشکل لڑکے سے کہا ہی آواز آئی سے میں آپ کا خادم ہوں جس وقت چاہے میں حاضر ہوں اور بلانے کا طریقہ بتا دیا وجاہت نے اسے اجازت دے دی۔ وقت گزرتا رہا وجاہت بابا کے پاس ہی رہنے لگا آخر ایک دن بابا نے کہا۔ بیٹا میں تو ایک بات بتانا چاہتا ہوں بیٹا میری زندگی کا کچھ پتا نہیں میں آپ کو سب کچھ بتا دیتا ہوں آنکھیں بند کرو بیٹا۔ وجاہت نے آنکھیں بند کی تو وجاہت کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی وجاہت کے اندر سے داخل ہو رہی تھی وجاہت پھر آواز آئی۔ بیٹا آنکھیں کھولو وجاہت نے آنکھیں کھولی تو کیا دیکھتا ہے کہ بابا کی آخری سانس تھی بابا کی وفات پر وجاہت بہت رویا پھر اس نے خود ہی قبر کھودی اور وجاہت نے بابا کو دفنا دیا وہ کافی دیر بابا کی قبر پر روتا رہا آخر پھر نامعلوم منزل کی طرف چلنے جانے لگا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

رات کی تاریکی نے پورے علاقے کو اپنی گہری تاریک چادر میں لپیٹ رکھا تھا کبھی کبھی سرد ہوا کا جھونکا سا آتا اور خشک آوارہ پتوں کی آواز شروع ہو جاتی اس رات کہ پراسرار اندھیرے میں وجاہت قبرستان کی طرف رواں دواں تھا آج وہ اپنا کٹھن اور پراسرار چلہ کر کے اپنے مقصد کو پانا تھا۔

دراصل وجاہت کو اپنے اندر جنون اور لگن کو ختم کرنا تھا کیونکہ اس کو بچپن سے ہی چلے کرنے کا شوق تھا جب وہ چھوٹا سا تھا تو ایک بار اس کا باپ اس کو لے کر ایک پیر بابا کے پاس لے گیا تھا وہاں پر پیر بابا نے اس کے باپ کو کہا۔

وجاہت بہت بہادر ہوگا کیونکہ اس کے ہاتھ پر ایک تل تھا اور کہا کہ یہ بڑا ہو کر بہت اہم کام کو انجام دے گا کیوں کہ اس کے اندر کچھ پراسرار روحانی قوتیں ہیں۔

اس طرح وقت گزرتا رہا اور وجاہت بڑا ہو گیا تھا تو ایک دن وجاہت کو گاؤں کی ایک لڑکی سے پیار ہو گیا تھا اس لڑکی کو وہ بہت چاہنے لگا اس کے بغیر وہ

ایک پل بھی انتظار نہیں کر سکتا تھا لڑکی کا نام نھی تھا۔ وہ گاؤں کی میں رہتی تھی ایک دن وجاہت روز کہ معمول کے مطابق نھی سے گپ لگا رہا تھا کہ نھی کے بھائی ابرار نے دیکھ لیا اُس نے نھی کو بہت مارا اور پسٹل نکال کر وجاہت کی طرف بڑھنے لگا مگر وجاہت نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے دوڑ لگا دی اور کہیں غائب ہو گیا۔

اس نے سوچا کہ ویسے ہی گاؤں میں بدنام ہو گیا ہوں کیوں نہ میں گاؤں ہی چھوڑ دوں اگر میرے گھر پتا چل گیا تو پھر یہ سوچ کر وجاہت نے ایک نامعلوم منزل کو سرپرست بناو یا وہ دوڑتا ہی جا رہا تھا آخر کار وہ ایک نامعلوم جگہ پہ جانے لگا وہ ایسے جنگل میں پہنچ گیا جہاں ہر طرف خاموشی کا راج تھا وہ ہر طرف دیکھ رہا تھا مگر اُسے وہاں پر کوئی بھی مکان نظر نہیں آیا کچھ دور جا کر وہ ستانے لگا اور ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا وہ دوڑ دوڑ کر بہت تھکا ہوا تھا اس لئے وہ لیٹ گیا نا جانے اُس پر کب نیند کی دیوی مہربان ہو گئی جب اُس کی آنکھ کھلی کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ایک بزرگ کھڑے اُسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا بزرگ نے کہا۔

بیٹا مت پریشان ہو اللہ بہتر کرے گا بیٹا مایوس نہ ہو یا کرو۔

وجاہت بابا کی بات سن کر رونے لگا اور اپنے ساتھ آنے والے واقعات بابا کو بتانے لگا تو بابا اس کی کہانی سنتا رہا۔ پھر بابا نے کہا۔

بیٹا مجھے سب پتا ہے تم اُس لڑکی کو چھوڑ دو

وجاہت اور بھی رونے لگا اور کہنے لگا۔

بابا جی مجھ سے صبر نہیں ہوتا بابا نے اسے تسلی دی اور اپنے ساتھ چلنے کو کہا وجاہت بابا کہ ساتھ ساتھ چلنے لگا چلتے چلتے آخر ایک جگہ جھونپڑی کے پاس گیا۔ بابا وہاں رک گئے اور کہا۔

بیٹا یہ ہی ہے میرا ٹھکانا۔ اور وجاہت اندر جانے لگا بابا نے وجاہت کو کہا۔

بیٹھو بیٹا میں آپ کا غم دور کروں گا تم کیا کھاؤ گے چلو تم بیٹھو میں لے کر آتا ہوں تمہارے لئے

وجاہت سوچنے لگا کہ کیا بابا یہاں پر اکیلے ہی رہتے ہے اور وہ کیوں جنگل میں رہتے ہے اور کہاں سے میرے لئے کیا لائیں گے کئی سوچیں وجاہت کے دل میں تھیں چار منٹ بعد بابا کی حاضری ہوئی تو وجاہت نے بابا سے کہا۔

بابا آپ نے کیوں اتنا کچھ کیا ہے

بابا نے کہا بیٹا اس میں ایسی کہنے والی بات نہیں ہے بیٹا تم یہ فروٹ کھاؤ۔

وجاہت فروٹ پر ٹوٹ پڑا پھر وجاہت نے بابا سے پوچھا۔

آپ یہاں پر اکیلے ہی رہتے ہیں

بابا نے کہا نہیں بیٹا میرے ساتھ اللہ ہے بیٹا اللہ کبھی کسی کو مایوس اور اکیلا نہیں ہونے دیتا بیٹا ہر پل وہ ہمارے ساتھ ہے۔

بابا کی باتوں نے وجاہت کہ ذہن پہ بہت ہی گہرا اثر ڈالا تھا بابا نے کہا۔

بیٹا تمہارے اندر کچھ پراسرار طاقتیں ہیں تم ایک چلہ کرو اپنے ہمراز کو حاضر کرو وہ تمہارے کام کرے گا تم ہمراز سے ہر نیک کام کرانا جو انسانیت کے مطابق ہو

وجاہت کے اندر پہلے سے ہی چلے کا جنون تھا وہ خوش ہو گیا۔

بیٹا کیا تم چلہ کرو گے۔

وجاہت نے کہا ہاں بابا جی میں تیار ہوں بابا جی آپکا ہر چلہ کرنے کیلئے۔

بابا نے وجاہت کو چلے ہر کا ورد بتایا وجاہت بہت خوش تھا کیونکہ اُس کو چلہ کو کرنا تھا وجاہت کو بابا ایک قبرستان کا بتا یا کہ وہ بتایا کہ وہاں سے دو میل دور ہے تم کو وہاں چلہ کرنا۔

وجاہت اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گیا وہ آخر چلے والی جگہ پہنچ ہی آیا وہ ایک قدیمی قبرستان تھا وجاہت اپنے چلے میں مصروف تھا کہ ایک دل آندھی چلنے لگی وجاہت ڈر گیا یہ کیا ہو رہا ہے ساری رات وجاہت کو ڈرایا جاتا رہا مگر وجاہت ایک دل ڈر جاتا پھر وہ یہ سوچ کر چپ ہو جاتا کہ یہ سب دائرے سے باہر ہی ہو گا۔ آخر وجاہت کا چلہ کامیاب ہو گیا۔

صبح کی سفیدی جب ہر طرف پھیلنے لگی تو وجاہت کا چلہ پورا ہو گیا تھا کیا دیکھتا ہے باہر ایک لڑکا ٹیس ٹو ٹیس وجاہت کی طرف گامزن تھا اور شکل بھی وجاہت جیسی تھی تو وجاہت یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کیا چکر ہے تو اُس کے ہمشکل لڑکے نے کہا

جی آقا آج سے میں آپ کا خادم ہوں جس وقت چاہے میں حاضر ہوں اور بلانے کا طریقہ بتا دیا وجاہت نے اُسے اجازت دے دی۔

وقت گزرتا گیا وجاہت بابا کہ پاس ہی رہنے لگا آخر ایک دن بابا نے کہا۔

بیٹا میں آپکا کچھ بتانا چاہتا ہوں بیٹا میری زندگی کا کچھ پتا نہیں میں آپکو سب کچھ دینا چاہتا ہوں آنکھیں بند کرو بیٹا۔

وجاہت نے آنکھیں بند کی تو وجاہت کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی وجاہت کے اندر کیس داخل ہو رہی تھی وجاہت پھر آواز آئی۔

بیٹا آنکھیں کھولو

وجاہت نے آنکھیں کھولی تو کیا دیکھتا ہے کہ بابا کی آخری سانس تھی بابا کی وفات پہ وجاہت بہت رویا پھر اس نے خود ہی قبر کھودی اور وجاہت نے بابا کو دفنایا وہ کافی دیر بابا کی قبر پہ روتا رہا آخر پھر نامعلوم منزل کی طرف جانے جانے لگا ایک جگہ رک کر اُس نے چلے کا ورد کیا اور ہمراز کو حاضر کیا ہمراز کو کہا۔

مجھے میرے گھر پہنچا دو

وجاہت اپنے گھر میں پہنچ گیا تھا جب اُسکی ماں نے اُسے دیکھا تو اُسے گلے لگا لیا اور سب نے اُسے بہت ہی پیار کیا اور کہا۔

بیٹا تم نے اچھا نہیں کیا تھا نھی کہ ساتھ ہماری انھوں نے ہماری کافی انسلٹ کی تھی اُن لوگوں نے وجاہت یہ سن کر بھڑ اُٹھا اور سیدھا اُن کے گھر گیا اور جب اُن لوگوں نے وجاہت کو دیکھا تو اُن کا دل میں پیار آ گیا وہ کہنے لگے۔

بیٹا ہماری بیٹی آپ کے بغیر کسی سے شادی نہیں کر رہی بیٹا ہم تمہارے ہی انتظار میں تھے۔۔۔

وجاہت نے کہا۔۔۔ پہلے یہ بتائے کہ آپ لوگوں نے میرے گھر والوں کیساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔

سب نے وجاہت کی اس بات پہ وجاہت سے معافی مانگی اور ایسی طرح وجاہت کا نکاح بھی ہو گیا تھا نھی سے پھر ایک دن اُس کہ ہمراز سے کہا۔

آقا ایک بات کہوں۔

وجاہت نے۔ کہا ہاں بتاؤ کیا بات ہے

ہمراز نے کہا۔ مجھے نھی سے پیار ہو گیا ہے میں اُس کو اپنی دنیا میں لے جانا چاہتا ہوں مگر آپکی اجازت ضروری تھی اس لئے۔

وجاہت یہ سن کر بھڑک اُٹھا اُس نے کچھ پڑھ کر ہمراز پر پھونکا تو ہمراز چیختا ہوا غائب ہو گیا۔

پت سیاں دے حتر نیں بندے بھانویں چلیاں
ودھ پلا یئے

تے کھارے کھو کدے مٹھے نیں ہوندے
بھانویں سو من شکر پا یئے

تے کانواں دے بچے کدے ہنس نہیں بندے
بھانویں چوریاں کٹ کھلا یئے

تے مخلص نہیں سجدی بہنا بانجوں محمد بخشا بھانویں
پھلاں پڑل پا یئے

خون آشام جنگل

تحریر.. آصف آیان.. لہڑی نصیر آباد

بابا آگئے تم لوگ شاید تم لوگ آج یہاں سے زندہ واپس نہیں لوٹ سکتے ہیں تم تینوں کو کچا کھا جاؤں گی بابا جی یہ کہہ کر نواز کو پکڑ لیا اور جیسے ہی اپنے بڑے دانت اس کے گلے میں گاڑنا چاہا بابا جی چیخ کر پیچھے ہٹ گئی اس کا دھواں اٹھنے لگا تبھی ارشد نے بابا جی کا دیے ہوئے پانی کو اس چڑیل کے اوپر پھینکا وہ چیخ چیخ کر چلانے لگی اس کا جسم جلنے لگا وہ جل کر راکھ بن گئی اور پھر غائب ہو گئی۔ یار یہ سادھو کہاں سے چلو جلدی ڈھونڈتے ہیں اتنے میں یہ کہہ کر وہ لوگ مغرب کی طرف چل پڑے ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ بابا جی آواز آئی۔ بیٹا جنوب کی طرف جنگل کے بیچ میں جو پہاڑ ہے وہاں دو۔ جاؤ سادھو تمہیں وہاں پہ ملے گا۔ یہ سن کر وہ جنوب کی طرف چل پڑے چلتے چلتے وہ پہاڑ تک پہنچ گئے وہ کالا اور خشک پہاڑ تھا جس کے اندر سادھو چلہ کر رہا تھا اندر گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا تینوں دوست ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ سادھو ایک بت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اپنے امر ہونے کی شکتی اپنے بت پجاری سے مانگ رہا تھا جب وہ لوگ سادھو کے قریب پہنچ گئے تو سادھو نے پیچھے دیکھا۔ کون ہو تم لوگ تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے علاقے میں قدم رکھنے کی ابھی میں تم تینوں کو ختم کر دوں گا اور تمہارا خون پی جاؤں گا قہقہے مارتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا انہیں بابا جی کی بات اچھی طرح سے یاد تھی کہ بیٹا تم لوگ اسے حملہ کرنے کا موقع نہ دینا بلکہ ایک وقت تم تینوں اس پہ وار کرنا اس بات کو یاد کرتے ہوئے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے تینوں دوست آگے بڑھ کر سادھو پر حملہ کر دیا۔ ان کے ایک ہی وار سے اس میں مزید ہمت نہ تھی وہ واپس گر گیا اور تڑپنے لگا علی رضا نے اس پر پانی پھینکا اور اس کا سر قلم کر دیا وہ وہیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا اس کا جسم جل کر کوئلہ بن گیا اور ہوا میں غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی غار میں زلزلہ شروع ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک ڈراؤنی کہانی۔

ارشد اور علی رضا تین گہرے دوست تھے وہ تینوں ایک ہی گاؤں میں رہتے تھے اکٹھے نواز دوست ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہم جماعت بھی تھے ان کا گاؤں بہت خوبصورت صاف شفاف چشمے چاروں طرف چھاؤں اور پھلوں سے لدی ہوئی وادی ان کیلئے جنت سے کم نہ تھا گاؤں کے اس پار ایک جنگل بھی تھا جو کہ بہت ہی گھنا اور لمبا چوڑا تھا اس جنگل میں جنات کا بسیرا تھا برسوں سے وہاں کوئی نہ گیا تھا۔ جو بھی وہاں وہ بھی واپس نہیں آتا تھا۔

وہاں ایک سادھو رہتا تھا جو کہ اپنی شیطانی حکومت کو قائم کرنے کیلئے برسوں سے وہاں ایک چلے میں مصروف تھا مزید چالیس دنوں بعد وہ امر ہونے والا تھا۔

اسر ہونے کیلئے چالیس دنوں اپنی شیطان دیوتا کے سامنے ہر دن 18 سالہ حسین لڑکیوں کی بلی چڑھانا تھا اس مقصد میں کامیاب ہونے کیلئے اُس نے اپنی ایک خاص چڑیل نینا کا سہارا لیا نینا بہت طاقتور تھی وہ بہت سے روپ اپنا سکتی تھی بلی، چڑیا اور گائے یہ اُس کے روپ تھے۔

نواز، ارشد اور علی رضا اکٹھے بیٹھے پکنک منانے کا پروگرام سوچ رہے تھے۔

یار چشمے پر ہم پہلے بھی جا چکے ہیں اب پہاڑوں پہ جائیں گے تو مزہ آئے گا۔

ارشد نے کہا تو باقی دوستوں نے بھی حامی بھر لی تینوں دوستوں نے اپنے اپنے گھروں سے ضرورت کا سامان اُٹھالائے اور نکل پڑے اُن کی منزل شمال کی طرف سرسبز پہاڑوں کا سلسلہ تھا باتوں باتوں میں کمن وقت کا پتہ ہی نہ چلا وہ وہاں پہنچ گئے۔

واہ یار کیا حسین نظارہ ہے اللہ تعالیٰ نے کتنا حسین جہاں بنایا ہے علی رضا نے کہا

ہاں یار بالکل اللہ نے ہم انسانوں کو بہت ہی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ہم ہیں کہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے نواز نے کہا۔

چلو ابھی کھانا تیار ہیں پھر گھومنا بھی تو ہے نا علی نے کہا

ہاں یار جلدی کرو وقت کم ہے

باقی دوستوں نے بھی ہاں میں سر ہلایا کھانا کھانے کے بعد وہ پہاڑ کے اوپر چڑھنے لگے پہاڑوں پہ چڑھنا اُن کیلئے کوئی مشکل کام نہ تھا وہ بچپن میں ہی پہاڑوں پہ بہت سے خطرناک سفر طے کر چکے تھے جب بھی انہیں فارغ وقت ملتا وہ پکنک مناتے آج بھی وہ خوب صورت پہاڑوں کی سیر کیلئے آئے تھے۔

ارشد کی نظر مغرب کی طرف چار پہاڑوں کے درمیان گھنے درختوں پہ پڑی۔

وہ دیکھو چار پہاڑوں کے درمیان جنگل چلو وہاں چلتے ہیں۔۔ ارشد نے کہا تو نواز اور علی رضا بھی تیار ہو گئے۔ وہ جنگل کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں یہ جنگل بہت پیارا لگا تھا۔

دوستو ابھی رات ہونے والی ہے بہتر یہی ہے اب واپسی کیلئے رخت سفر باندھ لیں نواز نے کہا۔

یار تم تو خوامخواہ ڈر رہے ہو چلو چلو دیکھو کتنا پیارا جنگل ہے علی رضا نے کہا۔

وہ لوگ جنگل میں پہنچ چکے تھے نہ جانے کیوں نواز کو اسکی چھٹی حس بار بار خطرے کی گھنٹی بجاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اب شام ہو چکی تھی۔ رات کے سائے آہستہ آہستہ پھیل رہے تھے وہ واپس آ رہے تھے راستے میں ایک بلی اور موٹی تازی گائے کھڑی اُن کی طرف دیکھ رہی تھی گائے کو یوں کھڑی دیکھ کر اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔

کک۔ کون ہو ہٹ جاؤ یہاں سے ہمیں گھر جانا ہے علی رضا نے کہا۔

یار چلو جلدی چلو مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے نواز نے کہا۔

وہ دوسری طرف چل پڑے ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی۔

میں تمہاری موت ہوں تم لوگ سادھو بابا کے علاقے میں آئے ہو اب تم لوگ یہاں سے زندہ لوٹ کر ہرگز نہیں جا سکتے میں سادھو بابا کا خاص غلام ہوں۔

یہ کہہ کر وہ یکدم انتہائی بھیانک چڑیل کے روپ میں بدل گئی۔ کالا چہرہ بڑے بڑے دانت لمبے لمبے ناخن آنکھوں میں آگ برس رہی تھی اُن

تینوں کا حال بہت برا تھا وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچ گئے انھوں نے اپنی زندگی میں اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں دیکھا تھا صرف کہانیوں میں پڑھا تھا آج یہ سب اُن کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا وہ چڑیل اُن کے طرف بڑھ رہی تھی اُس نے ارشد کو چھوا تو اسے ایک کرنٹ لگا وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی۔

اگر یہ تعویزات تمہارے گلے میں نہ ہوتے تو تم تینوں میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔

یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی انھوں نے اپنے گلے میں ہاتھ پھیرا واقعی تینوں کے گلے میں ایک ایک تعویز موجود تھا جو کہ اُن کی ماؤں نے اُن کی حفاظت کیلئے انہیں دیئے تھے ان کے حواس بحال ہوئے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے گاؤں کی طرف سرپٹ بھاگنے لگے گھر پہنچ کر ہی سکون کا سانس لیا۔

سادھو جی۔ سادھو جی ابھی ابھی تین نوجوان لڑکے آپ کے جنگل میں آئے تھے میں نے انہیں مارنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی میری ناکامی کی وجہ اُن کے گلے میں موجود تعویزات تھے اگر ان کے پاس تعویزات نہ ہوتے تو میں انہیں چیر پھاڑ کر کھا جاتی۔

نینا نے پوری بات تفصیل سے بتائی

ہاں نینا میں جانتا ہوں تو مجبور تھی ورنہ آج ہماری خوراک وہ تین لڑکے ہوتے اچھا یہ بتاؤ میں نے کہا تھا نہ آج رات سے لڑکیوں کی بلی چڑھانا شروع ہو رہا ہے تو نے کچھ انتظام کیا ہے یا نہیں سادھو نے کہا۔

جی ہاں سادھو جی آپ بے فکر رہیں نینا نے کہا اور غائب ہو گئی۔

رات کافی گزر چکی تھی ہر سو اندھیرا پھیلا ہوا تھا سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں گہری نیند سو رہے تھے اتنے میں پہاڑوں سے ایک سایہ اُڑتا ہوا گاؤں پہنچ گیا اُسکی منزل شیر دل کا گھر تھا شیر دل کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے وہ وہاں پہنچ کر گئی اور شیر دل کی درمیانی بیٹی صائمہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور غائب ہو گئی صبح کی روشنی نے پوری جہاں کو منور کر لیا گاؤں کے سب لوگ نماز فجر سے فراغت پا کر ناشتے میں مصروف تھے نواز بھی ناشتہ کر رہا تھا اتنے میں ارشد اور علی رضا آ گئے۔

ماشاء اللہ آج اتنی صبح صبح یہاں کیوں کہیں اور جگہ پکنک منانے کا پروگرام ہے کیا نواز نے مزاحیہ لہجے میں کہا

نہیں یار آج بہت برا ہوا ہے۔

چچا شیر دل کی بیٹی صائمہ کل رات سے غائب ہے ہم پورے گاؤں کو چھان مارا لیکن کہیں پہ بھی اُس کا اتہ پتہ نہیں ہے اُس کی ماں کا رو رو کر حال بہت برا ہو رہا ہے۔ علی رضا نے کہا۔

آہ یار یہ کیسے ہوا یہ تو بہت برا ہوا ہے کہیں وہ کل رات والی چڑیل یہ کہہ کر نواز خاموش ہو گیا

ہاں یار ہمیں بھی یہی لگ رہا ہے لیکن ہم اُسے نہیں چھوڑیں گے اس کا ضرور خاتمہ کریں گے ارشد نے کہا۔

انشاء اللہ ضرور اس کا خاتمہ ہو گا

چلو ابھی چچا شیر دل کے گھر چلتے ہیں علی رضا نے کہا اور روانہ ہوئے شیر دل کے ماحول میں ماتم کی فضا پھیلی ہوئی تھی ہر آنکھ اشک بار تھا کل تک صحت مند لڑکی ہنسی خوشی کھیل رہی تھی لیکن آج وہ غائب تھی سب لوگ پریشانی کے عالم میں سوچ رہے تھے روتے پیٹتے آج کا دن گزر گیا سر شام ہی لوگ اپنے گھروں میں جا بیٹھے سب کا دل میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا رات کا

اندھیرا ہر طرف پھیل رہا تھا سب لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

رات کے اندھیرے میں وہ سایہ آج بھی گاؤں پہنچ گیا آج کی رات اس کا شکار جاکر جان کی بیٹی نیلم تھی اُس کی عمر بھی 18 سال تھی وہ سایہ اس کے قریب آکر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہی غائب ہو گیا۔

صبح ہوتے ہی پورے گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی جاکر جان کی بیٹی بھی غائب ہو گئی ہے گاؤں کے سب لوگ بہت پریشان تھے آخر یہ کون ہے جو گاؤں کی خوبصورت لڑکیوں کو اپنا شکار بناتی ہے سب لوگوں کے دلوں میں خوف نے ڈیرا ڈال رکھا تھا کہ کبھی بھی ہماری باری ہو سکتی ہے سرشام ہوتے ہی سب لوگ اپنے گھروں میں گھس جاتے

۔

آج پندرہ دن گزر چکے تھے گاؤں کی پندرہ حسین لڑکیاں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکی تھی نواز علی رضا اور ارشد اس راز کو عیاں کرنے کی ہر کوشش کی لیکن ناکام رہے یہاں تک کے پوری پوری رات انھوں کے جاگ کر پہرہ دے کر گزارا لیکن کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ پھر ایک دن علی رضا کے ابو نے تینوں دوستوں کو اپنے پاس بلایا۔

دیکھو بیٹا آج گاؤں کی پندرہ لڑکیاں غائب ہو چکی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں تم تینوں یہ بات جاننے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہو کہ آخر یہ کون ہے جو ایسا کر رہا ہے لیکن پھر بھی ناکام ہو رہے ہو مجھے لگ رہا ہے یہ کام کوئی جن۔ بھوت۔ چڑیل یا پھر کوئی اور غائبی مخلوق کر رہی ہے تم تینوں مسجد کے امام صاحب کے پاس چلے جاؤ وہ ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے علی رضا کے ابو نے کہا۔

جی انکل آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہم ضرور امام صاحب کے پاس جائیں گے اور انشاء اللہ وہ درندہ صفت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مٹ جائے گا ارشد نے کہا اور پھر تینوں دوست مسجد کی طرف چل پڑے۔

ہاہاہا پچیس دن صرف اور صرف پچیس دن بعد میں امر ہونے والا ہوں بس پھر دیکھنا پوری دنیا پہ میری حکومت چلے گی ہر طرف خون ہی خون بکھرا پڑا نظر آئے گا ہاہاہا غار کی تاریک ماحول میں سادھو کی بھیانک آواز گونج رہی تھی اے نینا نینا کہاں ہے تو یہاں آ جا میرے پاس۔

جی سادھو جی حکم کریں نینا کانپتے ہوئے کہا

نینا آج میں بہت خوش ہوں بس پچیس دن باقی انتظار کرو جس دن میں امر ہو گیا اس دن جو تمہاری منہ سے نکلے گی تمہاری وہ خواہش پوری کر دی جائے گی ہاہاہا سادھو کے خوفناک قہقہے فضا میں گونج رہے تھے۔

علی رضا نے پوری کہانی مسجد کے امام صاحب کو تفصیل سے بتائی وہ تھوڑی دیر خاموش ہونے کے بعد کہنے لگے۔

بیٹا آج کی رات میں ایک چلہ کروں گا چلہ کرنے کے بعد مجھے اُس کے بارے میں سب پتہ چل جائے گا کہ وہ کون ہے جس نے گاؤں میں خون کا کھیل مچا رکھا ہے تم لوگ کل صبح میرے پاس آنا یہ کہہ کر امام صاحب خاموش ہو گئے۔

ٹھیک ہے بابا جی اب ہم چلتے ہیں اور کل صبح آئیں گے یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

آج صبح گاؤں کی ایک اور لڑکی غائب ہو گئی تھی ہر طرف خوف کا عالم تھا لوگ اپنے سائے سے بھی ڈرتے تھے عصر کی نماز کے بعد کوئی کہیں چ

جی نہیں جانتا ارشد۔ علی رضا اور نواز تینوں دوست آج صبح سویرے باباجی کے ہاں پہنچ گئے۔

اسلام وعلیکم باباجی۔

وعلیکم اسلام آؤ بیٹا آؤ بابا جی نے انہیں اپنے قریب بٹھایا بیٹا میں نے کل رات چلہ کیا تھا مجھے سب کچھ پتہ چل گیا ہے وہ ایک سادھو ہے جو کہ شمال کے پہاڑوں کے اُس پار ایک جنگل میں رہتا ہے جس کی ایک خاص چڑیل بھی ہے جو کہ گائے۔ بلی اور چڑیا کا روپ اپنا سکتی ہے وہ سادھو برسوں سے ایک چلے میں مصروف ہے بس پچیس دنوں پہ میں 18 سال حسین لڑکیوں کی بلی اپنے شیطان دیوتا کو دے کر امر ہو جائے گا اور پوری دنیا میں اسکی حکومت قائم ہو گی اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے بیٹا ہمارے پاس صرف پچیس دن رہ گئے ہیں ہمیں جو کرنا ہے ان پچیس دنوں میں کر سکتے ہیں۔ ورنہ پھر اُس کے کچھ بھی نہیں ہو سکتے یہ کہہ کر باباجی خاموش ہو گئے

لیکن باباجی ہم انہیں کس طرح سے ختم کر سکتے ہیں نواز نے کہا

بیٹا میں تم لوگوں کو ایک ایک تعویز دوں گا تلواروں کو بھی دم کروں گا اور ایک ایک تعویزات ان پر بھی باندھ دوں گا تم لوگ جب وہاں پہنچو گے تو اسے حملہ کرنے کا موقع نہ دینا ایک وقت تم تینوں اس پہ وار کر نا اور ہاں اُس کا ایک غلام چڑیل بھی ہے اُسے بھی ختم کرنا۔ اور بیٹا جب تک یہ تعویز اور تلواریں تمہارے ساتھ ہوں گے وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور ہاں یہاں سے روانہ ہونے سے اور جنگل میں پہنچتے ہوئے پانی ضرور پینا۔

یہ کہہ کر باباجی اُٹھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد باباجی تین تلوار اور ایک پانی کی بوتل لے آئے تلواروں اور پانی کو دم کرنے کے بعد تینوں کے گلے میں ایک ایک تعویز ڈالا اور تلواروں پہ بھی ایک ایک تعویز باندھا باباجی نے تینوں کو دعائیں دے کر رخصت کیا تینوں دوستوں نے اپنے والدین سے اجازت لے کر شمال کی طرف چل پڑے سب انہیں ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

نینا گھبرائی ہوئی سادھو کے پاس آئی۔

کیا ہوا ہے نینا تم گھبرائی ہوئی لگ رہی ہو سادھو نے کہا

وہ۔ وہ سادھو جی سادھو جی تین نوجوان ہمیں مارنے کیلئے یہاں آ رہے ہیں وہ یہاں پہنچنے والے ہیں نینا نے ڈرتے ڈرتے ہوئے کہا۔

ہاہاہا۔ اس بات سے ڈر رہی ہو تم نے وہ ان کو ان کی ؟ات کیسے ہوئی میرے جنگل میں قدم رکھنے کی اے نینا تو فکر نہ کر وہ اپنی موت کو بلانے یہاں آ رہے ہیں میں ابھی جنگل کے تمام جنات اور چڑیلوں کو حکم دوں گا وہ ان کا کام تمام کر دیں گے ہاہاہا۔

ارشد، نواز اور علی رضا شمال کی طرف مسلسل بڑھ رہے تھے۔

یار باباجی تو بتا رہے تھے وہ بالکل اُس دن والے واقعے سے مختلف نہ تھا کیونکہ اس دن ہم بھی غلطی سے اس جنگل میں پہنچ گئے تھے اور ہمارا سامنا اُسی چڑیل سے ہوا جو کہ گائے کے روپ میں تھی ارشد نے کہا

ہاں یار بالکل وہی جگہ بھی ہے نواز نے کہا

اب تینوں جنگل کے حدود میں پہنچ چکے تھے۔

تینوں باباجی کے دم کیے ہوئے پانی پی لیا اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جنگل میں داخل

ہوئے ابھی وہ تھوڑا ہی چلے تھے کہ سامنے سے ڈھانچوں کا لشکر آتا ہوا دکھائی دیا نواز بے ہوش ہوتے ہوتے بچ گیا ارشد اور علی رضا کا بھی یہی حال تھا لیکن جیسے ہی وہ اُن سے ٹکرائے جل کر راکھ ہو گئے۔

چند منٹوں میں ہی وہ ڈھانچوں کا لشکر غائب ہو گیا یہ تعویزات کی وجہ سے تھا ڈھانچوں نے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا ابھی وہ تھوڑا ہی آگے چلے تھے۔ ایک لمبا موٹا اور کالا سانپ اُن کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے سانپ پھنکارتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

چلے جاؤ یہاں سے اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے سانپ بالکل اُن کے قریب آ چکا تھا وہ سب بے ہوش ہوتے ہوتے بچ گئے سانپ نے اپنا منہ کھول کر ارشد کو کاٹنا چاہا لیکن جیسے ہی نواز نے اُس پہ تلوار کا وار کیا وہ وہیں ختم ہو گیا۔

چلو چلو جلدی چلو دوستو نواز نے کہا

یہ کہہ کر وہ تینوں جنگل کی طرف بڑھنے لگے

کہاں ہو سادھو سامنے آؤ آج تمہارا خاتمہ ہو گا علی رضا بلند آواز میں کہہ رہا تھا

یار کہاں ہو سکتا ہے ابھی تھوڑی دیر میں شام ہونے والی ہے لیکن وہ ظالم جادوگر کا کہیں نام نشان بھی نہیں ہے وہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اور اب وہ جنگل کے درمیان میں پہنچ چکے تھے وہ ابھی اور بھی آگے بڑھ رہے تھے سامنے سے ایک کالی بلی میاؤں میاؤں کرکے آ رہی تھی اُس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح تھیں اور وہ ان کی طرف آ رہی تھی وہ سمجھ گئے۔

یہ سادھو جادوگر کی وہی غلام چڑیل ہے

ک۔ ک کون ہو تم دور ہو جاؤ یہاں سے علی رضا نے کہا علی رضا کا یہ کہنا تھا کہ یکدم وہ کالی بلی ایک بدنما چڑیل کے روپ میں سامنے آ گئی۔

ہاہاہا آ گئے تم لوگ شاید تم لوگ آج یہاں سے زندہ واپس نہیں لوٹ سکتے میں تم تینوں کو کچا کھا جاؤں گی ہاہاہا

یہ کہہ کر نواز کو پکڑ لیا اور جیسے ہی اپنے بڑے دانت اس کے گلے میں گاڑنا چاہا چیخ کر پیچھے ہٹ گئی اُس کا دھواں اُٹھنے لگا ابھی ارشد نے بابا جی کا دیئے ہوئے پانی کو اس چڑیل کے اوپر پھینکا وہ چیخ چیخ کر چلانے لگی اُس کا جسم جلنے لگا وہ جل کر راکھ بن گئی اور پھر غائب ہو گئی۔

یار یہ سادھو کہاں ہے چلو جلدی ڈھونڈتے ہیں اُسے یہ کہہ کر وہ لوگ مغرب کی طرف چل پڑے ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ بابا جی آواز آئی۔

بیٹا جنوب کی طرف جنگل کے بیچ میں جو پہاڑ ہے وہاں وہ پہ جاؤ سادھو تمہیں وہاں پہ ملے گا۔

یہ سن کر وہ جنوب کی طرف چل پڑے چلتے چلتے وہ پہاڑ تک پہنچ گئے وہ کالا اور خشک پہاڑ تھا جس کے اندر سادھو چلہ کر رہا تھا اندر گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا تینوں دوست ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

سادھو ایک بت کے سامنے جھکا ہوا تھا اور اپنے امر ہونے کی شکتی اپنے بت بھاری سے مانگ رہا تھا جب وہ لوگ سادھو کے قریب پہنچ گئے تو سادھو نے پیچھے دیکھا۔

کون ہو تم لوگ تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے علاقے میں قدم رکھنے کی ابھی میں تم تینوں کو ختم کر دوں گا اور تمہارے خون سے اپنی پیاس بجھاؤں گا ہاہاہا

وہ قہقہے مارتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا انہیں بابا جی کی بات اچھی طرح سے یاد تھی کہ بیٹا تم

لوگ اُسے حملہ کرنے کا موقع نہ دینا بلکہ بیک وقت تم تینوں اس پہ وار کرنا اس بات کو یاد کرتے ہوئے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے تینوں دوست آگے بڑھ کر سادھو پر حملہ کر دیا۔

اُن کے ایک ہی وار سے اس میں مزید ہمت نہ تھی وہ واپس گر گیا اور تڑپنے لگا علی رضا نے اس پر پانی پھینکا اور اس کا سر قلم کر دیا وہ وہیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا اس کا جسم جل کر کوئلہ بن گیا اور ہوا میں غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی غار میں زلزلہ شروع ہو گیا۔

وہ تینوں اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ گئے اور سادھو سمیت اسکی غار بھی غائب ہو گئی اب پورے جنگل میں ہر کوئی بلاخوف و خطر جا سکتا تھا گاؤں کے سب لوگ تینوں دوستوں کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکتے تھے گاؤں کے چودھری نے تینوں دوستوں کو بہت سے قیمتی انعامات سے نوازا آج اُس واقعے کو پورے سات سال ہو چکے تھے لیکن ان سات سالوں میں آج تک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

اے سال نو

[illegible]

تازہ حکایت

اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو دیکھا تھا تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح ہم نے
اک شخص کو سمجھا تھا پھولوں کی طرح ہم نے
کچھ تم سے ہی ملتا تھا باتوں میں شباہت میں
ہاں تم سے ہی ملتا تھا شوخی میں شرارت میں
رکھتا تھا کبھی سمجھا ملتا تھا جتنی محبت میں
وہ شخص ہمیں اک دن اپنوں کی طرح چھوڑا
تاروں کی طرح ڈوبا پھولوں کی طرح توڑا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا
تم کس لیے چونکے ہو کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضا ہے کب تم سے شکایت ہے
اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے

☆ .... رفیع خان۔ پشاور

دل کو بہلاتا

ہم تیری یاد کے پنجرے میں قید پنچھی
اڑنا چاہیں بھی تو یہ سوچ کر اڑ نہیں پاتے
باہر تنہائی کی ہوا ہر سو ہو گی
بے رحم وقت کی فضا ہو گی
کون ڈالے گا تیرے پیار کا دانہ ہم کو
تجھ سے ملنے کا نہ ملے گا بہانہ ہم کو
دن کہیں گزرے گا اس کی تو خبر ہی نہیں
کیسے گزرے گی رات پوچھا تو کوئی گھر بھی نہیں
بس یہی سوچ کر خود کو سمجھاتے ہیں اکثر
تیری یادوں سے ہی دل کو بہلاتے ہیں اکثر
ہم تیری یاد کے پنجرے میں قید پنچھی

☆ .... رئیس ارشد۔ شہر خان بیلہ

کتابوں میں رکھ کر سلا گیا ہم کو
آنکھ بند کی اور بھلا گیا ہم کو
عجب مصور تھا جو بارشوں میں
بھی دیواروں پہ بنا گیا ہم کو

وہ کیسا مکان تھا

تحریر ۔شاہد رفیق سہو ۔0345.3272617

مہرو تسلی سے اپنے بیڈروم میں سونے کیلئے چلی گئی آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سفید کپڑوں میں آ کر کہتا ہے۔ بی بی یہ گھر چھوڑ دے کسی اور جگہ چلی جا۔ اس شخص کے ہاتھ میں وہ قرآن پاک ہے جو مہرو کی ماں نے رخصتی کے وقت دیا تھا وہ یہ قرآن پاک اس کو دیتا ہے تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے وہ گھبرا کر اٹھتی ہے اور خواب یاد کرتی ہے وہ قرآن پاک کے بارے میں سوچتی ہے جو اس نے اپنے گھر میں رکھا تھا مہرو وضو کر کے دوسرا قرآن پاک جو اس کے پاس تھا نکالا کر اس کی تلاوت کرنے لگی پھر تلاوت کے بعد اسے الماری میں رکھ کر مڑی تو کچن سے ماسی کی آواز آنے لگی وہ زور زور سے پکار رہی تھی مہرو پریشان ہو کر اس عورت کی جانب بھاگی کچن میں گئی تو ماسی اندر نہیں تھی مہرو نے گھبرا کر باقی کمروں میں دیکھا تو وہ وہاں بھی نہیں تھی اچانک بند کمرے کی طرف نظر پڑی وہ مقفل کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ کیا ہوا ماسی ماجد؟ تم تو کچن سے پکار رہی تھی یہاں کیسے آ گئی۔ بی بی جی یہاں سے کچھ عجیب آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ آپ یہ کمرہ کھولیں دیکھیں کیا ہے۔ یہاں سے سسکیوں کی آواز آ رہی تھیں جیسے کوئی کمرے میں بند ہو اور رو رہا ہو۔ دیکھیں تو کیا ہے اس میں۔ میں نہیں کھول سکتی ماسی چابی میرے پاس نہیں ہے چلو تم جاؤ اور آیت الکرسی پڑھ [illegible] اور مہرو ماسی کو لے کر کچن میں گئی تو وہاں سے کھانا پکنے کی خوشبو آ رہی تھی۔ بی بی [illegible] نہیں سو سکتی یہاں۔ اچھا چلو پھر بچوں کے کمرے میں سو جاؤ میں وہاں تمہارا بستر لگا دیتی ہوں۔ کیلئے فرش پر گدا بچھا دیا اور تکیہ چادر دے کر کہا۔ بچوں کے ساتھ سونا اچھا ہے یہ بھی اکیلے نہ ہوں گے۔ ماسی سونے کیلئے لیٹ گئی تو مہرو بھی اپنے بیڈروم میں آئی اور قرآن پاک اپنے پاس رکھ لیا۔ تاکہ سکون سے سو سکے۔ مگر نیند رات بھر نہ آئی صبح جب کاشی لوٹ آیا تو اس نے سارا واقعہ شوہر کے گوش گزار کر کے کہا۔ یہ کوئی وہم نہیں ہے یہاں ضرور کچھ ہے کاشی سوچ میں پڑ گیا اس نے چوکیدار سے تذکرہ کیا کیونکہ وہ اسی علاقے کا تھا اس نے کہا۔ صاحب آپ سچ کہتے ہیں یہ کوٹھی جنوں والی مشہور ہے۔ یہاں جو آ کر ٹھہرتا ہے چند روز میں چلا جاتا ہے آپ کی قسمت ہے جو بی بی کو اکیلا چھوڑ کر ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں میرا مشورہ مانیے کوئی اور رہائش گاہ تلاش کر لیں اور اس جگہ کو چھوڑ دیں۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی

یہ کہانی میرے دوست نے مجھے سنائی ہے
آئیے اس کی زبانی سنتے ہیں۔

مہر النساء کو دیکھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا تھا کہ یہ وہی ہے میری پیاری دوست اور کلاس فیلو ہم ایک محلے میں رہا کرتے تھے میٹرک تک ایک سکول میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد مہرو کی شادی ہو گئی اور ہم جدا ہو گئے آج آٹھ برس کے بعد اسے دیکھ کر میرے دل پہ بجلی سی گر گئی کیا یہ وہی بچپن کی میری ساتھی تھی جسکے حسن کے چرچے زمانے بھر میں تھے سبز گہری آنکھوں والی یہ حسینہ گلاب کے پھول کی طرح شاداب اور لمبی سیاہ زلفوں کی مالک جس کو خدا نے فرصت سے بنایا تھا۔

مجھے یاد ہے سکول کی لڑکیاں اسے مڑ مڑ کر دیکھا کرتی تھی جب ہم رکشے پر چھٹی کے بعد اسکول سے گھر لوٹتے لڑکوں کی ٹولیاں پیچھے لگ جاتیں میں کہتی۔

مہرو خدارا نقاب ڈال کر بیٹھو بے شرم دیکھو تو یہ کیسے تم کو تکتے ہیں۔

تبھی وہ اترا جاتی۔ خدا نے جب حسن دیا ہے تو اسے چھپا کر کیسے رکھوں میرا نقاب میں دم گھٹتا ہے

اسکے نخرے دیکھ کر نہیں لگتا تھا کہ یہ غریب گھرانے کی عام سے لڑکی ہے جسکے یہاں ایک وقت کا کھانا میسر تھا تو دوسرا وقت بھوکے سونا پڑتا تھا مہرو کے عجب مزاج تھے ان خیالوں میں بھی وہ اونچے خواب دیکھتی اور کسی ڈاکٹر انجینئر یا پھر رئیس زادے کے سپنوں میں کھوئی رہتی تھی۔

وہ کہتی۔ میں غریب ضرور ہوں لیکن قسمت بدلتے دیر نہیں لگتی تم دیکھ لینا ایک دن ضرور کوئی شہزادے آئے گا اور مجھے غربت سے نکال کر دولت کی دنیا میں دور لے جائے گا۔

میٹرک کے امتحان ہو چکے تھے فراغت ہی فراغت تھی۔ ایک روز میں اسکے گھر بیٹھی ہم لوڈو کھیل رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی یہ تو خالہ زبیدہ پھر آ گئی مہرو نے دروازہ کھول کر کہا۔

ارے ہاں بیٹا تیرے لئے ایک شہزادے کا رشتہ لے کر آئی ہوں

جاؤ جاؤ خالہ مت تنگ کرو میں نہیں کرتی شادی وادی ابھی میری کوئی عمر ہی کیا ہے۔

ہاں یہ بیٹھی ہے صبا اس کی کروا دو خالہ جی۔

یہ تو چھوٹی سی بچی ہے نا اور میں بوڑھی ہونے جا رہی ہوں ہم نے مذاق کیا تو خالہ جی مسکرا دیں اور آنٹی کے کمرے میں چلی گئی۔

وہ مہرو کی والدہ سے باتوں میں مصروف ہو گئی پھر میں نے مہرو کو خوب تنگ کیا یہاں تک کہ وہ ہنستے ہوئے رونے لگی میں نے کہا

کیا ہوا میری باتیں بری لگ گئیں

بولی نہیں تو اپنے بارے میں سوچ کر رو پڑی ہوں کہ زندگی نے ابھی کیا دیا ہے جو بعد میں سب کچھ مل جائے گا آج بھی لوگوں کی اترن پہنتی ہوں اور رشتے داروں کا بچا کھچا کھا کر بڑی ہوئی ہوں مجھ سی مفلس کی بیٹی کیلئے کہاں سے امیر گھرانے کا رشتہ آئے گا اپنے جیسے ہی بیاہ کر لے جائیں گے یہاں بھی گھٹن اور وہاں بھی ایسی ہی گھٹن ہوگی۔

دل چھوٹا نہ کرو مہرو اللہ تیرے لئے بہتر فیصلہ کرے گا وقت سدا ایک سا نہیں رہتا کیا پتا تو اتنی خوبصورت ہے کوئی اندھا بھی تجھ پر مر مٹے

وہ مسکرا کر بولی۔ اندھا تو دیکھ نہ پائے گا مر مٹے گا خاک۔

اس بار قسمت واقعی مہربان ہو گئی مہرو کیلئے ایک آفیسر کا رشتہ آ گیا یہ لوگ ملتان میں رہتے تھے اور بڑی اچھی فیملی تھی یہ اس شخص کی دوسری شادی تھی پہلی بیوی بانجھ تھی اور بدصورت بھی برادری کی لڑکی تھی اس لئے رشتہ ہو گیا لیکن بیوی کاشی سے کافی برس بڑی تھی جبکہ کاشی کسی چنچل خوبصورت اور اپنے سے کسی کم عمر لڑکی سے شادی کا خواہاں تھا اس لئے وہ بہت افسردہ رہتا تھا۔

مہرو کی والدہ نے بیٹی سے پوچھا۔ مہرو نے ہاں کر دی وہ غربت کے عذاب سے ہر صورت جان چھڑانا چاہتی تھی کاشی نوجوان اور خوبصورت تھا صاحب جائداد تھا اور آفیسر بھی تھا۔

اتنا اچھا رشتہ دوبارہ نہیں کہاں نصیب ہونا تھا کہنے لگی صباء نے ساری زندگی غربت میں

گزاری ہے اب قسمت کھل رہی ہے تو یہ موقع کیوں ہاتھ سے جانے دوں بار بار ایسے رشتے نہیں آیا کرتے

مہرو کی منگنی پر میں نے اسے تیار کیا وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس دن اُس کا دولہا دیکھا بڑی سی گاڑی میں آیا تھا اور ساتھ ان گنت مٹھائی کی ٹوکریاں بھی لایا تھا جن سے گھر بھر گیا سبھی حیرت سے دیکھ رہے تھے اور مہرو کی قسمت پر رشک کر رہے تھے نوجوان بڑی اچھی شکل وصورت کا تھا مگر بڑا سادہ مزاج تھا غرور نام کی کوئی چیز نہیں تھی مہرو بھی اُسے دیکھ کر خوش ہو گئی وہ اکثر بتاتی کہ کاشی آتے ہیں تو بہت سارے تحفے لاتے ہیں مگر میں نے کالج میں داخلہ لے لیا تھا اور پڑھائی میں مصروف ہو گئی تھی شام کو ٹیوشن جاتی اور مہرو سے کم ملتی اس کی شادی۔

چھ ماہ بعد ہوئی شادی کے بعد ملنے آئی تو بہت خوش تھی قیمتی لباس پہنا ہوا تھا بڑی سی گاڑی پر آئی ٹھاٹ باٹ دیکھ کر محلے والے حیران رہ گئے انہی دنوں ہم مکان بدلنا پڑا ہم کو کالج کے قریب گھر ملا ابو نے مناسب جانا کہ مجھ کو کالج جانے میں آسانی ہو گئی تھی لیکن مہرو سے دوری ہو گئی اب ملاقات نہ ہوتی کبھی کبھی خیر خبر مل جاتی۔

اچانک ایک روز اس کی والدہ کی وفات کی اطلاع ملی تو ہم ان کے گھر گئے یہ میری مہرو سے آج آخری ملاقات تھی پھر میری بھی شادی ہو گئی اور میں اپنی نئی زندگی میں کھو گئی۔

آج جب اسے اسپتال میں دیکھا تو حیران ہوں گئی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی بے سدھ پڑی تھی اور اس کی بھابھی پاس بیٹھی تھی اس نے مجھے مہرو کے حال سے آگاہ کیا۔

مہرو اپنی شادی کے بعد اپنے خاوند کے ہمراہ بہت خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی ان کے یہاں دو بچے بھی ہو گئے جس جگہ اس کے شوہر کی پوسٹنگ ہوتی مہرو کو ساتھ جانا ہوتا جہاں وہ کبھی سرکاری رہائش گاہ اور کبھی کرائے کے گھر میں اقامت پذیر ہو جاتے جب ایک چھوٹے شہر میں ان کی پوسٹنگ ہوئی تو وہاں سرکاری اقامت گاہ نہ ملی ایک کرائے کی کوٹھی میں رہائش اختیار کرنا پڑی اس کوٹھی میں تین بیڈ روم تھے دو کمرے اوپن تھے مگر ایک بند اور اُس پہ تالا لگا ہوا تھا مہرو نے شوہر سے کہا۔

وہ بند کمرے کو بھی کھلوا کر صاف کرائیں تاکہ ایک بیڈ روم مہمانوں کیلئے آراستہ کر دیں۔

کاشی نے منع کر دیا بتایا کہ مالک مکان نے سختی سے کمرہ کھولنے سے روکا ہے شاید وہاں کچھ سامان پڑا ہوا ہے تین کمرے ہمارے لئے کافی ہے

-

مہرو خاموش ہو گئی کچھ دن بعد اس کے شوہر کی رات کی ڈیوٹی لگ گئی اب وہ اس بڑے گھر میں شب بھر اکیلی ہوتی تو اسے ڈر محسوس ہوتا ایک رات گہری نیند میں تھی کہ اچانک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنی اس کی آنکھ کھل گئی اُٹھ کر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا وہ گھبرا گئی پانی پیا اور دوسرے کمرے میں بچوں کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہے تھے جونہی اپنے بیڈ روم میں لوٹی اس کی چیخ نکل گئی وہ چیختی دھاڑتی بچوں کے پاس پہنچی کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا ماں کے چلانے سے بچے بیدار ہو گئے اور ماں کو پریشان دیکھ کر رونے لگے وہ ان سے لپٹ گئی اور چپ کرا دینے لگی ڈر کے مارے نیند نہ آ رہی تھی پریشانی سے برا حال تھا جہاں یہ لوگ رہ رہے تھے فون کی سہولت موجود نہ تھی رات کے گھر سے باہر نکل کر کسی سے مدد بھی طلب نہ کر سکتی تھی اس کوٹھی کے آس پاس کوئی گھر نہ تھا صبح جب کاشی ڈیوٹی سے

لوٹا اس اپنے شوہر کو ساری بات بتائی اس نے کہا۔

تمہارا وہم ہے کوئی کہانی بنالی ہے تمہارے ذہن نے اکیلی تھیں نا خواب تو نہیں دیکھ لیا۔

اس نے گھوم پھر کر سارا گھر دیکھا واقعی ایک کھڑکی ٹوٹی ہوئی تھی اور کانچ بکھرا ہوا تھا۔ کانسی نے تسلی دی ہوم سے شاید ایسا ہوا یا کوئی چور ہوگا بہر حال میں فوراً چوکیدار کا انتظام کرتا ہوں اور کوئی عورت ملازم دن رات کیلئے تمہارے پاس رکھے دیتا ہوں تاکہ تم اکیلی نہ ہو۔

اگلی رات جب وہ سو رہی تھی تقریباً نصف شب ایک چیخ کی آواز کر اسکی آنکھ کھل گئی وہ آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی پھر ہمت سے کام لے کر واش روم جا کر وضو کیا تاکہ اللہ سے مدد مانگے اسکے دل میں ڈراؤنے وسوسے آ رہے تھے جونہی وہ باتھ روم کے قریب پہنچی اسے نل سے پانی گرنے کی آواز سنائی دینے لگی جیسے ٹونٹی کھلی رہ گئی ہو دل کو ڈھارس دی ہو سکتا ہے کسی بچے نے نل کھولا ہو اور ٹونٹی کو بند کرنا یاد نہ رہا ہو۔

اس نے واش روم کے اندر قدم رکھا تاکہ پانی بند کرے تبھی کمرے میں عجیب سی بو پھیل گئی اتنی کہ وہ وہاں کھڑی نہ رہ سکی بھاگ کر دوسرے کمرے میں آ گئی جہاں بچے سو رہے تھے بچوں کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی تبھی گیلری میں کسی کے چلنے کی آواز سنائی دینے لگی ہمت کر کے گیلری میں جھانکا چیخ نکل گئی۔

کئی بونے عجیب شکلوں والے چل پھر رہے تھے مہرو جہاں کھڑی تھی وہیں گر گئی اور بیہوش ہو گئی کچھ دیر بعد ہوش آیا اٹھ کر دیکھا تو صبح ہونے والی تھی دور سے آذان کی آواز آ رہی تھی وضو کر کے مصلے پر بیٹھ گئی

اے اللہ یہ کیا چیزیں ہیں کونسی مخلوق ہے جن بھوت ہیں سائے ہیں کیا ہیں آخر اس سوال کا جواب کون دیتا

وہ بچوں کی عافیت کی دعا کرنے لگی صبح آٹھ بجے اس کا شوہر آیا تو مہرو نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

وہ اس گھر میں نہیں رہ سکتی ساری رات عجیب و غریب حرکتیں ہوتی ہیں کبھی نلکا کھل جاتا ہے اور کبھی نصف شب گیلری میں بونے نما چیزیں بھاگ رہی ہوتی ہیں مجھ کو بہت ڈر لگتا ہے۔

کانسی نے جواب دیا خاطر جمع رکھو میرا ساتھ دیتا ہے رات کی ڈیوٹی مجھ کو لازمی کرنا ہے ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں آ سکتا آج چوکیدار آ جائے گا اس آدمی نے آج ایک کام والی کا انتظام کر دیا ہے۔ یہ ملازمہ دن رات تمہارے پاس رہے گی۔

یہ سن کر مہرو کی جان میں جان آ گئی اگلی رات آٹھ بجے وہ عورت آ گئی عمر چالیس پچپن کے قریب تھی اس کو مہرو نے کچن میں سونے کیلئے جگہ بتا دی چوکیدار بھی گیٹ پر چادر بچھائی لٹھ کر بیٹھ گیا مہرو تسلی سے اپنے بیڈروم میں سونے کیلئے چلی گئی آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سفید کپڑوں میں آ کر کہتا ہے۔

بچی یہ گھر چھوڑ دے کسی اور جگہ چلی جا۔

اس شخص کے ہاتھ میں وہ قرآن پاک ہے جو مہرو کی ماں نے رخصتی کے وقت دیا تھا وہ یہ قرآن پاک اس کو دیتا ہے تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے وہ گھبرا کر اٹھتی ہے اور خواب یاد کرتی ہے وہ قرآن پاک کے بارے میں سوچتی ہے جو اس نے اپنے گھر میں رکھا تھا مہرو وضو کر کے دوسرا قرآن پاک جو اس کے پاس تھا اٹھا کر اس کی تلاوت کرنے لگی پھر تلاوت کے بعد اسے الماری میں رکھ کر مڑی تو کچن سے ماسی کی آواز آنے لگی وہ زور زور سے پکار رہی تھی مہرو پریشان ہو کر اس عورت کی جانب بھاگی کچن میں گئی تو ماسی اندر نہیں تھی مہرو نے

گھبرا کر باقی کمروں میں دیکھا تو وہ وہاں بھی نہیں تھی اچانک بند کمرے کی طرف نظریں گئیں وہ مقفل کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی مل گئیں۔

کیا ہوا ماسی ہاجرہ تم تو کچن سے پکار رہی تھی یہاں کیسے آ گئی۔

بی بی جی یہاں سے کچھ عجیب آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

آپ یہ کمرہ کھولیں دیکھیں کیا ہے۔ یہاں سے سسکیوں کی آواز آ رہی تھیں جیسے کوئی کمرے میں بند ہو اور رو رہا ہو دیکھیں تو کیا ہے اس میں۔

میں نہیں کھول سکتی ماسی چابی میرے پاس نہیں ہے چلو تم جا کر سو جاؤ اور آیت الکرسی پڑھ لو مہرو ماسی کو لے کر کچن میں گئی تو وہاں سے کھانا پکنے کی خوشبو آنے لگی۔

بی بی یہ کیا معاملہ ہے مجھے ڈر لگ رہا ہے میں نہیں سو سکتی یہاں۔

اچھا چلو پھر بچوں کے کمرے میں سو جاؤ میں وہاں تمہارا بستر لگا دیتی ہوں۔

مہرو نے ماسی کیلئے فرش پر گدا بچھا دیا اور تکیہ چادر دے کر کہا۔ بچوں کے ساتھ سونا اچھا ہے یہ بھی اکیلے نہ ہوں گے۔

ماسی سونے کیلئے لیٹ گئی تو مہرو بھی اپنے بیڈ روم میں آئی اور قرآن پاک اپنے پاس رکھ لیا تاکہ سکون سے سو سکے مگر نیند رات بھر نہ آئی صبح جب کانسی لوٹ آیا تو اس نے سارا واقعہ شوہر کے گوش گزار کر کے کہا۔

یہ کوئی وہم نہیں ہے یہاں ضرور کچھ ہے

کانسی سوچ میں پڑ گیا اس نے چوکیدار سے تذکرہ کیا کیونکہ وہ اسی علاقے کا تھا اس نے کہا صاحب آپ صحیح کہتے ہیں یہ کوٹھی جنوں والی مشہور ہے۔ یہاں جو آ کر ٹھہرتا ہے چند روز میں چلا جاتا ہے آپ کی ہمت ہے جو بی بی کو اکیلا چھوڑ کر ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں میرا مشورہ مانیے کوئی اور رہائش گاہ تلاش کر لیں اور اس جگہ کو چھوڑ دیں

کانسی نے جواب دیا میں تبادلے کی کوشش کرتا ہوں واپس جا کر ہم سکون سے رہیں گے۔

اگلی رات پھر وہی ہوا کہ دو بجے شب دروازہ زور زور سے بجنے لگا مہرو اٹھ کر بیٹھی اس نے دروازہ کھولا راہداری میں کوئی نہ تھا گیلری میں جھانکا وہاں بھی کوئی نہ تھا وہ بیڈروم میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی اچانک لائٹ چلی گئی گھبرا کر ماسی کو آواز دی ماسی تک آواز نہ گئی تو وہ اندھیرے میں اٹھی اور سائیڈ ٹیبل پر ماچس تک پہنچی موم بتی جلائی پھر بچوں کے کمرے کی طرف چل دی تبھی گیلری پر نگاہ پڑی وہاں ہلکی ہلکی روشنی تھی اور بند دروازے پر جہاں تالا پڑا رہتا تھا وہ کھلا ہوا تھا مہرو کے خیال آیا کہ یہاں سے تالا کہاں گیا اور کمرہ کس نے کھولا اسے اپنے بچوں کی فکر تھی۔ جلدی سے انکے پاس آئی وہاں ماسی جو رات سوئی تھی اب وہاں موجود نہیں تھی اس نے واش روم کو چیک کیا وہ وہاں بھی نہ تھی مہرو گھبرا کر باہر آ گئی دوسرے کمرے کو چیک کیا ملازمہ وہاں بھی موجود نہ تھی تو وہ گیلری میں آوازیں دینے لگی۔

مہرو کو گمان ہوا کہ ماسی نے کہیں تالا نہ کھولا ہو ممکن ہے کہ اس متائی عورت کے پاس کوئی چابی ہو اور وہ مکان مالک کے رکھے ہوئے سامان میں سے کچھ چرانے گئی ہو کمرے کے نزدیک پہنچی تو وہاں سے چیزیں گرنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تبھی پیچھے سے ماسی نے پکارا۔

بی بی جی۔

مہرو نے مڑ کر دیکھا یہ تالا کس نے کھولا ہے

ماسی کیا تم نے نہیں تو
تالا کہاں کھلا ہے وہ لگا ہوا ہے بی بی کیا آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے
مہرو نے دروازے کی جانب دیکھا واقعی دروازہ بند تھا اور تالا پہلے دن کی طرح لگا ہوا تھا یہ دیکھ کر مہرو کو پسینہ آ گیا پریشان ہو کر سوال کیا۔
ماسی کہاں تھیں تم۔
وہ بولی کچن میں بے بی کا دودھ گرم کرنے گئی تھی وہ نیند میں دودھ مانگ رہی تھی
۔۔۔فیڈر ماسی کے ہاتھ میں تھا۔
مہرو کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ ماسی کو بچوں کے پاس سو جانے کی تلقین کر کے اپنے کمرے میں آ گئی اگلے کاشی کے ہمراہ کچھ مہمان آئے کاشی نے کہا۔
یہ علاقے کے معزز لوگ ہیں ان کی اچھی طرح خدمت کرنی ہے ان مہمانوں کی
ان مہمانوں میں ایک بزرگ عورت تھی اس کا نام ذکیہ تھا اس نے مہرو سے کہا۔
بیٹی ایک بات کہوں برا مت ماننا تمہارا یہ گھر بہت بھاری ہے یہاں اللہ کی دوسری مخلوق کا بسیرا ہے بہتر ہے اس گھر کو چھوڑ دو ورنہ یہ لوگ تم کو بہت تنگ کریں گے تمہارا یہاں رہنا دوبھر کر دیں گے
آپ سچ کہتی ہیں۔
پھر اس نے گزرے ہوئے سارے واقعات اس بزرگ نما خاتون کو بتائے اور کہا کہ میرے شوہر تبادلے کی کوشش کر رہے ہیں ہم بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔
ذکیہ بی بی نیک خاتون تھیں انہوں نے کچھ وظائف پڑھنے کو بتائے اور تعویز لکھ کر دیئے سب گھر والوں کے گلے میں ڈال دو
مہرو کام میں مصروف تھی اس نے تعویز الماری میں رکھ دیئے اور بھول گئی تین دن ذکیہ بی بی اور اس کا خاوند اس گھر میں قیام پذیر رہے تب کوئی واقعہ نہ ہوا چوتھے دن جب یہ مہمان چلے گئے مہرو کو تعویزوں کا خیال آیا بہت تلاش کئے مگر وہ نہ ملے کہیں گم ہو چکے تھے وہ پریشان ہو گئی مگر وظیفے پڑھتی رہی جو ذکیہ بی بی نے بتائے تھے۔
انہی دنوں اس کے شوہر کو سرکاری دورے پر کسی دوسرے شہر جانا پڑا کاشی کے جانے کے بعد رات کا کھانا کھا کر مہرو جلد سونے چلی گئی اس نے ماسی سے کہا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم بچوں کا خیال رکھنا۔
ملازمہ نے کام نپٹا دیا پھر کچن میں صاف کر کے وہ بھی سونے چلی گئی رات کے کسی پہر مہرو کی آنکھ کھلی اس نے دیکھا کہ کمرے کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی کہ اسے اپنے پاس کسی کی آہ بھرنے کی آواز سنائی دی وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی پلٹ کر دیکھا تو بہت ہی بری شکل کا بھیانک آدمی اس کے قریب سویا ہوا تھا ڈر سے چیخ پڑی اور بیہوش ہو گئی۔
تین دن تک ہوش میں نہ آئی تھوڑی دیر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھتی پھر بے ہوش ہو جاتی بالآخر ہوش آ گیا لیکن اب وہ مہرو نہ رہی تھی اللہ کی دوسری مخلوق کے حوالے ہو چکی تھی
ڈاکٹروں کو دیکھا انہوں نے کہا۔
کوئی بیماری نہیں ہے پیروں فقیروں کے پاس لے جا کر دم درود پڑھواؤ۔
مہرو گر کر بے ہوش ہو جاتی کچھ دن کچھ نہ کھاتی جب کھاتی تو بس نہ کرتی اسے دنیا کا ہوش نہ رہا تھا کبھی گھر والوں کو پہچانتی اور کبھی نہ پہچانتی اپنے بچوں کو اٹھا کر پھینک دیتی۔
شوہر نے مہرو کو اس کے بھائی اور بھابی کی حوالے کر دیا اور بچوں کو اپنے پاس رکھ لیا تا کہ وہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔
آج مہرو کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی اس لئے اسے ہسپتال لے آئے تھے۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی اس کا یہ حال دیکھ کر دکھ ہوا یہ وہ مہرو وہ مہرو جس کو اپنے حسن پر غرور تھا جس کے بال ہمیشہ سنورے رہتے تھے جس کی رنگت گلاب جیسی تھی آج وہ اجڑے بالوں اور سیاہ رنگت میں کسی دوسری دنیا کی مخلوق دکھائی دیتی تھی میں تھوڑی دیر اس کے پاس ٹھہر کر آ گئی اس کو پکارا بھی۔
مہرو مہرو دیکھو تو کون آیا ہے تم کو دیکھنے میں صباء ہوں مگر وہ غنودگی میں رہی آنکھ بھر کر میری جانب نہ دیکھا اور نہ پکار سکی آنکھ میں آنسو بھر کر میں لوٹ آئی خدا ہر ایک کو بچائے ایسے غیر معمولی حالات سے خدا جانے اسے کیا مرض لاحق تھا ایسا کوئی مرض جس کا علاج کسی کے پاس نہیں تھا خدا جانے کون سی مخلوق اس پر حاوی ہو گئی تھی کہ جس نے مرتے دم تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔
ایک روز میں اس کے گھر گئی ہوئی تھی پتا چلا کہ مہرو اس جہاں سے گزر گئی ہے کوئی نامعلوم مرض تھا جو اسے قبر میں لے گیا سچ کہا ہے کسی نے قبرستان کے پاس گھر نہیں لینا چاہئے اور نہ جلد گھر تبدیل کرنے چاہئیں خدا جانے کون سا مکان لیا ہو اور اس میں کوئی ان دیکھی مخلوق رہتی ہو یہ سب راز اللہ ہی کو معلوم ہے
آخر میں خوفناک ڈائجسٹ پڑھنے اور لکھنے والوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ رابطہ کریں آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت دیں۔
اے انسان شکستہ قبروں میں ذرا غور کر
کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے

غزل

اداس شاموں میں وہ لوٹ کر آنا بھول جاتا تھا
کر کے جفا مجھ کو ستانا بھول جاتا تھا
انہی فصلتوں نے اس کی مجھے بدنام کر ڈالا
وہ لکھ کے نام دیواروں پہ مٹانا بھول جاتا تھا
مت پوچھ محبت میں لاپرواہی اس کی
دے کر زخم وہ مرہم لگانا بھول جاتا تھا
کتنا دل نشین ہوتا تھا اس کی یاد کا منظر پرنس
وہ جب بھی یاد آتا تھا زمانہ بھول جاتا تھا
☆ .... محمد عمران پرنس-حاصل پور

غزل

کب دل میں تیری یاد کا ساماں نہیں رہا
اشکوں سے تر کیا گوشہ مژگاں نہیں رہا
دل مرا منتشر ہے غم روزگار میں
خوابوں کا آنا اب کوئی آساں نہیں رہا
رونا ہے کہ اب تو ان آنکھوں کا عمر بھر
اچھے دنوں کا اب کوئی امکاں نہیں رہا
دنیا ہمارے رہنے کے قابل نہیں رہی
چہرے معصوم تو ہیں مگر انساں نہیں رہا
نیرنگیاں دکھائی ہیں دنیا نے بارہا
مدت سے عقل عقل بھی حیراں نہیں رہا
مستی کسی کی آنکھ کی بھولا نہیں واجد
مجھ کو خیال گردش دوراں نہیں رہا
☆ .... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

اس نے یہ سوچ کر ٹھکرا دیا ہم کو اے نادان عامر
یہ غریب لوگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے
☆ .... عامر شہزاد وفا-ہری پور

لوگ پتھر تو پوج کر بھی معصوم ہیں
ہم نے ایک انسان کو چاہا اور گناہ گار ہو گئے
.... شگفتہ ماجد-آزاد کشمیر

بھید۔ قسط نمبر ۹

۔۔۔محمد خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔۔۔

سرحد پر سپاہیوں نے انہیں روک لیا اور ان کا سامان چیک کرنے لگے شاہان نہیں چاہتا تھا کہ ان کا سامان چیک کیا جائے۔ اب شاہان صبر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ شہزادے کی زندگی اور موت کا سوال تھا اس نے فوراً درویش گرشنک کی روح کو یاد کیا اور خچر پر لدے ہوئے ریشمی تھان پر پھونک ماردی۔ سپاہی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا اسے ریشمی کپڑے کا تھان ایک شیر کی شکل میں نظر آیا جو خچر پر بیٹھا تھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا شیر۔ شیر۔ سپاہی چیختا ہوا چوکی کی طرف ایسے بھاگا کہ اس نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا باقی سپاہی اس کی حماقت پر ہنسنے لگے پاگل ہو گیا ہے اسے خچر شیر نظر آ رہا ہے۔ مگر سوائے شاہان کے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ سپاہی سچا تھا۔ اسے واقعی شیر نظر آ رہا تھا۔ سپاہیوں نے شاہان اور حبشی غلام سے کہا وہ چلے جائیں شاہان نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور غلام کے ساتھ خچر کو ہانکتا ہوا سرحد پار کر گیا۔ سرحد کے دوسری طرف جاتے ہی انکی جان میں جان آئی اب انہوں نے بڑی تیزی سے سفر شروع کر دیا وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے نیوا کی سرحد سے دور ہو جانا چاہتے تھے کافی دور سفر کرنے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب کوئی سپاہی انکا پیچھا نہیں کر سکتا تو وہ ایک جگہ مہندی کی جھاڑیوں کے سائے میں رک گئے غلام نے کہا ہم خطرے سے نکل آئے ہیں شہزادے کو کپڑے کے تھان سے باہر نکال لینا چاہیے۔ ہاں میرے خیال میں خطرہ ٹل گیا ہے انہوں نے تھان کھولا۔ اور شہزادے کو باہر نکال دیا۔ بیچارہ کمسن شہزادہ گھنٹہ بھر کپڑے کے تھان میں لپٹے رہنے کی وجہ سے ادھ موا ہو رہا تھا۔ وہ درخت پر چھاؤں میں لیٹ گیا اور تازہ ہوا میں لمبے لمبے سانس لینے لگا جب اس کی طبیعت سنبھلی تو اس نے پوچھا۔ شیر شیر کی آوازیں سپاہی نے کیوں لگائی تھیں۔ کیا وہاں کوئی شیر آ گیا تھا۔ غلام نے مسکرا کر کہا۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی شہزادہ سلامت کہ عین وقت پر سپاہی کا دماغ الٹ گیا اور وہ شیر آیا شیر آیا کی آوازیں لگاتا ڈر کر بھاگ گیا۔ ورنہ وہ ریشمی تھان کھول دیتا۔ اور ہم سب گرفتار کر لیے جاتے۔ اور پھر جو حشر دشمن ہمارا کرتا وہ صاف ظاہر ہے۔ شاہان نے کہا۔ واقعی سپاہی کا دماغ الٹ گیا تھا ورنہ وہاں شیر کہاں سے آ سکتا تھا۔ شاہان نے ان کو ہرگز نہ بتایا کہ وہ یہ سب اس کی بزرگ گرشنک کی روح کا کمال تھا۔ جس نے مشکل کے وقت میں ان کی پوری پوری مدد کی تھی وہ اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

دیوتاؤں کے لیے مجھے میری والدہ کے پاس لے چلو شہزادے نے بے تاب ہو کر کہا۔

شہزادہ سلامت میں اسی لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ کو نہ صرف اپنی والدہ سے ملواؤں بلکہ آپ کا کھویا ہوا تخت حاصل کرنے میں بھی آپ کی مدد کروں مگر اس کے لیے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔

حبشی غلام کو بھی اب شاہان پر اعتبار آ گیا تھا۔ اس نے کہا کیا ملکہ عالیہ مجھے بھی یاد کرتی ہیں۔

ملکہ عالیہ کو تم پر بہت بھروسہ ہے انہیں یقین ہے کہ تم بڑی وفاداری اور جانفشانی سے شہزادے کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔

حبشی غلام بہت خوش ہوا۔ اور بولا۔ جب تک شہزادے کا زخم ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ ہم اس غار میں ہی رہیں گے شہزادے کو زخمی حالت میں یہاں سے نکالنا بہت ہی خطرناک ہوگا۔ تمہارے خیال میں شہزادے کا زخم کتنے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔

ابھی دو ہفتے اور لگیں گے۔ زخم بھی بھرنے ہیں۔

شہزادے نے پریشان ہوکر کہا میں اتنی دیر انتظار نہیں کرسکتا۔ میں اڑ کر اپنی والدہ کے پاس جانا چاہتا ہوں

ٹھیک ہے شہزادہ سلامت ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس غار سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرلیں مگر آپ کا زخمی حالت میں سفر کرنا خطرناک ہوسکتا ہے اس کے علاوہ بخت نصر کے سپاہی آپ اور میری تلاش میں چاروں طرف پھر رہے ہیں ہمیں دو ہفتے تک یہیں رہنا ہوگا۔ شاہان شہزادے کو دوا پلا کر واپس آ گیا۔ دوسرے روز بھی وہ غار میں شہزادے کی پٹی بدلنے گیا۔ شہزادہ سو رہا تھا اس کی حالت پہلے سے بہت بہتر تھی حبشی غلام ایک پتھر کی سل پر دوائی رگڑ رہا تھا وہ شاہان سے باتیں کرنے لگا بخت نصر نے بڑا ظلم کیا شاہی خاندان کو قتل کروا دیا گیا۔ اگر میں شہزادے کو بچا کر نہ لاتا تو شہزادہ بھی زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہوگیا ہوتا۔

شاہان بولا۔ ملکہ کے وفادار سپہ سالار کیر کا ملک یمن میں کیسے پتہ چلے گا۔

غلام نے کہا یمن میں اس کا ایک چچا رہتا ہے وہ شہزادے کو لے جا کر اس کے پاس پناہ لے لیں گے۔ ملک یمن غیر جانب دار ہے اور بخت نصر ابھی اس پر حملہ نہیں کیا اگر اس نے یمن میں حملہ کر دیا تو ہم یمن کی فوجوں کے ساتھ مل کر بخت نصر کا مقابلہ کریں گے غلام نے مسکرا کر کہا۔ ہم دونوں اکیلے سپہ سالار کیسر کی تھوڑی سی فوج کا ساتھ شاہ بابل کی اتنی بڑی فوج کا کیسے مقابلہ کریں گے۔

غلام کو شاہان کی پوشیدہ طاقتوں کا علم نہیں تھا شاہان نے بھی اسے وقت سے پہلے کچھ بتانا مناسب خیال نہ کیا اس نے صرف یہی کہا۔

یمن میں چل کر اس کے چاچا کے ہاں ٹھہریں گے اور بھی جیسے حالات ہوں گے ویسے کریں گے غلام نے کہا۔ سب سے مشکل کام ملکہ کو بابل شہر سے نکال کر کے یمن میں لانا ہے۔

کیا تمہیں یقین ہے کہ تم بخت نصر کی فوجوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ملکہ کو وہاں سے بھگا سکو گے میں کوشش کروں گا اور اگر رب عظیم کی مدد شامل رہی تو ملکہ کو قید سے نکالنے اور شہزادے سے ملانے میں ضرور کامیاب ہوں گا۔

حبشی غلام کو شک تھا کہ شاہان یہ کر سکے وہ نے کہا اگر وہ مناسب سمجھے تو وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار ہے شاہان نے کہا یہ وقت آنے پر فیصلہ کریں گے اتنے میں شہزادے کو ہوش آ گیا وہ شاہان کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ بڑی تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا شاہان نے پٹی کھول کر زخم دیکھا۔ زخم کافی بھر چکا تھا اس نے دوائی لگا کر نئی پٹی باندھ دی اسے دوائی پلائی اور واپس آ گیا۔ اس نے بوڑھے شہد فروش کو بتایا کہ شہزادہ صحت یاب ہو رہا ہے اس نے شہزادے کو وہاں سے فرار کر کے لے جانے کے بارے میں بوڑھے کو کچھ نہ بتایا اس نے حبشی غلام اور شہزادے کو بھی منع کر دیا تھا کہ اس سلسلہ میں پوری راز داری سے کام لیا جائے اور بوڑھے شہد فروش کو کسی قسم کی کوئی بات نہ بتائی جائے۔ شاہان ہر روز چوری چھپے غار میں جا کر شہزادے کا علاج کرتا رہا پندرہ روز گزر گئے اس اثنا میں شہزادہ کا زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا اور وہ غار میں چلنے

پھرنے لگا تھا۔ اب وہ اس منصوبے پر غور کرنے لگے کہ وہاں سے فرار کس طرح ہوا جائے کافی سوچ وچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی رات کو سوداگروں کے لباس میں غار سے نکل کر ملک یمن کا رخ کیا جائے حبشی غلام کا خیال تھا کہ شہزادے کو کہیں شاہی پہچان نہ لیں اس لیے اسے کپڑوں کے گٹھڑے میں لپیٹ کر گھوڑے میں ڈال دیا جائے تو بہتر ہوگا شاہان کو بھی یہ خیال پسند آیا اس نے کہا کہ وہ کل جا کر شہر سے کچھ کپڑے خرید لائے گا جنہیں پہن کر وہ وہاں سے فرار ہو جائیں گے شاہان واپس گھر آ گیا فرار کے بارے میں اس نے بوڑھے شہد فروش کو کچھ نہ بتایا دن بھر وہ شہر کی بچی کچھی مختلف دکانوں میں پھر کر کپڑا اور دوسرا سامان وغیرہ خریدتا رہا اس نے دو خچر بھی خریدے جن پر سامان لادا جاتا تھا یہ سارا سامان خچروں پر لاد کر وہ شام کے وقت غار میں آ گیا۔

آج رات کے پچھلے پہر وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا کیونکہ سوداگر ان دنوں عام طور پر منہ اندھیرے ہی سفر کیا کرتے تھے ساری رات وہ تیاریاں کرتے رہے حبشی غلام اور شاہان نے سوداگروں کا بھیس بدل لیا شہزادے کو اس میں اس طرح لپیٹا کہ اسے سانس باقاعدہ آتا رہے اور اس کا دم نہ گھٹے پھر انہوں نے بڑی احتیاط سے شہزادے کو اٹھا کر خچر پر لادا اور چپکے سے غار سے باہر نکل آئے۔ باہر آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے اور مشرق میں نیلی جھلکیاں نمودار ہونے لگی تھیں نینوا کا ویران شہر پچھلے پہر کے دھندلکے میں سو رہا تھا کچھ گھروں میں دور چراغوں کی روشنی ٹمٹما رہی تھی حبشی غلام اور شاہان ریشمی تھانوں میں لپٹے ہوئے شہزادے ماث کو خچر پر لاد کر شہر سے باہر ہی باہر آگے بڑھ رہے تھے جتنی جلدی ہو سکے وہ نینوا سے دور ہو جانا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اس ملک کی سرحد عبور کر جائیں گے۔ جس کی زمین شاہی خون کی پیاسی ہو رہی تھی اور جہاں قدم قدم پر شاہ بابل کے سپاہی شہزادے ماث کی تلاش میں چوکنے ہو کر کھڑے تھے غلام اور شاہان خاموشی سے سفر کر رہے تھے اس وقت دونوں ہی ایک ہی خیال سے پریشان تھے کہ کہیں راستے میں کوئی سپاہی نہ مل جائیں اس کے علاوہ سب سے بڑا خطرہ انہیں ملک کی سرحد عبور کرتے وقت تھا کیونکہ سرحدوں پر بخت نصر کے سپاہی چوکیاں بنا کر بیٹھے ہر آنے جانے کی پڑتال کر رہے تھے اس طرح خاموشی سے سفر کرتے ہوئے وہ شہر کی ٹوٹی فصیل سے کافی دور نکل آئے انہیں راستے میں گشت کرتا ہوا ایک سپاہی ملا ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے ریشمی تھان کا منہ کھول کر شہزادے کو تازہ ہوا دی اور تالاب کا ٹھنڈا پانی پلایا۔ شہزادے نے پوچھا ابھی سرحد کتنی دور ہے شہزادے سلامت ہم تھوڑی دیر میں پہنچنے والے ہیں آپ فکر نہ کریں جب تک آپ کا غلام زندہ ہے آپ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا شاہان حبشی غلام کی وفا شعاری اور جاں نثاری پر خوش بھی تھا۔ اور افسوس بھی کر رہا تھا کیونکہ سپاہیوں سے مقابلے کی صورت میں حبشی غلام سوائے اس کے اور کچھ نہیں کرسکتا تھا کہ تلوار نکال کر لڑائی کرے اور دو سپاہیوں کو زخمی کر کے خود بھی ہلاک ہو جائے۔ اور یوں شہزادے کو دشمنوں کے حوالے کر دے اس کے برعکس شاہان سوچ رہا تھا کہ وہ سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہونے کی صورت میں کون سی ایسی چال چلے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے پائے بہر حال وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا آسمان پر اب ستاروں کی چمک ماند پڑنے لگی تھی جوں جوں وہ سرحد کے قریب پہنچ رہے تھے انہیں کہیں قسم کے اندیشے گھیرنے لگے شاہان گہری سوچ میں تھا حبشی غلام خچر کی بھاگ تھامے چپ چاپ آگے آگے چل رہا تھا۔ شاہان خچر کے پیچھے چل رہا تھا شاہان نے کہا۔

سرحد پر تمہیں گونگا غلام بن جانا ہوگا سپاہی لاکھ تم سے بات کریں تم صرف غوں غاں ہی کرتے رہنا خبردار کسی حالت میں بھی کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا ایسا ہی ہوگا۔ آخر وہ سرحد پر پہنچ ہی گئے انہوں نے پہلے تو بڑی کوشش کی کہ وہ چوکیوں کے درمیانی فاصلہ پر سے سرحد عبور کرلیں مگر وہ ایسا نہ کر سکے سپاہی کے دستے برابر گشت کر رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں انہیں مجبور ہو کر ایک چوکی پر پڑتال کے لیے رکنا پڑا پہریداروں کے رکنے پر اور پوچھنے پر کہ وہ کون ہیں اور کہاں جا رہا ہے۔ شاہان نے بتایا کہ وہ بابل کا تاجر ہے اور نینوا میں اپنا مال فروخت کرنے آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہے ایک سپاہی نے حبشی غلام سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو غلام ہاتھ کے اشارے سے غوں غاں کر کے ظاہر کرنے لگا کہ وہ گونگا ہے شاہان نے بتایا کہ وہ اس کا غلام ہے اور گونگا ہے وہ بات نہیں کر سکتا۔ سپاہی حبشی غلام کی حرکتیں دیکھ کر قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ بلکہ انہوں نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا اور اس کے سر پر وہپ لگانے شروع کر دیئے موقع کی نزاکت کے آگے حبشی غلام سپاہیوں کی مار سہتا رہا اور کچھ نہ بولا بلکہ الٹا بیوقوفوں کی طرح ہنستا رہا۔ شاہان دل ہی دل میں دعا مانگتا رہا کہ وہ سپاہیوں کی چوکی سے جلد از جلد گزر جائے اسے یہی دھڑکا تھا کہ اگر کسی سپاہی نے اس کا ریشمی تھان کھلوا کر دیکھنے کی خواہش کی تو وہ کیا کرے گا۔ آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا ایک سپاہی نے آگے لدے ہوئے ریشم کے تھان کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور بولا۔

یہ تھان بہت اچھا ہے۔ اسے شہر سے لوٹ کر لا رہے ہو۔

شاہان نے کہا: وہ تھان اس کا ہے وہ بہت سے ریشمی تھان لے کر شہر بابل سے آیا تھا اس نے سارے تھان فروخت کر دیئے ہیں اور یہ بچا ہوا تھان واپس لے کر جا رہا ہے مگر سپاہی کو یقین نہیں آ رہا تھا اس نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو تم یہ ریشمی کپڑے کا تھان نینوا شہر سے لوٹ کر لا رہے ہو اسے نیچے اتارو۔ یہ تھان میں لوں گا اسے اتار کر زمین پر رکھ دو اور چلتے جاؤ شاہان کے تو ہاتھ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حبشی غلام بھی بے حد پریشان تھا اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ اس احمق اور وحشی سپاہی کو کیسے سمجھائیں اور تھان لینے سے باز رکھیں شاہان نے کہا۔

دیکھئے میں ایک غریب سوداگر ہوں اور منڈی کے آڑھتی سے قرض پر مال لے کر بیچتا ہوں یہ میرا مال نہیں ہے بلکہ ایک آڑھتی کی امانت ہے جو مجھے بابل پہنچ کر اسے واپس کرنا ہے آپ کی مہربانی ہوگی یہ تھان مجھے واپس دے دیں اور نہ لے آپ اس کے بدلے میں آپ سونے کے سکے لے لیں۔

میں سونے کے سکے بھی لوں گا اور ریشمی کپڑے کے تھان بھی لوں گا۔

سپاہی کی اس ضد پر شاہان اور حبشی غلام گھبرا گئے ابھی وہ کچھ سوچنے بھی نہ پائے تھے کہ سپاہی نے آگے بڑھ کر تھان اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اب شاہان صبر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ شہزادے کی زندگی اور موت کا سوال تھا اس نے فوراً درویش گرشنک کی روح کو یاد کیا اور خچر پر لدے ہوئے ریشمی تھان پر پھونک مار دی۔ سپاہی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا اسے ریشمی کپڑے کا تھان ایک شیر کی شکل میں نظر آیا جو خچر پر بیٹھا تھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا شیر شیر۔ سپاہی چیختا ہوا چوکی کی طرف ایسے بھاگا کہ اس نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا باقی سپاہی اس کی حماقت پر ہنسنے لگے پاگل ہو گیا ہے اسے خچر پر شیر نظر آ رہا ہے۔ مگر سوائے شاہان کے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ سپاہی سچا تھا۔ اسے واقعی شیر نظر آ رہا تھا۔ سپاہیوں نے شاہان اور حبشی غلام سے کہا وہ چلے جائیں شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا اور غلام کے ساتھ خچر کو ہانکتا ہوا سرحد پار کر گیا۔ سرحد کے دوسری طرف

جاتے ہی ان کی جان میں جان آئی اب انہوں نے بڑی تیزی سے سفر شروع کر دیا وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے نینوا کی سرحد سے دور ہو جانا چاہتے تھے کافی دور سفر کرنے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب کوئی سپاہی ان کا پیچھا نہیں کر سکتا تو وہ ایک جگہ مہندی کی جھاڑیوں کے سامنے میں رک گئے غلام نے کہا ہم خطرے سے نکل آئے ہیں شہزادے کو کپڑے کے تھان سے باہر نکال لینا چاہیے۔

ہاں میرے خیال میں خطرہ ٹل گیا ہے انہوں نے تھان کھولا۔ اور شہزادے کو باہر نکال دیا۔ بیچارہ کمسن شہزادہ کافی دیر کپڑے کے تھان میں لپٹے رہنے کی وجہ سے ادھ موا ہو رہا تھا۔ وہ ریت پر چھاؤں میں لیٹ گیا اور تازہ ہوا میں لمبے لمبے سانس لینے لگا جب اس کی طبیعت سنبھلی تو اس نے پوچھا۔

شیر شیر کی آوازیں سپاہی نے کیوں لگائی تھیں۔ کیا وہاں کوئی شیر آ گیا تھا۔

غلام نے مسکرا کر کہا۔ یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ شہزادہ سلامت ہے عین وقت پر سپاہی کا دماغ الٹ گیا اور وہ شیر آیا شیر آیا کی آوازیں لگاتا ڈر کر بھاگ گیا۔ ورنہ وہ ریشمی تھان کھول دیتا۔ اور ہم سب گرفتار کر لیے جاتے۔ اور پھر جو حشر دشمن ہمارا کرتا وہ صاف ظاہر ہے۔

شاہان نے کہا۔ واقعی سپاہی کا دماغ الٹ گیا تھا ورنہ وہاں شیر کہاں سے آ سکتا تھا۔

شاہان نے ان کو ہرگز نہ بتایا کہ وہ یہ سب اس کی بزرگ گرشنک کی روح کا کمال تھا۔ جس نے مشکل کے وقت میں ان کی پوری پوری مدد کی تھی وہ اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا غلام نے کھانے کے لیے جو کی روٹی اور پنیر کا مربہ نکالا اور جو انہوں نے بڑے شوق سے کھایا اور چشمے کا ٹھنڈا پانی پی کر غور کرنے لگے کہ اس طرف کا رخ کیا جائے کہ وہ بڑی تیزی سے ملک دشمن سے نکل جائیں غلام نے کہا۔

ہمیں دریائے فرات کے اوپر کی طرف سفر کرتے ہوئے ملک سمیریا کی جنوبی سرحدوں سے گزر کر آگے بڑھنا ہوگا۔ یہ سب سے آسان راستہ ہے اس راستے میں واقف ہوں میں کئی بار اس راستے سے گزر گیا ہوں

شاہان نے پوچھا اگر ہم ساری رات اور دن کا کچھ حصہ سفر کرتے رہیں تو کب تک پہنچ جائیں گے۔

میرے خیال میں پیر روز میں پہنچ جائیں گے۔

ٹھیک ہے۔ ہمیں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اپنا سفر شروع کر دینا چاہیے۔

غلام نے کہا۔ میرے خیال میں ہمیں دشمن ملک کی سرحدوں کے قریب آرام نہیں کرنا چاہیے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم تیزی کے ساتھ دشمن کی سرحدوں سے دور نکل جائیں اس لیے ہمیں ابھی اٹھ کر سفر شروع کر دینا چاہیے۔

ٹھیک ہے شہزادہ سلامت آپ خچر پر سوار ہو جائیں۔ کاش ہمیں کہیں سے گھوڑے مل جائیں یہاں سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک آزاد بستی ہے وہاں سے ہم گھوڑے خرید سکتے ہیں شہزادے کو خچر پر سوار کرا کے انہوں نے دریائے فرات سے اوپر سے سفر شروع کر دیا دریائے فرات دس کوس سفر کرنے کے بعد ان سے پیچھے رہ گیا اور اب وہ اس آزاد بستی کے قریب پہنچ گئے تھے جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدنے تھے یہ بستی خانہ بدوش قسم کے لوگوں کی تھی۔ جنہوں نے کسی خاص وجہ سے وہاں کئی سالوں سے ڈیرے جمار کھے تھے ان خانہ بدوشوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو جرائم پیشہ تھے اکثر ڈاکے مارتے تھے اور مسافروں کا سامان اور گھوڑے لوٹ کر لے آتے تھے اور پھر انہیں بیچ کر گزارہ کرتے تھے غلام ان لوگوں کی بری عادتوں

سے اچھی طرح واقف تھا ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو سونے کے عوض شاہ بابل کی مخبری کرتے تھے غلام خاص طور پر ایسے مخبروں سے خبردار رہنے کی ہدایت کی تھی وہ بستی میں داخل ہو کر ایک کارواں سرائے میں آ گئے انہوں نے سرائے کے مالک کو سونے کے کچھ سکے دیئے جس کے عوض انہوں نے کھانا کھایا اور ریشمی تھان فروخت کر دیا پھر انہوں نے مالک سے کہا۔ کہ وہ تین عمدہ نسل کے گھوڑے خریدنا چاہتے ہیں اس نے کہا میں آپ کو گھوڑوں کے مالک کے پاس لے جاتا ہوں جو بڑا سوداگر ہے اس سے آپ اپنی پسند کے گھوڑے خرید سکتے ہیں شاہان نے پوچھا۔ وہ مکان کتنی دور واقع ہے ساتھ والے بازار میں ہی ہے سرائے کا مالک ان تینوں کو لے کر گھوڑوں کے سوداگر کی چھوٹی سی حویلی میں آ گیا۔ سوداگر گھنگھریالے سیاہ بالوں والا ایک ڈاکو تھا جس کے دائیں گال پر تلوار کے لمبے اور گہرے زخم کے نشان تھے سرائے کے مالک نے کہا۔

یہ مسافر کپڑے کے سوداگر ہیں اور تین گھوڑے خریدنا چاہتے ہیں سوداگر نے شاہان غلام اور شہزادے کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور کہا۔

تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو۔

شاہان نے کہا۔ ہم ملک افریقہ کے رہنے والے ہیں تجارت کرنے ملک نینوا گئے تھے وہاں مال بیچ کر واپس آ رہے تھے کہ سرحد پر ڈاکوؤں نے ان کے گھوڑے چھین لیے اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے گھوڑے خرید کر اپنے وطن واپس چلے جائیں۔

سوداگر نے بڑی مکارانہ ہنسی کے ساتھ کہا مگر جس راستے پر تم سفر کر رہے ہو وہ تو افریقہ کے بجائے ملک یمن جاتا ہے۔

شاہان نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ یمن سے موتی اور گرم مصالحہ خرید کر اپنے دیس ساتھ لے جائیں

بہت خوب یہ لڑکا کون ہے سوداگر نے شہزادے کو گھورتے ہوئے کہا۔

یہ میرا بیٹا ہے۔ شاہان نے جھٹ سے کہا۔

مگر اس کی سیاہ آنکھیں اور سفید رنگت صاف بتا رہی ہیں کہ یہ کسی امیر کا بیٹا ہے۔ بلکہ کسی ملک کے بادشاہ کا بیٹا ہے شاہان اور غلام گھبرا گئے۔ کہ کم بخت سوداگر نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔ حبشی غلام کو اچانک خیال آیا کہ یہ شخص کہیں شاہ بابل کا مخبر نہ ہو اس نے فوراً کہا۔

یہ اپنے باپ کے ساتھ کافی عرصے سے پہاڑی مقام پر رہا ہے اس وجہ سے رنگت گوری ہے شاہان نے جھٹ ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

جی ہاں ورنہ ہم غریبوں کا رنگ سفید کیسے ہو سکتا ہے اور پھر میرے بیٹے کی قسمت میں کسی بادشاہ کا بیٹا ہونا کہاں۔۔ سوداگر ہنس کر بولا۔

ارے آپ میری باتوں کو سچ سمجھ بیٹھے ہو۔ میں تو آپ لوگوں سے مذاق کر رہا تھا بھلا کیا مجھے معلوم نہیں کہ کسی ملک کے بادشاہ کا بیٹا اس طرح چھپ کر سفر نہیں کر سکتا۔

شاہان نے ہنس کر کہا۔ یہی تو میں بھی حیران تھا کہ آپ ایسا عقل مند سیانا آدمی اس قسم کی باتیں کیونکر سوچ سکتا ہے اچھا اب یہ بتایئے کہ آپ ہمیں گھوڑے کس وقت دیں گے۔ اس لیے کہ ہمیں جلدی سفر پر روانہ ہونا ہے نینوا میں ہمارا پہلے ہی کافی نقصان ہو چکا ہے۔

آپ کل صبح یہاں تشریف لائیں گھوڑے آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے یہیں قیمت بھی طے ہو جائے

گی۔ ساری باتیں طے کر کے کل کا وعدہ لے کر شاہان حبشی غلام اور شہزادہ مات واپس کاروان سرائے میں آ گئے وہ اس بستی میں رات بسر کرنا نہیں چاہتے تھے مگر انہیں مجبوراً وہاں رات بسر کرنی پڑ گئی تھی۔

حبشی غلام نے کہا۔ مجھے یہ گھوڑوں کا سوداگر بڑا خطرناک آدمی لگتا ہے مجھے اس کی باتوں سے مخبری کی بو آتی ہے کس مکاری سے اس نے شہزادے کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ کسی بادشاہ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے شاہان نے غلام کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

تمہارا شک بے جا نہیں ہے ہمیں اس سے ہوشیار رہنا ہوگا۔

شہزادے نے کہا اگر ایسی بات ہے تو ہمیں گھوڑوں کا خیال ترک کر کے ابھی اسی بستی سے نکل جانا چاہیے

نہیں شہزادہ سلامت گھوڑوں کے بغیر ہم یمن تک کا سفر آسانی سے طے نہ کر سکیں گے ہم صبح اس آدمی سے گھوڑے خریدتے ہی یہاں سے فرار ہو جائیں گے ان ہی خطروں کا اظہار کرتے وہ سو گئے۔ صبح اٹھ کر وہ سوداگر کی حویلی میں گئے اس نے وعدے کے مطابق تین عربی گھوڑے تیار کر رکھے تھے قیمت ادا کرنے کے بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو سوداگر نے بڑی مکاری کے ساتھ کہا۔ یمن کا راستہ خطروں سے بھرا پڑا ہے احتیاط سے سفر کرنا دوستوں شاہان نے کہا آپ کی ہدایت کا شکریہ اس کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ گھوڑوں کو چلاتے ہوئے بازاروں سے گزر کر بستی سے باہر آ گئے باہر آتے ہی انہوں نے ایک طرف کو گھوڑے دوڑا دیئے۔ دھوپ بڑی تیز تھی اور گرمی میں ریت انگاروں کی طرح تپ رہی تھی دوپہر تک سفر کرنے کے بعد وہ تھک گئے اور ایک جگہ پر درختوں کے سائے دیکھ کر آرام کرنے کے لیے رک گئے۔ یہاں درختوں کے سائے میں ایک ٹیلہ تھا۔ جس کے پہلو میں ایک غار بنا ہوا تھا تینوں اس غار میں چلے گئے۔ اور انہوں نے غار کا منہ جھاڑیوں سے بند کر دیا۔ انہیں شام تک سونا تھا اور خطرہ تھا کہ کہیں سوداگر نے مخبری نہ کر دی ہو گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آوازیں سنائی دیں وہ ایک دم چونکے۔ شاہان اور غلام غار سے باہر نکل کر ٹیلے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دیکھا تو انہیں دور کچھ سپاہی آتے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کے فولادی خود اور زرہ بکتر دھوپ میں چمک رہا تھا وہ جلدی سے واپس غار میں چھپ گئے اور اس کا منہ جھاڑیوں سے بند کر دیا۔ خطرہ اس کے سروں پر منڈلانے لگا تھا سپاہی وہاں آ کر رک گئے انہوں نے چشموں پر سے گھوڑوں کو پانی پلایا اور باتیں کرنے لگے شاہان اور غلام نے گھوڑوں کے سوداگر کی آواز صاف پہچان لی وہ انہیں کہہ رہا تھا۔

ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے وہ آج ہی صبح مجھ سے گھوڑے خرید کر سفر پر روانہ ہوئے ہیں اور زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔

ایک سپاہی نے کہا۔ فکر نہ کریں ہم انہیں بابل نینوا کے ریت کے ٹیلوں کے اندر سے بھی نکال لائیں گے۔

اتنا کہہ کر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے آگے نکل گئے۔ تو گویا غلام کا اندازہ درست تھا سوداگر شاہ بابل کی فوج کا جاسوس تھا اور اس نے شہزادے کے فرار کی اطلاع کر دی تھی شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ وہ غار کے اندر ہونے کی وجہ سے بچ گئے انہوں نے رات اسی غار میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہونے کا بالکل ہی اندیشہ نہ رہے دوسرے روز وہ غار سے گھوڑوں سمیت باہر نکلے اور منہ

اندھیرے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ یمن کی طرف چل پڑے۔ نینوا کی سرحدوں سے یمن کی سرحد چودہ روز کے سفر پر تھی وہ دن کا کچھ حصہ آرام کرتے جب کہ صحرا میں دھوپ بہت تیز تھی اور اس کے بعد شام پڑتے ہی دوبارہ سفر پر روانہ ہو جاتے۔ وہ خطروں کی دنیا سے دور نکل گئے تھے اور اب نئے اندیشوں نے انہیں گھیر رکھا تھا شاہان کو خاص طور پر حبشی غلام کے چچا کے بارے میں فکر تھی جس کے ہاں وہ یمن میں پناہ لینے جا رہے تھے خدا جانے وہ کون شخص تھا کہیں وہ بھی دولت کے لالچ میں آ کر شہزادے کی جاسوسی نہ کر دے اگر ایسا ہو گیا تو اور اگر وہ لوگ یمن میں گرفتار کر لیے گئے تو وہ شہزادے کی والدہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ اسی قسم کے وسوسے تھے جنہوں نے شاہان کو گھیر رکھا تھا۔

پانچویں روز وہ یمن کی سرحد سے ایک دن کے سفر کے فاصلہ پر صحرا میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک بے زور کی آندھی کا زور تھما تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا جہاں پہلے ریت کے ٹیلے تھے وہاں اب گہرے گڑھے پڑے تھے یہ ایک عجیب و غریب حادثہ تھا اس سے پہلے صحرا میں انہوں نے آندھی میں گڑھے پڑتے ہوئے دیکھے تھے وہ ایک گڑھے کے پاس آ کر غور سے دیکھنے لگے یہ کافی گہرا گڑھا تھا اور یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کے اندر راستہ جا رہا ہو شاہان نے گڑھے کے اندر اتر کر معلومات حاصل کرنے کا خیال ظاہر کیا تو حبشی غلام نے کہا ہمیں اندر نہیں جانا چاہیے کہیں کسی نئی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

شہزادے نے بھی اسی قسم کا خیال ظاہر کیا اور وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے چلنے ہی والے تھے کہ اچانک گڑھے میں سے آگ کے شعلے نمودار ہونا شروع ہو گئے وہ تعجب سے ان شعلوں کو دیکھنے لگے۔

غلام نے کہا۔ یہ آگ کہاں سے آ گئی

وہ ابھی غور ہی کر رہے تھے کہ آگ تھمنا شروع ہو گئی شعلے مدھم پڑنے لگے اور پھر آگ ٹھنڈی پڑ کر غائب ہو گئی اور اس کی جگہ نیلے رنگ کا دھواں نکلنے لگا یہ دھواں پہلے تو بادلوں کی طرح ابھرتا رہا۔ اور پھر اس نے ایک اونچے ستون کی شکل اختیار کر لی جو آسمان کی وسعتوں میں جا کر غائب ہو گیا تھا وہ تینوں اس منظر کو حیرانی سے دیکھتے رہے شاہان کا خیال تھا کہ شاید اس زمین کے اندر آتش فشاں پہاڑوں کا مادہ چھپا ہوا ہے۔ جو باہر نکل رہا ہے غلام نے کہا۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔

شہزادے نے کہا ہاں شاہان ہمیں آگے نکل جانا چاہیے

وہ ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ آسمان پر ایک روشنی سی چمکی اور خوفناک چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں شہزادہ ڈر کر حبشی غلام سے لپٹ گیا حبشی غلام کے چہرے پر خوف سے زردی چھا گئی تھی ابھی وہ شاہان سے پوچھنے ہی والا تھا۔ کہ یہ سب کچھ کیا ہے کہ ایک خوفناک قہقہہ بلند ہوا اور گرد و غبار کے بادل اٹھ کر انہیں چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گھوڑے ڈر کر شور مچانے لگے شاہان نے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا غلام نے کہا۔

ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔

وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگنے لگے تو گھوڑے جیسے گرد و غبار کی دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑے اب ایک مکروہ اور ڈراؤنی شکل ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی جس کے سر پر سینگ تھے سرخ

آنکھیں بڑے پیالوں جتنی تھی اور سر کے بال پاؤں کو چھو رہے تھے شہزادے کی چیخ نکل گئی حبشی غلام کو پسینہ آ گیا صرف شاہان خاموش اور پرسکون تھا اس جن نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

تم میرے گھر میں کیوں آئے ہو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

شاہان نے بلند آواز میں کہا۔ ہم مسافر ہیں اور سفر کر رہے ہیں ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔

نہیں تم نے جان بوجھ کر میرے گھر کو روند ڈالا ہے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تم لوگوں کو کچا چبا جاؤں گا۔

اتنا کہہ کر اس بھوت نے ہاتھ آگے بڑھا کر شہزادے کو اپنے پنجے میں جکڑنے کی کوشش کی شہزادہ بھاگ کر ایک طرف ہو گیا بھوت نے قہقہہ لگایا اور شہزادے کی گردن دبوچنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ حبشی غلام نے حق نمک ادا کرتے ہوئے نیام سے تلوار نکالی اور پوری طاقت سے بھوت کے لمبے چوڑے ہاتھ پر وار کر دیا اس کے ہاتھ پر زخم لگا اس نے تڑپ کر ایک چیخ ماری اور ٹیلے کے دامن سے ایک تناور اور گنجان درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا درخت کو ایک ڈنڈے کی طرح اپنے سر کے گرد گھما کر اس نے پوری طاقت سے حبشی غلام کے سر پر وار کیا اگر غلام پھرتی سے کام لے کر اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاتا تو وہ اس طرح پچکا جاتا۔ جس طرح پہاڑ کے نیچے چیونٹی آ کر پچکی جاتی ہے بھوت نے دوسری بار وار کیا غلام دوسری طرف ہٹ گیا۔ بھوت غصہ میں آ کر ریت اڑانے لگا چاروں طرف غبار سا چھا گیا۔ اب شاہان خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا تھا اس لیے کہ غلام اور شہزادے کی جان خطرے میں تھی بھوت نے انہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا شاہان نے آنکھیں بند کر کے مراقبہ کیا اور صلالہ کی روح کو آواز دی۔

اے صلالہ کی روح میری مدد کر تو جہاں کہیں بھی ہے یہاں آ کر ہماری مدد کر ہمیں اس خوفناک بھوت سے نجات دلا اس وقت بھوت حبشی غلام کو تانگ سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا صلالہ کی روح نے شاہان کی آواز سن لی تھی وہ فوراً وہاں پہنچ گئی اس نے آتے ہی جو ڈراؤنا نقشہ دیکھا وہ اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھا شاہان نے روح سے کہا اے صلالہ کی روح ہمیں اس قاتل بھوت سے نجات دلا۔

فکر نہ کر شاہان میں تمہاری مدد کے لیے آسمانوں سے آئی ہوں۔ روح نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا ہاتھ کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ بجلی بڑے زور سے قہقہہ بلند کیا اور آسمان سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو گئے۔ ان شعلوں کا رخ بھوت کی طرف تھا وہ آسمان بجلی بن کر کڑک کڑک کر بھوت کے سر پر گر رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے بھوت کا جسم آگ کے شعلوں میں آ گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے چلانے لگا مگر آسمان سے آگ برابر برس رہی تھی وہ آگ کا بگولہ بن کر صحرا میں گردش کرنے لگا اور ساتھ ہی اس کی چیخ و پکار گونج رہی تھی وہ چیختے ہوئے کہنے لگا۔

شاہان میں ترشی ڈائن کا بھیجا ہوا آسیب ہوں جو ایک بھوت کی شکل میں تیری تلاش میں تھا مجھے ترشی ڈائن نے مجھے تیرے پیچھے بھیج دیا تھا پر تو آج مجھ سے بچ گیا۔ مگر یاد رکھ مجھ سے تو تو بچ گیا مگر ترشی اور کالی چرن سے نہیں بچ پائے گا وہ بھی تیری تلاش میں تیرے پیچھے پیچھے آ گئے ہیں اب تو ان سے نہ بچ پائے گا اور میرے مرنے کی خبر ان تک پہنچ جائے گی۔ یہ کہتے ہی وہ جل بھن کر راکھ بن گیا۔ شاہان سوچنے لگا کہ یہ آسیب کون ترشی اور کون کالی چرن کیونکہ اس دنیا میں آنے کے بعد وہ اپنے پچھلے دن بھول گیا تھا یہ سب اچانک وہ قبر سے ہو کر اس ہزاروں سال پہلے کے دور میں آ گیا ہے شاہان کو بس یاد ہے کہ وہ بادشاہ فرعون کا

اور ملکہ کا بیٹا ہے۔ بہرحال اس نے بھوت کے جلنے کے بعد صحرا میں گرد و غبار کا طوفان غائب ہو گیا۔ حبشی غلام نے زمین پر سے اٹھ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا دیوتاؤں نے ہماری مدد کی ہے مقدس دیوتا ہم پر مہربان ہو گئے ہیں شاہان اب اسے کیا بتاتا کہ مدد دیوتاؤں نے نہیں کی تھی بلکہ اس کی محسن صلالہ کی روح نے کی تھی۔

اس نے کہا اب ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے وہ جلدی جلدی گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہاں سے آگے نکل گئے۔ شام سے کچھ دیر پہلے وہ تھک کر چور ہو چکے تھے کچھ دیر رک کر آرام کرنے اور گھوڑوں کو پانی وغیرہ پلانے کے لیے وہ کھجور کے جھنڈ تلے ایک چشمے کے پاس آ کر رک گئے ابھی وہ گھوڑوں کو پانی پلا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اچانک ٹیلے کے عقب سے بخت نصر کی فوج کے کچھ سپاہی نمودار ہوئے اور انہوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سردار نے شاہان کے قریب نیزہ مار کر کہا۔

تم ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ آخر ہم نے تم لوگوں کو پکڑ لیا شہزادے کے ساتھ ان سب کو رسیوں میں جکڑ دو شاہان اور حبشی غلام ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہی رہ گئے سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ان تینوں کو رسیوں میں کس کر باندھ دیا۔ اور گھوڑوں پر لاد کر واپس نینوا کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک اور اتنی تیزی سے ہوا کہ وہ سمجھ ہی نہ پائے کہ فوج کہاں سے آ گئی تھی۔ اصل میں یہ سپاہی شروع ہی سے ان کا پیچھا کر رہے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ اب انہیں موقع مل گیا تھا اور انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا شاہان اور حبشی غلام سخت مایوسی کے عالم میں رسیوں میں بندھے ہوئے شہزادے کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھے تھے۔ اور واپس نینوا کی طرف جا رہے تھے انہیں یقین تھا کہ شہزادے کی جان اب نہیں بچائی جا سکتی۔ شاہان صلالہ کی روح کو نہیں بلا سکتا تھا کیونکہ وہ دوسری بار بھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔

سفر کرتے ہوئے رات ہو گئی۔ سپاہیوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ اور آرام کرنے لگے انہوں نے غلام شاہان اور شہزادے کو الگ الگ درختوں سے باندھ دیا تھا اور آگ جلا کر بکرے کا گوشت بھونا اور اسے کھانے لگے وہ کھا بھی رہے تھے اور خوشی سے قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ اور پھر نیند کی گہری وادی میں چلے گئے صرف ایک سپاہی ہاتھ میں تلوار لیے درختوں کے سامنے بیٹھا پہرہ دے رہا تھا شاہان بندھا ہوا تھا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اسی طرح شہزادہ اور حبشی غلام بھی بندھا ہوا تھا ان کے لیے ہاتھ پاؤں ہلانا مشکل ہو رہا تھا رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی انہیں معلوم تھا کہ کوئی طاقت انہیں سپاہیوں کے چنگل سے نجات نہیں دلا سکتی دو روز بعد وہ بخت نصر کے گورنر کے سامنے ہوں گے وہ شہزادے کا سر کاٹ کر طشت میں رکھ کر بخت نصر کے پاس بابل کو روانہ کر دے گا۔ یہ بڑی خوفناک بات تھی شاہان نے سوچا کہ جب شہزادہ کی والدہ کو معلوم ہوگا کہ اس کے بیٹے کا سر کاٹ کر بابل لایا گیا ہے تو اس بیچاری کے دل پر کیا قیامت نہیں گزرے گی۔

شاہان یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا اور پہرے دار سپاہی تلوار لیے اس کے سامنے بیٹھا بڑے غور سے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا اچانک شاہان نے پہریدار کے پیچھے ایک سائے کو دیکھا یہ سایہ بڑے آرام سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا پہلے تو شاہان نے اسے اپنا وہم خیال کیا لیکن جب وہ پہریدار کے بہت قریب آ گیا تو شاہان نے دیکھا کہ وہ ایک اونچا لمبا کڑیل جوان تھا جس نے چہرے پر سیاہ نقاب پہن رکھی تھی اس اجنبی نقاب پوش کو حبشی غلام اور شہزادے نے بھی دیکھ لیا تھا۔ مگر وہ چپ تھے وہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے کہ نقاب پوش کیا کرنے والا ہے پہریدار سپاہی کو بالکل علم نہیں تھا کہ اس کے پیچھے اس کی موت آہستہ آہستہ آگے بڑھ

رہی ہے نقاب پوش بہت پھونک پھونک کر ریت پر قدم اٹھا رہا تھا وہ اب پہریدار کے بالکل سر پر پہنچ گیا تھا اچانک اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر سپاہی کی گردن دبوچ لی یہ سب کچھ اس قدر تیزی کے ساتھ ہوا کہ سپاہی کی آواز تک نہیں نکل سکی نقاب پوش نے سپاہی کا گلا دبانا شروع کر دیا۔ اور اس وقت چھوڑا جب وہ مر چکا تھا سپاہی کی لاش زمین پر رکھ کر نقاب پوش آگے بڑھا اور شاہان کے درخت کے پیچھے جا کر اس کی رسیاں کھولنے لگا شاہان آزاد ہو گیا وہ ان دونوں نے مل کر حبشی غلام اور شہزادے کی بھی رسیاں کھول دیں شہزادہ اب کچھ پوچھنے لگا تو نقاب پوش نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ دبے پاؤں چلتے ہوئے نخلستان سے کافی دور نکل گئے۔ یہاں چار گھوڑے ایک درخت کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اب نقاب پوش نے زبان کھولی اور کہا۔

میں نینوا کے شہزادے کو ادب سے سلام کرتا ہوں یہ میری خوش نصیبی ہے کہ شہزادے کی جان بچانے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ حبشی غلام نے پوچھا۔

اے اجنبی۔ نقاب پوش کیا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں نقاب پوش نے اپنا نقاب اتار دیا۔ وہ ایک خوش شکل نوجوان تھا۔

میرا نام یوکا ہے میں کیسر سپہ سالار فوج نینوا کا خدمت گزار ہوں اور شاہ نینوا کی وفادار فوج کے دستے سے تعلق رکھتا ہوں میں کیسر کی تلاش میں قرطاجنہ جا رہا تھا کہ راستے میں آپ لوگوں کو بخت نصر کی فوج کے سپاہیوں کی قید میں دیکھا میں نے شہزادے کو پہچان لیا۔ اور اس موقع کی تلاش میں رہا جب سپاہی سو جائیں اور آپ کو آزاد کرا سکوں۔ شاہان نے کہا۔

ہم آپ کے شکر گزار ہیں معزز یوکا۔

یوکا نے پوچھا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے۔ اور شہزادے کے ساتھ کس حیثیت سے سفر کر رہے ہیں۔ شاہان نے کہا میرا نام شاہان ہے اور میں حکیم ہوں شہزادے کا وفادار ہوں اور چاہتا ہوں کہ نینوا کا تخت شہزادے کو واپس دلایا جائے یوکا نے کہا۔

میں یہ سن کر بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ ہمارے شہزادے کے وفادار ہیں یقیناً ہم ایک روز اپنا کھویا ہوا تخت ضرور حاصل کریں گے اور شہزادے کو اپنا شہنشاہ بنائیں گے۔

ضرور حبشی غلام نے کہا۔

شاہان نے پوچھا معزز یوکا۔ کیسر سپہ سالار کس جگہ پر ہے۔

یوکا نے جواب دیا مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ بخت نصر کے سپاہیوں نے ہماری کمین گاہ پر چھاپہ مار کر ہمارے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا اور کیسر کو گرفتار کر کے لے گئی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں یمن کے بادشاہ نے بخت نصر کے سپاہیوں کی مدد کی کیونکہ وہ بخت نصر کی پھیلتی ہوئی سلطنت اور طاقت سے خوفزدہ ہے کیسر کہاں پر قید ہے مجھے صرف اتنی خبر مل سکی ہے کہ وہ صوبہ قرطاجنہ میں کسی جگہ پر قید ہے اور بہت جلد اسے شاہ بابل کے دربار میں پیش کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ بخت نصر اس کا سر کاٹ کر قلعے کے دروازے پر لٹکانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ صرف اپنے جشن تاج پوشی کا انتظار کر رہا ہے جو دو ماہ بعد ہے۔ کیسر کی گرفتاری اور وفادار فوج کے سپاہیوں کے قتل کا سن کر غلام اور شہزادے کو بے حد دکھ ہوا۔ حبشی غلام نے کہا۔

اس وقت ہماری حامی فوج کے سپاہیوں کی تعداد کتنی ہوگی۔

وہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں اور بابل کے جاسوس کتوں کی طرح ہمارے پیچھے لگے ہیں لیکن میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ قرطاجنہ جا کر کیسر کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا اور اس کے بعد اپنی حامی فوج کے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے نینوا کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

حبشی غلام نے کہا دیوتا تمہارے ارادوں کو کامیاب کرے۔

شاہان نے کہا۔ یوکا اگر تم برا مانو تو کیا بتاؤ گے کہ قرطاجنہ میں تم سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے میرا ارادہ ہے کہ شہزادے کو بحفاظت یمن پہنچا کر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں کیسر کی تلاش میں اور اس سے ملاقات کروں گا یوکا نے کہا۔

میں قرطاجنہ شہر کے شمال والی کارواں سرائے میں ایک مسافر کے بھیس میں ٹھہرا ہوا ہوں تم مجھ سے وہاں ملاقات کر سکتے ہو۔ کیا تم لوگوں کو یقین ہے کہ یمن میں شہزادہ محفوظ ہاتھوں میں ہوگا۔

حبشی غلام نے کہا یمن میں میرا ایک چچا رہتا ہے اس کے انگوروں کے باغ ہیں وہ شاہ پرست ہے اور بہت بھروسے کا آدمی ہے اس کا مکان شہر سے باہر محفوظ جگہ پر ہے

یوکا نے کہا پھر بھی مانو تمہیں بہت ہوشیار رہنا ہوگا کیونکہ یمن کے سپاہی بھی شہزادے کی تلاش میں شاہ بابل کے سپاہیوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں

شاہان نے جب یوکا کو بتایا کہ شہزادے کی والدہ ملکہ نینوا ابھی زندہ ہے اور بابل کے ایک سرحدی گاؤں کی حویلی میں قید ہے اور اس نے شاہان کو شہزادے کی تلاش میں بھیجا ہے تو یوکا بہت خوش ہوا۔ اور شاہان کی انسانی ہمدردی سے بہت متاثر ہوا اس نے کہا۔

کیسر کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کے بعد ہم ملکہ نینوا کو بھی آزاد کروا لیں گے۔

شاہان نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

نقاب پوش یوکا نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا میرا خیال ہے کہ اب تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ سپاہیوں کی آنکھ کھل جائے۔ وہ شہزادے کو نہ پا کر ضرور ہماری تلاش میں نکلیں گے۔

وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انہوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں باگیں ڈھیلی ہوتے ہی عمدہ نسل کے گھوڑے صحرائی ریت میں ہوا کے ساتھ اڑنے لگے۔ نقاب پوش یوکا شہزادے کے ساتھ یمن کی سرحد تک گیا شہزادے کو شاہان اور حبشی غلام کے ساتھ یمن کی سرحد میں داخل کرانے کے بعد یوکا نے اجازت لی شہزادے کو جھک کر سلام کیا۔ اور کیسر کی تلاش میں واپس قرطاجنہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہان بھی یوکا کے ساتھ جانا چاہتا تھا اس لیے کہ کیسر سے ملنا اور اسے رہا کرانا بہت ضروری تھا۔ کیسر نینوا کی فوج کا سپہ سالار رہا تھا اور ساری فوج اس کے گرویدہ تھی لیکن شاہان یہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ شہزادہ محفوظ ہاتھوں میں ہے کیونکہ اب یمن میں بھی خطرہ تھا وہ حبشی غلام کے چچا سے مل کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی وہ بھروسے کا آدمی ہے اس نے یوکا سے کارواں سرائے کا پتہ معلوم کر لیا تھا یمن کی سرحد پر تعاقب سپاہیوں نے حویلی پر پوچھ گچھ کے بعد انہیں ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ شاہان نے یہاں بھی یہی کہا کہ وہ حکیم ہے اور حبشی اس کا غلام ہے اور دوسرا اس کا بیٹا ہے۔ سپاہیوں نے شہزادے کو نہ پہچانا۔ حبشی غلام نے دیوتاؤں کا اور شاہان نے رب کا شکر ادا کیا۔ غلام شاہان اور شہزادے کو لے کر بڑی تیزی کے ساتھ اپنے چچا کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یمن کا شہر سرحد سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر تھا وہ سارا دن چلتے ہوئے سیاہ پہاڑوں

میں سفر کرتے رہے رات کو ایک جگہ آرام لینے کے لیے آدھی رات تک آرام کرنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا۔ اب پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور کہیں کہیں ہرے بھرے کھیت اور کھجوروں کے نخلستان نظر آنے لگے تھے شہزادے نے پوچھا تمہارے چچا کا گھر اب کتنی دور ہے سورج نکلنے سے پہلے ہم پہنچ جائیں گے۔ شہزادہ سلامت آسمان پر صبح کا نور پھیلنے لگا تھا کہ انہیں دور سے یمن شہر کے مکان دکھائی دیئے۔ یہاں سے حبشی غلام شاہان اور شہزادے کو لے کر مغرب کی طرف ایک ہری بھری وادی میں گھوم گیا۔ وادی ایک چھوٹے سے دریا کے ساتھ ساتھ دور پہاڑوں تک چلی گئی تھی یہاں انہیں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ملا اس چشمے پر رک کر انہوں نے منہ ہاتھ دھوئے اور خود بھی پانی پیا اور گھوڑوں کو بھی پانی پلایا۔ تازہ دم ہو کر وہ آگے چل پڑے حبشی غلام نے بتایا کہ اس کے چچا کا انگوروں کا باغ شروع ہونے ہی والا ہے سورج مشرق سے نکلا ہی تھا کہ وہ ایک انگوروں کے سرسبز شاداب باغ میں داخل ہو گئے یہاں زمین سے ایک فٹ اونچی لکڑی کے ڈنڈوں کی چھت ڈال رکھی تھی جس کے اوپر انگوروں کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور جگہ جگہ سرخ انگوروں کے گچھے لٹک رہے تھے حبشی غلام نے خوش ہو کر کہا دیوتاؤں کے کرم سے ہم منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ باغ میرے چاچا کا ہے۔ اور اس کے کنارے پر اس کا مکان ہے۔ یہ لوگ انگور کے باغ سے باہر نکلے تو سامنے ایک پتھروں کا بنا ہوا مکان تھا جس کی دیواروں پر سرخ پھولوں والی بیل چڑھی ہوئی تھی آنگن میں ایک بھینس اور کچھ بکریاں چارہ کھا رہی تھیں۔ دو چار مرغیاں ادھر ادھر دانہ دنکا چن رہی تھیں چولہے میں آگ جل رہی تھی اور اس کے اوپر کڑاہی میں پانی کھول رہا تھا حبشی غلام نے لکڑی کے ایک تخت پوش پر شاہان اور شہزادے کو بٹھایا اور کہا آپ لوگ یہاں آرام کریں میں چاچا کو تلاش کر کے لاتا ہوں وہ باغ میں کہیں کام کر رہا ہوگا۔ آنگن میں ایک طرف گھوڑے باندھ دیئے اور ان کے آگے چارہ ڈال کر حبشی غلام اپنے چاچا کو تلاش کرنے باغ میں آ گیا۔ ایک تنا ہوا اپنا چاچا اسے نظر آیا وہ بیلچہ دیکھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا حبشی تھا اس کے بال کانوں پر سے سفید ہو رہے تھے چاچا اپنے بھتیجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے اسے گلے سے لگا لیا۔

پیارے بھتیجے تم کب اور کیسے آئے۔ دیوتاؤں کا شکر ہے کہ میں نے تمہاری پیاری صورت دیکھی مجھے تو اطلاع ملی تھی کہ شاہ بابل کی ظالم فوج نے شاہی خاندان کے ساتھ ان کے تمام وفادار غلاموں کو بھی قتل کر دیا ہے

پیارے چاچا جان دیوتاؤں کو میری زندگی منظور تھی جو بچ گیا ورنہ ظالم سپاہیوں نے مجھے بھی مارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ شہزادہ سلامت بھی بچ گئے ہیں۔

اچھا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہاں ہے شہزادہ۔

میرے ساتھ ہے۔

تمہارے ساتھ کہاں۔

آپ کے مکان میں۔ ہمارے ایک وفادار ساتھی شاہان کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

چلو میں چل کر اپنے شہزادے کا دیدار کرتا ہوں۔

آئیے۔ وہ بھی آپ کا انتظار کر رہے ہیں حبشی کا چاچا بڑی خوشی خوشی باغ سے نکل کر اپنے گھر کے آنگن میں آ گیا۔ اس نے جھک کر شہزادے کو سلام کیا اور اس کا ہاتھ چوما اس کے بعد وہ شاہان سے گلے لگ کر ملا

ا۔ بولا۔ مجھے شہزادے کے وفادار ساتھی سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے وہ دن دور نہیں ہے جب ہم سارے وفادار ایک جگہ جمع ہو کر حملہ کر کے شہزادے کو اس کا کھویا ہوا تخت دلوا دیں گے۔ چاچا نے اسی وقت ایک بھیڑ ذبح کر کے اسے بھون ڈالا اور مکئی کے آٹے کی روٹی بنائی اور سرخ انگوروں سے بھرا ہوا طشت اور چشمے کا ٹھنڈا پانی اپنے مہمانوں کے آگے رکھ دیا شاہان نے کہا۔

ہم آپ کے بہت شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہماری خلوص سے ساتھ مہمان نوازی کی۔

یہ تو میرا فرض ہے بیٹے اور پھر آپ لوگ تو میرے اپنے آدمی ہو اور ہمارے معزز شہزادے کو ظالم دشمن کے پنجے سے چھڑا کر لا رہے ہو۔ کھانے پر بہت سی باتیں ہوتی رہیں

شاہان نے اپنی تسلی کے لیے پوچھا۔ چاچا کیا آپ کو یقین ہے کہ شہزادہ یہاں محفوظ ہوگا اور کسی جاسوس کو خبر نہیں ہوگی۔

کیوں نہیں بیٹا یہ جگہ شہر سے باہر واقع ہے اور پھر میں ملکی فوج کو ہر موسم میں مفت انگور دیا کرتا ہوں وہ مجھ پر بے حد بھروسہ کرتے ہیں۔

یہ تو بڑی اچھی بات ہے چاچا۔ لیکن فوج کے سپاہی یہاں بھی تو کبھی کبھی آتے ہوں گے۔

انہیں یہاں آنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ انہیں ضرورت کی ہر شے قلعے میں ہی بیٹھے بٹھائے مل جاتی ہے۔ تب شاہان نے پوچھا۔

مگر شہزادے کی رہائش کہاں پر ہوگی کیونکہ شہزادے کا یوں کھلے بندوں اس مکان اور باغ میں چلنا پھرنا خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ جاسوس جگہ جگہ شہزادہ کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔

آپ کا اندیشہ درست ہے۔ شاہان بیٹا شہزادہ یوں کھلے بندوں نہیں پھرے گا میں شہزادہ سلامت کو ایک خاص جگہ پر رکھوں گا۔ کھانے کے بعد تم لوگوں کو وہ جگہ دکھاؤں گا۔

کھانے سے فارغ ہو کر چاچا شاہان کو لے کر مکان کے اندر آ گیا۔ یہ مکان اندر سے بہت سجا ہوا تھا جا۔ جگہ بدخشاں اور افریقہ کے قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے چاچا شاہان کو مکان کی سب سے پچھلی کوٹھڑی میں لے گیا یہاں اندھیرا تھا چاچا نے شمع روشن کر کے ہاتھ میں تھا لی اور کونے میں سے قالین اٹھا کر فرش کا پتھر ایک طرف ہٹا دیا۔ پتھر کے ہٹتے ہی نیچے سیڑھیاں تھیں۔

میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ بیٹا۔

شاہان چاچا کے پیچھے سیڑھی کے زینے اترنے لگا زینہ ایک جگہ پہنچ کر ختم ہو گیا یہاں چاچا نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر روشن دان میں سے ہلکی ہلکی روشنی اور تازہ ہوا اندر آ رہی تھی یہ چھوٹا سا کمرہ بہت سجا ہوا تھا پلنگ پر ریشمی بستر لگا ہوا تھا زمین پر قالین بچھے تھے دیواروں پر بھی قالین لٹک ہوئے تھے تپائیوں پر مٹی کی لمبوتری صراحیاں رکھی تھیں جو ٹھنڈے پانی سے بھری ہوئی تھیں چاچا نے پوچھا۔

کیوں بیٹا۔ یہ کمرہ شہزادے کے لیے کیسا رہے گا۔

بہت محفوظ ہے چاچا مگر سوال یہ ہے کہ اس روشندان میں سے روشنی اور ہوا کہاں سے آ رہی ہے کیا ادھر سے کسی شخص کی نگاہ نہیں پڑ سکتی۔

یہ روشندان تھا جیسے تم دیکھ رہے ہو مکان کے پچھواڑے گھنے باغ کی جھاڑیوں میں کھلتا ہے وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ یہ جگہ جھاڑیوں اور گھنی گنجان گھاس میں چھپی ہوئی ہے میں نے صرف

روشندان کے پاس سے گھاس صاف کر دی ہے۔

کیا میں اسے باہر سے دیکھ سکتا ہوں۔ شاہان نے کہا۔

کیوں نہیں بیٹا۔ آؤ میرے ساتھ۔ چاچا شاہان کو لے کر مکان کے پچھواڑے میں آ گیا اور کہا۔ کیا تم روشندان کو تلاش کر سکتے ہو۔ یقین کرو وہ تم سے دو قدم کے فاصلے پر ہیں شاہان نے بہت تلاش کیا مگر اسے روشندان کا کہیں بھی سراغ نہ ملا آخر چاچا نے مسکراتے ہوئے ایک جگہ سے جھاڑیوں کو پیچھے ہٹایا تو آگے گھاس کا ڈھیر تھا ڈھیر کے عقب میں گئے تو وہاں درخت کی بڑی بڑی شاخوں کے نیچے روشندان نظر آیا۔ کیا یہاں کسی کی نظر پڑ سکتی ہے۔ بیٹا شاہان۔

یہ بڑی محفوظ جگہ پر ہے چاچا۔ شاہان کو ہر طرح سے اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ شہزادے کی زندگی کو وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس نے اور حبشی غلام نے شہزادے کو ساتھ لیا اور تہہ خانے کے کمرے میں آ گئے۔ یہاں شہزادے کے بستر پر ریشمی گدے ڈال کر اسے اور زیادہ آرام دہ بنا دیا گیا تھا۔ شہزادے کی ضرورت کی شے وہاں رکھ دی گئی وہ رات شہزادے نے تہہ خانے میں اور شاہان اور حبشی غلام نے گھر کے دوسرے کمرے میں بسر کی صبح ہوئی تو شاہان نے اجازت چاہی چاچا نے بہت کہا کہ وہ دو چار دن اور ٹھہر کر آرام کرے مگر شاہان راضی نہ ہوا۔ وہ بہت جلد قرطاجنہ جا کر یوکا سے ملنا چاہتا تھا تاکہ سپہ سالار کیسر کو دشمن کی قید سے رہائی دلا سکے۔ اور پھر ملکہ کو رہا کروا کر شہزادے کے پاس پہنچایا جائے اس کام کے لیے وقت بہت کم تھا اور اگر وہ آرام کرنے بیٹھ جاتا تو سارے کیے کرائے پر پانی پھر سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

چاچا یہ وقت آرام کا نہیں ہے۔ کام کا ہے مجھے کیسر کو رہا کروانا ہے۔ اور پھر ملکہ کو بھی دشمنوں کے پنجے سے بچا کر یہاں لانا ہے چاچا نے جھک کر کہا۔

زہے نصیب کہ میرے غریب خانے پر نینوا کی ملکہ تشریف لائے وہ دن میرے لیے خوش قسمت ترین دن ہوگا مگر کیا بیٹے تم اکیلے ملکہ کو رہا کرا سکو گے۔

رب عظیم کی مدد شامل رہی تو میں ضرور ایک روز ملکہ عالیہ کو یہاں لے آؤں گا۔

تمہاری زبان مبارک ہو بیٹا۔ شاہان نے شہزادے کو سلام کیا اور چاچا اور حبشی غلام سے گلے لگ کر ملا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سفر کو ملک قرطاجنہ کی سمت روانہ ہو گیا۔ حبشی غلام اسے چھوڑنے انگوروں کے باغ تک آیا انگور کا باغ ختم ہوا تو غلام سلام کر کے واپس آ گیا۔ شاہان کا اب اکیلے سفر شروع ہو گیا تھا۔ وہ قرطاجنہ اس سے پہلے بھی جا چکا تھا عمدہ نسل کے گھوڑے پر سوار قرطاجنہ کا شہر وہاں سے چار روز کے سفر پر تھا۔ راستہ زیادہ تر پہاڑوں اور وادیوں سے ہو کر گزرتا تھا اس اعتبار سے یہ سفر زیادہ کٹھن نہیں تھا۔ اسے راستے میں جگہ جگہ پانی اور گھوڑے کے لیے گھاس ملتا رہا۔ اور وہ سفر کرتا رہا۔ وہ رات کو کچھ دیر آرام کرتا۔ اور منہ اندھیرے اٹھ کر پھر سفر پر روانہ ہو جاتا۔ چوتھے روز صبح صبح وہ سفر پر چلا تو راستے میں ایک جگہ چٹان کے پہلوؤں میں اسے ایک جھونپڑا نظر آیا۔ اسے پیاس لگی تھی راستے میں کسی جگہ کوئی چشمہ نہیں ملا تھا شاہان گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے آواز دے کر پوچھا۔ کہ وہاں کوئی ہے اس کی آواز پر اندر سے ایک بوڑھی عورت باہر آئی اس نے ایک نظر شاہان کو دیکھا اور اس سے پوچھا۔

تم کون ہے۔ اور کیا چاہتے ہو۔

شاہان نے کہا۔ میں ایک مسافر ہوں ملک شام سے چل کر قرطاجنہ جا رہا ہوں مجھے پیاس لگی ہوئی ہے

بوڑھی عورت نے شاہان کو پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پانی لینے جھونپڑے میں چلی گئی۔ شاہان جھونپڑی کے باہر بیٹھا تھا کہ ایک گھوڑ سوار سپاہی وہاں آ کر رک گیا اس اثنا میں عورت پانی لے کر باہر آ گئی تھی۔

سپاہی نے عورت سے کہا۔ اماں اپنے بیٹے سے کہو کہ شام کو گورنر ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔ اس کی بیماری لمبی ہو رہی ہے اماں سب حکیموں نے جواب دے دیا ہے شاہان کو یہ موقع بڑا اچھا لگا اس نے جھٹ سے کہا۔

گورنر قرطاجنہ کو کیا بیماری ہے اے معزز سردار۔

اس کو زرد بخار رہتا ہے وہ دس روز سے بے ہوش پڑا ہے۔

شاہان نے کہا۔ کیا آپ مجھے موقع دیں گے میں گورنر کا علاج کروں گا۔ میں بھی ایک حکیم ہوں اور زرد بخار والے کو اچھا کر سکتا ہوں۔

اگر یہ بات ہے تو تم ابھی میرے ساتھ آؤ اگر تمہاری دوائی سے گورنر اچھا نہ ہوا تو میں تمہیں جیل میں ڈال دوں گا۔ جہاں پہلے ہی دس حکیم گل سڑ رہے ہیں۔

مجھے یہ شرط منظور ہے۔ شاہان نے کہا۔

تو پھر آؤ میرے ساتھ۔ سپاہی شاہان کو لے کر قرطاجنہ کی طرف چل پڑا تھا قرطاجنہ وہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا۔ سپاہی محل کے محافظ دستے کا سردار تھا اس کو دیکھتے ہی شہر کے دروازے پر کھڑے سپاہیوں نے جھک کر سلام کیا وہ شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ گورنر کا محل شہر کے وسط میں تھا شہر میں بڑی رونق تھی دکانوں پر قسم قسم کے ریشم خوشبوئیں تیل گرم مصالحے اور کھانے کی چیزیں بک رہی تھی چوک میں جا بجا پھلوں کے ڈھیر پڑے تھے سردار کو دیکھ کر لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے تھے سردار شاہان کو لے کر محل میں داخل ہو گیا۔ عالی شان محل کے ایک ریشمی پردوں والے پرسکون اور شاندار کمرے میں گورنر قرطاجنہ مسہری پر بے ہوش پڑا تھا اور شاہی حکیم اس کی نبض دیکھ رہا تھا۔ ارد گرد گورنر کی بیوی اور بچے غمگین صورتیں لیے پریشان کھڑے تھے شاہی حکیم نبض دیکھ کر فارغ ہوا تو سردار نے شاہان کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ شاہان کے سیدھے سادھے لباس کو دیکھ کر شاہی حکیم نے نفرت کا اظہار کیا۔

یہ فقیر کون ہے اسے یہاں آنے کی اجازت کس نے دی۔

سردار نے کہا۔ اسے میں لایا ہوں یہ ملک افریقہ کا حکیم ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے علاج سے گورنر اچھا نہ ہوا تو بے شک مجھے قید خانے میں ڈال دیں۔

یہ جاہل آدمی اتنے بڑے گورنر کا کیا علاج کرے گا بھلا۔ شاہی حکیم نے نفرت سے منہ پھیرتے ہوئے کہا شاہان کچھ نہ بولا خاموشی سے آگے بڑھ کر اس نے بے ہوش گورنر کو دیکھا گورنر کا رنگ زرد ہو رہا تھا اس نے ایک آنکھ کا پپوٹا اٹھا کر دیکھا آنکھوں کا رنگ بھی پیلا ہو رہا تھا شاہان نے نبض دیکھی نبض بہت تیز چل رہی تھی شاہان سمجھ گیا کہ گورنر کی بیماری شدید حالت تک پہنچ گئی ہے اس نے اپنے تھیلے میں سے ایک ہرے رنگ کی شیشی نکالی چاندی کے گلاس میں اس کے چند قطرے ٹپکا کر پانی ملا دیا زرد بخار کا تریاق تھا اس نے اسی دوائی سے افریقہ میں کئی لوگوں کا زرد بخار اچھا کر دیا تھا۔ اس نے عرق کا چند گھونٹ سونے کی ایک نلکی کے ذریعے گورنر کے حلق میں انڈیل دی اب وہ دوائی کے اثر کا انتظار کرنے لگا اس نے سفید کپڑا منگوا کر گورنر کے ماتھے کو صاف کیا اور ایک مرہم ماتھے پر بھی لگا دی عجیب کرامت ہوئی گورنر جو دس روز سے بڑکار میں بے ہوش پڑا تھا ذرا سا ہلا اس نے اپنا ہاتھ ہلایا پھر پلکیں جھپکا کر آنکھیں کھول دیں اس کی بیوی بچے خوشی

سے اس سے لپٹ گئے سردار خوش ہوا کہ اس کے لائے ہوئے حکیم کے علاج سے گورنر کو ہوش آ گیا شاہی حکیم اندر ہی اندر جل رہا تھا گورنر نے آہستہ سے پوچھا۔

کیا میں زندہ ہوں۔

شاہان نے کہا جی گورنر صاحب آپ زندہ ہیں۔ زندہ رہیں گے آپ کا بخار ٹوٹ گیا ہے۔

تم تم کون ہو۔ سردار نے پوچھا۔

حضور یہ حکیم ہیں اس کی دوائی سے آپ کو ہوش آیا ہے۔ گورنر نے کہا۔

اس حکیم کا منہ ہیرے جواہرات سے بھر دیا جائے۔

حضور آپ آرام کریں۔ زیادہ نہ بولیں۔

شاہان نے کہا۔ اس دوائی کی ایک خوراک شام کو بھی پلا دینا۔ میں اب جاتا ہوں۔

سردار نے کہا۔ تم کہاں ٹھہرے ہو۔

شاہان نے کہا۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں اور کسی کو نہیں جانتا۔

سردار نے کہا۔ تم شاہی مہمان خانے میں مہمان بن کر رہو۔

جیسے آپ کی مرضی۔ شاہان کو شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا دیا گیا۔ یہاں اس نے بڑے سکون اور آرام کے ساتھ رات بسر کی ساری رات وہ سوچتا رہا۔ کہ صبح چل کر یوکا کو تلاش کیا جائے گا یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اس کو گورنر کی ہمدردیاں حاصل ہو گئی ہیں اب وہ شاہی محل میں بلا روک ٹوک پھر سکتا تھا۔ اور بڑی آسانی سے کسیر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا اگلے روز صبح صبح وہ گورنر کو دیکھنے اس کے کمرے میں گیا گورنر اس کی دوائی سے بالکل اچھا ہو گیا تھا اور اپنی مسہری پر بیٹھا بچوں سے کھیل رہا تھا۔ شاہان کو دیکھ کر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

یہاں آؤ حکیم میں تمہیں گلے لگا کر تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں صرف زبانی شکریہ ادا نہیں کروں گا میں تمہارا گھر دولت سے بھر دوں گا تم کون ہو اور یہاں کہاں ٹھہرے ہو۔

حضور ابھی تک تو میں شاہی محل میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ میں ملک افریقہ سے یہاں روزی کمانے آیا ہوں

آج سے تم ہمیشہ ہمارے شاہی مہمان خانے میں رہو گے ہمارا اور ہمارے بچوں کا علاج کیا کرو گے اس کے عوض تم جو چاہو گے تمہیں ملتا رہے گا۔

شاہان نے کہا۔ حضور کی عنایت ہے ورنہ میں اس لائق نہ تھا۔

نہیں نہیں تم ایک لائق حکیم ہو اس سے پہلے ہر حکیم نے ہمارا علاج کیا اور ناکام رہے۔ ہماری بیماری تو شاہی حکیم کو بھی سمجھ میں نہ آئی تھی شاہان نے گورنر کی نبض دیکھی اسے دوا دی اور واپس مہمان خانے میں آ گیا اب وہ جلدی سے جلدی کاروان سرائے میں یوکا سے ملاقات کرنا چاہتا تھا چنانچہ مہمان خانے میں واپس آتے ہی اس نے لباس تبدیل کیا دواؤں کا تھیلا کمرے میں رکھ کر اسے تالا لگایا۔ اور شہر شمال میں کاروان سرائے کی طرف چل پڑا۔ پوچھتے پوچھتے وہ کاروان سرائے پہنچ گیا۔ کاروان سرائے کو پیچھے پر انگور کی بیل نے سایہ ڈال رکھا تھا۔ وہ ہر چیز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھئے۔

شیطانی کفن

۔۔تحریر۔کامران احمد۔منڈی بہاؤالدین۔۔

میں بہت شکتی شالی جادوگر تھا کئی روحیں اور شیطان بدروحیں میرے قبضے میں تھیں اتنی کی زندگی میں ایک بہت بڑا دشمن بھی تھا جو کہ میرا چچازاد تھا وہ ہمیشہ مجھ سے جلتا رہتا میری طاقتوں کو دیکھ کر کوئلہ ہو جاتا وہ بھی جادوگر تھا لیکن اس کے پاس اتنی طاقت نہ تھی جو میری برابری کو کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا یہ سب کچھ میرے پاس کس وجہ سے تھا بیٹا تم نے پوچھا نہیں بابا جی کس وجہ سے۔ آکاش نے پوچھا وہ بہت ہی بوڑھا تھا اس کہانی میں ایک کفن کی وجہ سے آکاش۔ وہ کوئی عام کفن نہیں تھا ایک شیطانی کفن تھا جس میں بے شمار شیطانی شکتیاں تھیں وہ کفن جس کو بھی پہنایا جائے وہ ٹھیک ایک برس بعد زندہ ہو جاتا تھا مردے کو پہنانے کے بعد قبر میں دیکھا جائے تو وہ کفن کافی بڑا ہوا ہوتا ہے مردے پر پورا کفن ہونے کے بعد وہ بچ جاتا ہے وہ خود ہی لمبا ہوتا جاتا ہے تاکہ وہ کفن کاٹ کر کسی دوسرے مردے کو پہنایا جائے وہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے بابا یہ شیطانی مسکراہٹ سجائے مسکرایا آکاش کو تھوڑا سا ڈر لگ رہا تھا اس عجیب سے پراسرار بوڑھے سے لیکن اس نے اپنے ڈر پر قابو پایا اور سننے لگا تھا اور پھر آکاش بوکھلایا۔ اور پھر کیا تھا وہ منحوس اماوس کی رات جب میں جنگل کے درمیان ایک لاش پر چوتھی منتر عمل کرنے میں مصروف تھا منتر پڑھ منتر آخر بدبودار تھا اور اس لاش کی ساری طاقت میرے جسم میں منتقل کر رہا تو آتما اور آ۔۔۔ لیکن یہ کیا تھا اتنی چیخ پکار ہو رہی آخر میں میرا کوئی جادو کام نہیں کر رہا تھا لیکن دن بدن میری طاقت کمزور ہوتی گئی میں نے اپنے جسم میں بہت کمزوری محسوس کی مجھے پتہ چل چکا تھا کہ یہ سب میرا دشمن پہ عمل کر رہا تھا اس نے میری ساری طاقت باندھ دی میرے سارے غلام بھاگ گئے اس نے اپنے قبضے میں کر لیے میں پاگل سا ہونے لگا تھا۔ ایک رات میں جنگل میں اپنی کوئی طاقتوں کا سوچ رہا تھا وہ کفن بھی میرے ساتھ ہی تھا مجھے آج پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا میں نے کسی لاش کو زندہ نہ کیا تھا مجھے ایسا لگا کہ کوئی میرا جسم نوچ رہا ہے۔ پھر اچانک سے ایک بدروح نے میری آنکھیں نکال دی
۔ایک سنسنی خیز کہانی۔

کوئی کیوں یہ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ میں نے وہ بریف کیس نہیں چرایا مجھے ہی کیوں بدی کا نشانہ بنا رہا ہے۔ کیوں تم ہی مجرم ہو مسٹر آکاش صاحب اڈے میں کھڑے اس ہجوم میں سے آواز آئی۔ اور پھر ایک آدمی نے آکاش کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اسے کسی بھی صورت فرار نہ ہونے دینا کا کیوں کہ میں نے خود اسے ٹرین سے باہر آتے دیکھا ہے اور اس کے ہاتھ میں وہی بریف کیس تھا۔

ہاں ہاں یہی چور ہے اسے ابھی قانون کے حوالے کیا جائے نہیں میں کہیں نہیں جانے والا کیوں کہ میں بے قصور ہوں۔

جی ہاں یہ بے قصور ہے یہ آواز بھی اسی ہجوم میں سے آئی وہ حیران تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے جو اس کے حق میں بول رہا تھا کیوں کہ اب تک تو سب ہی اس کے خلاف تھے۔

ہاں اصل مجرم اب بھی آپ کے سامنے کھڑا

سے وہ دیکھنے۔

دھیرے دھیرے سارا مجمع مت دوسری جانب دیکھنے لگا وہاں صرف واحد شخص تھا لگتا ہے یہ وہی آدمی تھا جس نے آکاش کی حمایت کی تھی جب آکاش نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ڈر سا گیا وہ ایک عجیب سا بوڑھا تھا جس کا چہرہ بہت بھیانک اور ڈراؤنا تھا اس کے چہرے پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ تھی آنکھیں گڑھوں میں بدلی ہوئی تھیں اور سارا جسم پھٹا ہوا تھا۔

میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے میرے ٹھکانے یعنی میرے گھر اب تم اس وقت کہاں جاؤ گے یہ آخری بس ہے اور وہ بھی صرف پرانے اڈے تک جائے گی آؤ اسی میں گھس جاتے ہیں بوڑھے نے ایک سانس میں بول دیا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور پھر دونوں چلتے ہوئے بس میں سوار ہوئے لیکن آکاش کے دماغ میں ایک سوال بار بار آرہا تھا کہ ایسا کیا حادثہ اس بوڑھے کے ساتھ ہوا ہو کہ اس کا سارا جسم ہی گل رہا ہے جیسے گرم پانی سے اس کی جلد اتار لی گئی ہو یا شاید یہ پیدائشی ہی ایسا ہو۔

بابا جی آپ کے جسم کو کیا ہوا ہے یہ ایسا کیوں ہے آخرکار آکاش نے پوچھ ہی ڈالا۔

چند برس پہلے میرا بھی جسم تیری طرح تھا نوجوان خوبصورت اور پھر تم کہہ لو بیٹا کہ دشمنی کی بھینٹ چڑھ گیا ہے تم اس کو چھوڑو ہماری منزل آگئی ہے اور پھر وہ دونوں بس سے اترے اور ایک طرف چلنے لگے بوڑھا آگے چل رہا تھا اور آکاش اس کے نقش قدم چلنے لگا۔

بابا جی آپ کا شکریہ آپ نے میری مدد کی ہے ورنہ آج تو میں۔۔۔

شکر تو رب کا کرو جو انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے دونوں طرف گہری کھائیاں تھی اور دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہ تھا۔

پھر ایک نہ ختم ہونے والا قبرستان کا سلسلہ شروع ہو گیا دور ہی سے ایک چھوٹی سی کوٹھری نظر آرہی تھی اور چاروں طرف چھوٹی چھوٹی دیوار بنائی گئی تھی شاید یہی بوڑھے کا محل تھا اس نے اپنی جیب سے اکلوتی چابی نکالی اور اس کوٹھری نما کمرے کو کھولنے لگا جب دروازہ کھلا تو اندر بیس بائیس سال کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے اپنا آنچل ٹھیک کیا اور جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی

لیلا جلدی جاؤ اور کھانے کا بندوبست کرو یہ آج کے ہمارے مہمان ہیں۔

جی میں ابھی آئی اور وہ باہر چلی گئی۔

آکاش سوچنے لگا کہ یہ دوشیزہ کون ہے اس کی بیٹی ہوگی یا پھر بیوی لگتی یہ اس کی بیٹی ہی ہوگی وہ خود ہی اندازے لگانے لگا پھر وہ حسین لڑکی دوبارہ آئی اور کھانے کی ٹرے رکھ کر چلی گئی آکاش کا ذرا بھی اس بھیانک بوڑھے کے ساتھ کھانے کو جی نہ چاہا لیکن کیا کرتا بھوک زوروں پر تھی روٹیوں کے نیچے کاغذ پر بہت بچھا لکھا تحریر تھا۔ رات کی سیاہی بھی گہری سے گہری ہوتی جارہی تھی بوڑھے نے ایک لالٹین روشن کردی جس کی روشنی دھیمی تھی۔

بابا جی آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کے جسم کو کیا ہوا تھا اور وہ کون ایسی بھیانک دشمنی تھی جس نے آپ کی یہ حالت کردی۔

لگتا ہے یہ سوال تو تجھے رات بھر سونے بھی نہیں دے گا تو کیوں نہ آج کی رات ہی سب ختم یعنی کے تجھے بتا دوں تو بیٹا سن۔ آج سے ایک برس پہلے میں وحشتال جادوگر جس کے سامنے بڑے سے بڑے جادوگر ٹک نہ پاتے تھے میں واحد جادوگر تھا جس نے بستیاں بلکہ قبرستان بھی خوش تھے کیوں کہ میں مردوں کو جگانے کا کام کرتا تھا لاشوں کو زندہ کرنا میرا پیشہ تھا جن لوگوں کے کام زندگی میں ادھورے رہ گئے ہوں یا کسی کے دل میں کوئی انتقام کی آگ ہو وہ دوبارہ

زندگی پا کر بہت خوش ہوتا تھا اور میں ان کے بدلے ان سب کو اپنا غلام بنا لیتا تھا۔ میں بہت طاقتور شیطانی جادوگر تھا کئی روحیں اور شیطان بدروحیں میرے قبضے میں تھیں اسی کی زندگی میں ایک بہت بڑا دشمن بھی تھا جو کہ میرا چچا زاد تھا وہ ہمیشہ مجھ سے جلتا رہتا میری طاقتوں کو دیکھ کر کوئلہ ہو جاتا وہ بھی جادوگر تھا لیکن اس کے پاس اتنی طاقت نہ تھی جو میری بربادی کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا یہ سب کچھ میرے پاس کس وجہ سے تھا بیٹا تم نے پوچھا نہیں

بابا جی کس وجہ سے۔ آکاش نے پوچھا وہ بہت ہی محو تھا اس کہانی میں

ایک کفن کی وجہ سے آکاش۔ وہ کوئی عام کفن نہیں تھا ایک شیطانی کفن تھا جس میں بے شمار شیطانی طاقتیں تھیں وہ کفن جس کو بھی پہنایا جائے وہ ٹھیک ایک برس بعد زندہ ہو جاتا تھا مردے کو پہنانے کے بعد قبر میں دیکھا جائے تو وہ کفن کافی بڑا ہو جاتا ہے مردے پر پورا کفن آنے کے بعد وہ تنگ جاتا ہے وہ خود بخود ہی لمبا ہوتا جاتا ہے تاکہ وہ کفن کاٹ کر کسی دوسرے مردے کو پہنایا جائے وہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے ہاہاہا۔

وہ شیطانی مسکراہٹ سجائے مسکرایا آکاش کو تھوڑا سا ڈر لگ رہا تھا اس عجیب سے پراسرار بوڑھے سے لیکن اس نے اپنے ڈر پر قابو پایا اور سننے لگا تھا اور پھر آکاش بوکھلایا۔

اور پھر کیا تھا وہ منحوس اماوس کی رات جب میں جنگل کے درمیان ایک لاش پر کچھ خاص عمل کرنے میں مصروف تھا جنتر منتر چھو منتر آؤ بدروحو آؤ اور اس لاش کی ساری طاقت میرے جسم میں منتقل کر دو آؤ آتماؤں آؤ۔۔۔

لیکن یہ کیا تھا اتنی چیخ و پکار پر وہ نہ آئیں میرا کوئی جادو کام نہیں کر رہا تھا ایسے ہی دن بدن میری طاقت کمزور ہوتی گئی میں نے اپنے جسم میں بہت

کمزوری محسوس کی مجھے پتہ چل چکا تھا کہ یہ سب میرا دشمن پاتال کر رہا تھا اس نے میری ساری طاقت باندھ دی میرے سارے غلام بھاگ گئے اس نے اپنے قبضے میں کر لیے میں پاگل سا ہونے لگا تھا۔

ایک رات میں جنگل میں اپنی کوئی طاقتوں کا سوچ رہا تھا وہ کفن بھی میرے ساتھ ہی تھا مجھے آج پورا اک ہفتہ ہو گیا تھا میں نے کسی لاش کو زندہ نہ کیا تھا مجھے ایسا لگا کوئی میرا جسم دبوچ رہا ہے۔ پھر اچانک سے ایک بدروح نے میری آنکھیں نکال دی ہائے۔۔ میری منہ سے نکلا مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا میرے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں میں گر گیا تھا وہ پھر میں دیکھ نہ سکتا تھا مگر سن تو سکتا تھا بتا منحوس کتے تیری طاقت کس میں ہے کون ہے کمزور اس نے میری گردن دبا دی اور مجھے ایک زور کی ٹھوکر لگائی۔

بابا میں دوش شکتیوں کو مہاراج میں کروں گا اس دنیا میں حکومت پھر میری روح نے میرے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔۔۔

کک۔ک۔کک۔کیا تم مر۔

ہاں میں مر چکا تھا لیکن اب یہ مت سمجھنا کہ کہانی ختم ہو گئی ہے۔

نہیں اب ہی تو کہانی شروع ہوئی ہے وہ بوڑھا مسکرایا کئی دن تو میری لاش کو گدھ اور چیلوں نے نوچا مگر پھر میری قسمت خود چل کر میرے پاس آگئی۔

جنگل میں ایک نورانی بزرگ کا گزر ہوا وہ کوئی خدا کا نیک بندہ ہوگا اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی بھی تھے انہوں نے جب میری لاش کو دیکھا تو انہوں نے مجھے دفنانے کا سوچا پھر اچانک ان میں سے ایک بولا۔

دیکھئے حضور لگتا ہے یہ کپڑا کفن سا ہے۔

ہاں تم ایسا کرو اس کفن کو دھو کر لے آؤ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی وہ کفن دھو کر لے آیا اور پھر بزرگ نے دوسرے آدمی کو قبر کھودنے کو کہا اور پھر مجھے میرے

شیطانی کفن میں قبر میں اتار دیا گیا اس کفن کی شرط صرف یہ ہے کہ زندہ ہونے کے مزید دو مردوں کو اس کفن میں دفنانا ہوگا اور پھر اللہ اللہ کرتے مجھے قبر میں لیٹے ہوئے پورا ایک برس گزر گیا تھا۔ میں بہت خوش تھا کیوں کہ میں اپنا انتقام لینے کے لیے بے قرار تھا کوئی ایسا ویسا نہیں ایک خوفناک اور بھیانک انتقام پھر میرے جسم میں حرکت ہوئی اور مجھے ایک اور زندگی نصیب ہوئی ہاہاہا۔

ایک لاش کو تو میں نے پرسوں شب کفن پہنا دیا تھا اور پھر مجھے دوسری لاش کی ضرورت تھی اور میں چل پڑا شہر کی جانب جب تمہیں پریشانی میں دیکھا تو میں نے سوچا کہ اس کو یہاں سے چھوڑ کر گھر لے جاؤ احسان کا احسان اور مردے کا مردہ کیوں آکاش کمار صاحب۔

اور پھر وہ منحوس زور زور سے ہنسنے لگا جب آکاش نے ساری اس کی باتیں سنی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اس کا خوف کے مارے دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

میں تمہیں دوسری لاش نہیں بناؤں گا

تم اتنے سفاک بھیانک ہو مجھے پتہ ہوتا میں بھی تمہارے ساتھ نہ آتا میں اب بھی جا رہا ہوں چھوڑو میرا ہاتھ۔ بوڑھے نے آکاش کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا آکاش نے زور سے بوڑھے کو دھکا دیا بوڑھا دور جا کر گرا۔

پتہ ہے پتہ ہے تم جوان ہو تم میں ابھی بھی طاقت ہے ہاہاہا۔ وہ منحوس بدستور مسکرائے جا رہا تھا اور آکاش باہر چلا گیا تھا۔

بیٹا واپس آ جاؤ کیوں کہ اوپر والے نے میری قسمت میں تمہاری لاش لکھی ہے تو اب میں کیا کروں تم بے ہوشی کی گولیاں پی چکے ہو جوس کی صورت میں چسکے لگا لگا کر بوڑھے نے تیز آواز میں آکاش کو سنانا چاہا۔

اٹھیے آپ کو یہ کیا ہوا ہے پلیز دیکھیے آنکھیں کھولیے لیلا آکاش پر جھکی ہوئی تھی جو بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

پرے دفع ہو بے شرم بے حیا غیر مرد کے ساتھ ایسے کر رہی ہے جیسے تیرا خاوند ہو بوڑھے نے لیلا کو ٹھوکر ماری جو بے چاری گر گئی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب کوئی قبرستان میں ایک قبر کھودنے میں مصروف تھا یہ وہی بھیانک بوڑھا تھا جو پہلی لاش کی قبر کھود رہا تھا اس نے کفن کو کاٹا اور لے گیا تھوڑی دیر بعد وہ آکاش کو شیطانی کفن پہنانے میں مصروف ہوگیا تھا جب آکاش کو کفن پہنا دیا گیا بوڑھا بولا۔

لیلا آؤ اس کے پاس رہو کہیں اس کو ہوش نہ آ جائے بڑا تیز ہے یہ جوان۔

جی اچھا لیلا بولی۔

پھر وہ بوڑھا آکاش کے لیے قبر تیار کرنے قبرستان چلا گیا لیلا نے جلدی سے پانی لایا اور آکاش کو جگانے کی ناکام کوششیں کرنے لگی

لیکن پتہ نہیں اس منحوس نے کونسی گولیاں آکاش کو پلا دیں تھیں۔ دیکھیے میں ہوں لیلا تمہاری ہمدرد پلیز آکاش آپ آنکھیں کھولیں۔

دوسری جانب بوڑھا تھکاوٹ میں چور ہو چکا تھا وہ پہلے بھی قبر کھود چکا تھا اب نئی قبر مشکل ہو رہی تھی۔

ہائے میری کمر بس اتنی ہی کافی ہے بوڑھے نے کسّی ایک طرف پھینک دیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

اسے ہوش تو نہیں آیا تھا بوڑھے نے پوچھا۔

نہیں لیلا نے جواب دیا

اچھا اب تم ایسا کرو کہ اس کو دھکیل کر لے جاؤ اور اس قبر میں گرا کر مٹی ڈال دو آپ کا کھانا ہے میں ابھی گئی لیلا نے آکاش کو دھکیلتے ہوئے دور اندھیروں میں گم ہوگئی اور بوڑھا کھانے میں مصروف ہوگیا کچھ دیر بعد لیلا اندھیرے سے نکلتی ہوئی آئی وہ اپنے ہاتھ اور کپڑوں کو جھاڑ رہی تھی لگتا تھا کہ وہ اپنا کام ختم کر آئی ہے

ہوگیا کام۔ بوڑھے نے پوچھا۔

جی آپ خود دیکھ لیں لیلا نرمی سے بولی

بوڑھا لالٹین لے کر قبر تک گیا۔

شاباش میری جان اب میں اصل حالت میں آ جاؤں گا اور پھر سے جوان ہو جاؤں گا تجھے بھی مزہ نہیں آ رہا تھا میری ایسی حالت دیکھ کر ہاہاہا۔

اچانک سے موسم نے پلٹی ماری اور ایک دم سے موسم تبدیل ہوگیا تھا تیز آندھی چلنے لگی ہر طرف مٹی ہی مٹی ہوگئی تھی اور پھر جو بوڑھے نے منظر دیکھا اس کی سانس بند ہونے لگی اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے لگی کیوں کہ وہ منظر ہی اتنا بھیانک تھا قبر سے وہ کفن اڑنے لگا تیز ہوا کی شاں شاں کی آوازیں ماحول کو ڈراؤنا بنا رہی تھی وہ کفن تیزی سے اڑ رہا تھا اور اوپر اس نے اپنا رخ بوڑھے کی طرف کیا۔

ہاہا یہ کیا ہو رہا ہے وہ کفن تو میری طرف ہی آ رہا ہے میں نے تو دونوں لاشوں کو دفنایا ہے۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ بوڑھا اندر تک کانپ رہا تھا۔

نہیں بوڑھے تیری دوسری لاش اب بھی سانس لے رہی ہے کیوں کہ میں نے آکاش سے کفن اتار کر پہلی والی لاش کو پہنا دیا تھا اور اور تیری اس نئی قبر جو تم نے کھودی تھی اس میں وہی پرانی والی لاش کو دفنایا تھا اور آکاش کو پرانی قبر جو کے کھلی ہوئی تھی اس میں رکھ دیا تھا بس اب میں بے گناہ انسانوں پر اور ظلم نہیں ہونے دوں گی بہت ہوگیا منحوس اب تم سے چھٹکارہ حاصل کر کے ہی رہوں گی۔ لیلا ہر وقت اس کے سامنے خاموش ہوتی آج اس نے اپنے اندر کی بھڑاس نکال دی۔

دوسری طرف قبرستان میں ایک قبر میں ہل چل ہو رہی تھی۔

آ آ آ۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ میں کہاں ہوں یہ تو قبر ہے نہیں میں تو زندہ ہوں

آکاش کو ہوش آ گیا تھا اور وہ اپنے آپ کو قبر میں دیکھ کر ڈر گیا تھا جب اس نے اوپر دیکھا تو قبر اوپر سے کھلی ہوئی تھی شکر ہے خدا کا میں زندہ ہوں اور قبر بھی کھلی ہوئی ہے اس وقت آکاش قبر میں کھڑا ہوگیا تھا اور لیلا پکار کو پکارنے لگا تھا جب اس نے دیکھا کہ بوڑھا لیلا کو بکواس بک رہا تھا اور اسے مار رہا تھا۔

تم لیلا ہو نہیں تم مجھ سے ایسے نہیں بول سکتی حرامی بدمعاش بے شرم ابھی تجھے بتاتا ہوں بوڑھے نے لیلا کی چٹیا کو پکڑا اور مارنے لگا جب سے تم نے اس لڑکے کو دیکھا ہے تو بدل گئی ہے تیرے دل میں پیار پیدا ہوگیا ہے

وہ کفن باہر نزدیک آ چکا تھا یک دم اس نے بوڑھے کے جسم کو لپیٹنا شروع کر دیا اور اسے دبوچ لیا

آ۔ آہ۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور اس نے پکارنا شروع کر دیا کوئی ہے جو مجھے بچائے آ چھوڑو مجھے۔

کفن نے اسے اتنا دبوچا کہ اس کے منہ سے خون اور گوشت لوتھڑے باہر آنے لگے تھے کچھ ہی دیر بعد وہ ٹھنڈا ہوگیا تھا اور کفن نے بھی اسے چھوڑ دیا اور طوفان بھی تھم چکا تھا لیلا بھاگی ہوئی آئی۔

لیلا لیلا۔ تجھے کچھ ہوا تو نہیں تم ٹھیک ہو آکاش نے جذباتی ہو کر کہا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں تم جلدی سے باہر آ جاؤ لیلہ ہم ایسا کرتے ہیں اس شیطانی کفن کو ہی جلا دیتے ہیں نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اور پھر ان دونوں نے اس کفن کو جلا دیا اور دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دور چلے گئے۔ اینڈ

بارش کے بعد

تحریر۔ عباس ڈوگر۔ کسووال

آقا آقا میں آپ کو ایک بری خبر سنانے لگا ہوں کوئی ہمارے خلاف قدم اٹھا رہا ہے۔ کیا کہا تم نے شاہ دول یہ سن کر غصے میں پاؤں زور زور سے زمین پر پٹخنے لگا۔ ہاں آقا میں سچ کہہ رہا ہوں صدام اور اس کا دوست حسنین یہ کام کر رہے ہیں تو تم جلدی سے ان دونوں کو ختم کر دو شاہ دول جادوگر نے گرج کر کہا۔ نہیں آقا میں ان دونوں کو ختم نہیں کر سکتا ان کے پاس تعویز ہیں جب میں ان کو ہاتھ لگاؤں گا تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا جن بشاول نے عاجزی سے کہا تم میری بات سنو کسی طرح اس کے گلے سے تعویز اتار دو پھر میرے پاس ان کا خون لے آؤ اب مجھے صرف تین انسانوں کے خون کی بارش کرنی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ہمیں مارنے کے لیے آ رہے ہیں جاؤ ان کا خون لے آؤ ان کا خون ہم سنبھال کر رکھیں گے اور بارش کے دن اسے پی لیں گے۔ واہ آقا ہمارے شیطان دیوتا نے آپ کو بہت ذہن دیا ہے جن نے اس کی خوشامد کی۔ بس بس جاؤ جلدی کرو جادوگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جن جو میرے آقا کا حکم کہہ کر غائب ہو گیا۔ تین چار گھنٹے بعد جن حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں خون کا پیالہ تھا۔ یہ لو آقا میں نے ان میں سے ایک کو مار دیا ہے اس کا خون لے آیا ہوں بہت خوب ہوا یوں کہ جب حسنین نے نہانے کے لیے کپڑے اتارے تو تعویز بھی ساتھ ہی اتار دیا تھا تو میں نے موقع پا کر اس پر حملہ کر دیا تھا جن نے جو کہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھا حسنین کو مار کر خون نکال لیا جب مجھے پتہ چلا تو میں آ گیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی اس کا مارا ہے مگر ان میں طاقت بہت تھی۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

مسلسل تین دن ہو گئے تھے بارش رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی پانی ہی پانی ہر طرف نظر آ رہا تھا اتنے میں ایک سایہ پڑتا ہوا ایک گھر کی جانب جانے لگا تھوڑی دیر میں اس گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔

یہ گھر احمد علی کا گھر تھا اس کا جوان بیٹا خون میں لت پت پڑا ہوا تھا یوں کہ وہ خون آشام سایہ اسی گھر میں داخل ہوا تھا اس کا خون پی کر گیا تھا دل پہ پتھر رکھ کر صبر کر لیا کیونکہ کسی گھر کا کوئی نہ کوئی فرد غائب ہو جاتا تھا اس لیے اب یہ معمول بن گیا تھا لوگ بادلوں کو دیکھ کر ہی اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ جاتے تھے کوئی ڈرتا ہوا گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔

یہ بہت ہی خستہ حالت میں پرانا قبرستان تھا اس قبرستان میں پرانا مندر بھی تھا جہاں جگہ جگہ جالے لگے رہتے تھے سیمنٹ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا لیکن ایک جگہ صاف ستھرا کپڑا بچھا ہوا تھا کپڑے کے سامنے ایک بت رکھا ہوا تھا اس کے دونوں طرف دو ہاتھ تھے دو ہاتھوں میں خنجر اور دو ہاتھ خالی تھے کچھ ہی دیر میں مندر کا دروازہ کھلا اور نہایت ہی گندی شکل والا آدمی داخل ہوا اس کے چہرے پر بھیانک مسکراہٹ تھی وہ آلتی پالتی مار کر کپڑے پر بیٹھ گیا تھا اور کچھ پڑھنے لگا منتر پڑھ کر وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگا ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔ مندر اس کی آواز سے گونج اٹھا تھا اس نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو ایک جن نمودار ہوا۔

کیا حکم ہے میرے آقا۔ جن نے اس کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

اے بشاول جن جلدی جا بارش ہو رہی ہے کسی انسان کا خون لے کر آ۔ شاموں جادوگر نے اپنے غلام جن کو حکم دیا۔

جو حکم میرے آقا۔ یہ کہہ کر جن غائب ہو گیا۔

بارش تھم چکی تھی آج پھر وہ سایہ آیا اور عبدالمجید کے گھر میں داخل ہو گیا دو گھنٹے بعد پتہ چلا کہ عبدالمجید کو کسی نے مار دیا ہے گاؤں والوں کے چوہدری فضل دین نے فیصلہ کیا کہ بارش والے دن پہرہ دیا جائے گا چنانچہ پہرہ دیا گیا دو تین دن کوئی بھی واقعہ نہیں ہوا تھا لیکن چوتھے دن پھر ایک گھر سے خون میں لت پت نوجوان برآمد ہوا تھا۔

اس دفعہ جب بارش ہوئی تھی تو ہماری باری تھی ہم نے بارش کی پرواہ نہ کی پہرے دیتے رہے ہم تینوں لوگ تھے حسنین۔ منیب۔ اور میں ہم مختلف گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے اچانک مجھے منیب کی آواز چیخنے کی آئی ہم دونوں وہاں پہنچے تو منیب کی آدھ لاش کھائی ہوئی وہاں پڑی تھی کسی نے اس کا سارا خون پی لیا تھا ہم اس کو اس کے گھر لے گئے ہمیں بہت دکھ ہوا کیوں کہ وہ ہمارا دوست تھا مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا جس نے یہ کام کیا ہے۔

کچھ دن بعد ہم صبح سیر کے لیے گئے تو اچانک حسنین کی نظر ایک خرگوش پر پڑی۔

دیکھو صدام یہ خرگوش کتنا خوبصورت ہے حسنین نے کہا خرگوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

ہم اس کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگے وہ ایک جھونپڑی میں چلا گیا ہم اس کے پیچھے ہی چلے گئے اندر ایک بزرگ عبادت کر رہے تھے ان کا چہرہ بہت ہی نورانی تھا انہوں نے ہمیں دیکھا تو کہا۔

آؤ صدام بیٹا میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔

میں نے ان سے ہاتھ ملایا اور ایک جگہ پر بیٹھ گیا بزرگ نے ایک طرف رکھے ہوئے سیبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

بیٹا انہیں کھا لو

ہم نے سیب کھا لیے تو بزرگ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

بیٹا میری بات سنو میں نے یہ بات بتانے کے لیے ہی تم لوگوں کو خرگوش کے ذریعے بلوایا ہے بیٹا تمہارا گاؤں خطرے میں ہے اتنا کہہ کر بابا جی خاموش ہو گئے

بابا جی میں آپ کی بات سمجھا نہیں ہوں۔

بیٹا میں نے کل اپنے عمل سے معلوم کیا ہے کہ تمہارا گاؤں جلد ہی ختم ہو جائے گا۔

ہم خاموش ہی رہے اور ساری بات سنتے رہے بابا جی نے کہا۔

بیٹا یہ سب کام شاموں جادوگر کا ہے جو اپنے غلام جن سے کروا رہا ہے جس کا نام بشاول جن ہے یہ بات سن کر ہم حیران رہ گئے۔

یہ شاموں جادوگر کون ہے بابا جی۔۔ حسنین نے پوچھا۔

بتاتا ہوں بیٹا دراصل شاموں بہت بڑا جادوگر ہے اس کو بہت ساری طاقتیں چاہیے جس کے لیے اس نے بتایا ہے کہ تمہیں اپنا چلہ کاٹنا ہو گا چالیس دن کے لیے اس میں یہ شرط ہو گی کہ یہ عمل بارش کے بعد کرنا ہو گا اور تمہیں بارش کے بعد انسانی خون پینا ہو گا اس طرح یہ عمل چالیس دن میں مکمل ہو جائے گا بیٹا اس نے اکیس انسانوں کا خون پیا ہے اب اس کو انسانی جانوں سے کھیلنا ہے

میں نے بابا سے پوچھا بابا جی ہمیں کیا کرنا ہو گا

بیٹا اس کی جان اس مندر میں جو بت پڑا ہوا ہے اس میں ہے بیٹا جب یہ شاموں چلہ کر رہا ہو تو تم اس بت کو توڑ دینا ہے۔ اور ہاں یہ لو دو تعویذ اس میں ایسا…

الگری سے پہلے یہ تمہاری حفاظت کرے گی۔

بابا سے اجازت لے کر ہم چل دیے مسئلہ یہ تھا کہ جب بارش ہوئی تھی تب اس شاموں نے چلہ کرنا ہوتا ہے ہم نے اسے جہنم رسید کرنا تھا۔

اگلے دن ہم نے ایک خبر سنی کہ آئندہ تین دن میں بارش ہو گی اب ہم دونوں تیار ہو گئے تھے کہ ہم نے اس کو مارنا ہے تیسرے دن بعد بادل آ گئے اور بارش ہونے لگی ہم نے اللہ کا نام لیا اور جانے لگے تھے کہ ہمیں اپنے استاد محترم جو ہمیں سکول میں پڑھاتے تھے ان کے گھر سے چیخنے کی آواز آئی میں جلدی سے ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ استاد کو کسی نے مار دیا ہے۔ ہمیں بہت دکھ ہوا تھا کیونکہ ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھا تھا کفن دفن کے بعد جب ہم جانے لگے تو سورج طلوع ہو گیا تھا اس پر بہت غصہ آیا کیوں کہ اس نے ہمارے بہت سے دوست رشتہ داروں کو مار دیا تھا۔

آقا آقا میں آپ کو ایک بری خبر سنانے لگا ہوں کوئی ہمارے خلاف قدم اٹھا رہا ہے۔

کیا کہا تم نے شاموں یہ سن کر غصے میں پاؤں زور زور سے زمین پر پٹخنے لگا۔

ہاں آقا میں سچ کہہ رہا ہوں صدام اور اس کا دوست حسنین یہ کام کر رہے ہیں

تو تم جلدی سے ان دونوں کو ختم کر دو شاموں جادوگر نے گرج کر کہا۔

نہیں آقا میں ان دونوں کو ختم نہیں کر سکتا ان کے پاس تعویذ ہیں جب میں ان کو ہاتھ لگاؤں گا تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا جن بشاول نے عاجزی سے کہا

تم میری بات سنو کسی طرح اس کے گلے سے تعویذ اتار دو پھر میرے پاس ان کا خون لے آؤ اب مجھے صرف تین انسانوں کے خون کی بارش کرنا ہے تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ہمیں مارنے کے لیے آ رہے ہیں

جاؤ ان کا خون لے آؤ ان کا خون ہم سنبھال کر رکھیں گے اور بارش کے دن اسے پی لیں گے۔

واہ آقا ہمارے شیطان دیوتا نے آپ کو بہت ذہن دیا ہے جن نے اس کی خوشامد کی۔

بس بس جاؤ جلدی کرو جادوگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جن جو میرے آقا کا حکم کہہ کر غائب ہو گیا۔

تین چار گھنٹے بعد جن حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں خون کا پیالہ تھا۔

یہ لو آقا میں نے ان میں سے ایک کو مار دیا ہے اس کا خون لے آیا ہوں

بہت خوب

ہوا یوں کہ جب حسنین نے نہانے کے لیے کپڑے اتارے تو تعویذ بھی ساتھ ہی اتار دیا تھا تاکہ گیلا نہ ہو بس پھر کیا تھا جن نے جو کہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھا حسنین کو مار کر خون نکال لیا جب مجھے پتہ چلا تو مجھے بہت غصہ آیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی ان کا [illegible] دوں مگر اس میں طاقت بہت تھی۔

ایک دن ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹا جو تم نے تعویذ پہنا ہوا ہے اس کو ایک منٹ مجھے دینا میں ابھی اتارنے ہی والا تھا کہ اس کی شکل بدلنے لگی یہ دیکھ کر میں نے جلدی سے تعویذ پہن لیا اے چھوکرے آج تو تو بچ گیا لیکن میں تمہیں کسی دن مار کر ہی رہوں گا یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

اگلے دن میں بابا کے پاس گیا بابا نے بتایا کہ بیٹا اب خطرہ بڑھ گیا ہے اس لیے تم آج ہی جب وہ سو چکا ہو گا اس کو ختم کر دینا اور ہاں بیٹا تمہیں جو کوئی بھی کہے تم نے یہ تعویذ نہیں اتارنا۔

میں گھر آ گیا رات کو میں نے تیاری کی اور مندر کی طرف چل دیا آج نجانے کیوں ڈر لگ رہا تھا کہ میں سارے راستے میں ورد کرتا گیا ابھی میں نے مندر میں قدم ہی رکھا تھا کہ جادوگر کو کسی کی موجودگی کا

احساس ہوا اور شاموں باہر نکل آیا اس نے مجھے دیکھا تو ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا۔

شکار خود ہمارے پاس آگیا ہے

یہ کہہ کر اس نے کچھ پڑھ کر میری طرف پھونکا میں نے دوڑ لگا دی جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میری طرف آگ آرہی تھی خوف کے مارے میں گر گیا اور میرے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اور آگ میرے اوپر سے گزر کر ایک درخت کو جا لگی تھی اور وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا جب اس نے مجھے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ دور جا کر گرا میں سمجھ گیا تھا کہ یہ سب تعویز کی وجہ سے ہے۔

پھر میں نے دوڑ لگا دی گھر آکر ہی دم لیا میں نے بابا کو بتایا تو انہوں نے کہا۔

بارش کا انتظار کرو

میں پھر صبر سے بیٹھ گیا اس دن شاول جن نے مجھے بہت پریشان کیا تھا۔

گرمی کا موسم تھا ویسے بھی گرمی میں بارش بہت کم ہوتی ہے میں نے اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ اللہ نے فیصلہ میرے حق میں دے دیا تھا اور بادل آگئے تھے سب لوگ پریشان ہو گئے کہ آج پھر کوئی نہ کوئی آدمی مار دیا جائے گا میں مندر میں گیا تو جن میرے سامنے آگیا اور کہنے لگا۔

میں تمہیں اپنے آقا تک نہیں پہنچنے دوں گا

یہ کہہ کر وہ میری طرف بڑھا جب اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو جیسے اس کو بجلی لگ گئی ہو اور وہ دور جا کر گرا اس نے کچھ پڑھ کر میری طرف پھونک ماری تو وہ بہت بڑا ابن مانس میری طرف آرہا تھا میں ڈر کے مارے کانپ رہا تھا پھر ہمت کر کے ایت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونک ماردی بن مانس کو آگ لگ گئی وہ چیختا چلاتا ہوا مر گیا جن نے اور بھی بہت کچھ کیا کہ میں واپس چلا جاؤں لیکن میں نہ گیا۔ پھر میں موقع پا کر مندر میں داخل ہو گیا سامنے شاموں جادوگر چلا کرنے میں مصروف تھا مجھے رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا

شاموں آج تو کتنا بے بس ہو گیا ہے کہ تو میرے سامنے بول بھی نہیں سکتا آج تو اور تیرا یہ چیلا مجھ سے بچ نہیں سکتا

یہ کہہ کر میں نے بت کے ہاتھ میں سے خنجر تھا وہ بت کے سر پر دے مارا پھر مجھے جادوگر کی ایک چیخ سنائی دی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا میں نے بت کو توڑ دیا پھر کیا تھا جادوگر کو آگ لگ گئی پھر میں نے ایک اور چیخ سنی جو جن کی تھی اس کو بھی آگ لگی ہوئی تھی اور وہ ادھر ادھر بھاگ رہا تھا میں نے خدا کا شکر کیا اور پھر مندر زور زور سے ہلنے لگا میں بھاگ کر باہر نکلا اور مندر گر کر ختم ہو گیا تھا میں بہت خوش ہوا کہ اب کبھی بھی بارش کے بعد کوئی بھی آدمی ختم نہیں ہوگا میں نے جلدی سے گاؤں جانا چاہا تا کہ یہ خوشخبری سب کو سناؤں۔ قارئین کیسی لگی میری کہانی ضرور بتایئے گا۔

میڈیکل غزل

دل بہلا کر نہ محبت کو پامال کریں
سیرپ کو اچھی طرح ہلا کر استعمال کریں
دل میرا ٹوٹ گیا تھی جب اس کی ڈولی
صبح دوپہر شام بس ایک ایک گولی
لوٹ آؤ کہ محبت کا سرور چکھیں
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں
تم سے ملنے کی اب کیا جستجو کریں
طبیعت زیادہ خراب ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کریں
دل میرا عشق کرنے پر رضامند رہے گا
جمعہ کے دن کلینک بند رہے گا
اگر چاہتے ہو درد میں جلد آفاقہ
کھانا پینا بند کر دو یا کرو فاقہ
اس کی آنکھوں میں ہے ذکر جادو بلا کا
اس کے ہاتھوں میں ہے معاملہ شفا کا

---------- محمد ذاکر ہلاں آزاد کشمیر

روشن باتیں

1) حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ میں نے قبر سے بہتر نصیحت کرنے والا اور تنہائی سے بڑھ کر دین کا بچانے والا نہ دیکھا۔

2) عقیدت میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے ۔حضرت علیؓ۔

3) صبر کا انجام میٹھا ہوا ہے۔

4) خاموشی کا انجام نیک ہوتا ہے۔

---------- تنظیم عباس ڈوگر۔ کسوال

غزل

سوچ سمجھ لینا قدم اٹھانے سے پہلے
کہیں کھو نہ جاؤ منزل آنے سے پہلے
کاش دوست سے محروم ہو نہ جاؤ کہیں
یہ سوچ لینا اسے آزمانے سے پہلے
تمہارے سینے میں بھی دھڑکتا ہے ایک دل
یہ سوچ لینا کسی کا دل دکھانے سے پہلے
عمر بھر کون کسی کے لیے روتا ہے
لوگ صرف آنسو بہاتے ہیں دفنانے کے لیے

---------- محمد حامد سرور۔ خانیوال

مبارک مبارک

اس خوش نصیب کے لیے مبارک ہے جس نے آج توبہ کر لی آج اپنے رب سے صلح کر لی جس نے اپنی باقی کی عمر کو ضائع ہونے سے بچا لیا۔

جس نے نیک عمل کر کے جنت کو باغ بنا لیا اس کے لیے مبارک جس نے دنیا کی زندگی کو آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنا لیا۔

اور باقیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش ہے کہ کیا ایمان والوں کے لیے اس وقت ابھی آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے جھک جائیں،

---------- ابرار احمد آرائیں گگو منڈی

ایک دولت پرست کا انجام

حضرت بکر بن عبداللہؒ بیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے میرے مال و دولت کی مختلف قسموں کا نظارہ کرواؤ۔ بیٹے عمدہ عمدہ اونٹ اور غلام وغیرہ کو اس کے سامنے لے آئے جہاں انہیں دیکھا تو ان سب کو چھوڑ کر جانے پر اسے حیرت ہوئی اور رو پڑا۔

ملک الموت نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا میں تیرے گھر سے جدا نہ ہوں گا مگر تیری روح نکال کر۔ اس نے کہا کہ مجھے اتنی مہلت تو دے دو کہ میں انہیں الوداع کہہ سکوں۔ فرشتے نے کہا ہرگز نہیں اب مہلت ختم ہو چکی ہے اب سے پہلے ساری زندگی تجھے مہلت نہیں تھی کیا۔ اور اس کی روح قبض کر لی

---------- ابرار احمد آرائیں۔ گگو منڈی

غزل

اپنے دل کی حالت وہ کسی کو دکھاتا نہ تھا
اسے کیا غم تھا وہ کسی کو بتاتا نہ تھا
خزاں کا موسم جب سے اس کا نصیب تھی ٹھہرا
اسے تب سے کرگی اور موسم بھاتا نہ تھا
لوگوں کو ہنسانے کے واسطے زندگی بتا دی اس نے
کتنا عجیب تھا وہ شخص جو خود مسکراتا نہ تھا
جانے کس انتظار میں بیٹھا رہتا تھا وہ صبح شام
مشکل صورت وہ پلکیں جھکاتا نہ تھا
آج وہ مرے کے وہ بہت یاد آیا ساحل
جو دعا نے کر دعا سناتا نہ تھا

☆---------- رئیس صدام حسین۔ سنی خان بیلہ

پر اسرار شادی ہال

تحریر ایس امتیاز احمد کراچی 0300.2253370

کون ہے کی ہرف ایک حیرت زدہ آواز ابھری تو وہ ہے کا دروازہ بند ہوتے وقت کلک کی تیز آواز میں ڈوب گئی وکٹر نے ایک گھناؤنا سا قہقہہ لگایا اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے سڑک پر آ گیا اگلے روز اخبار میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ تجوری میں دم گھٹنے کے باعث کلی ہلاک ہو گیا ہے پولیس کا خیال تھا کہ تجوری کا دروازہ کسی وجہ سے اچانک بند ہو گیا تھا۔ وکٹر سوچنے لگا بریلے ہارٹ کی موت بھی شاید ایسے ہی ہوئی ہوگی اب وکٹر و انتظار کے علاوہ کوئی کام نہ تھا اور اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا چار روز بعد ہی اخباروں میں پڑھ لیا کہ بریڈ فورڈ ہارٹ حادثاتی طور پر شاگو کی ایک عمارت میں لفٹ کے کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ لفٹ وہاں سے مرمت کے لیے نکالی جا چکی تھی سنتری اسکریو کے بیان کے مطابق ہارٹ کے دروازے ... ان دروازے پر خراب ہے کا بورڈ پڑھے بغیر ہی اندر داخل ہو کر جن و بایا اور تیرہ منزل گہرے کنویں میں جا گرا

ایک سنسنی خیز کہانی۔

ریڈ میکس اپنا سنہری قلم میز پر رکھتے ہوئے خوبصورت فریم والے چشمے میں سے وکٹر کو گھورتے ہوئے بولا آپ کس قسم کی لڑکی پسند کریں گے۔

وکٹر اس بے تکے سوال سے گھبرا سا گیا لیکن اس نے بلی کی سی تیزی سے اپنے حواس مجتمع کئے اور کہا

میں شادی کے سلسلے میں نہیں آیا ہوں جناب۔ لیکن ہم صرف یہی خدمت انجام دے سکتے ہیں ہمارا ادارہ بہترین رشتوں کا اہتمام کرتا ہے ہم مرد کی شخصیت کے کوائف اپنے کمپیوٹر میں ڈال کر ان کا مقابلہ خواتین سے کے مہیا کردہ کوائف سے کرواتے ہیں اور پھر ان کا رشتہ طے ہو جاتا ہے۔

وکٹر زیر لب مسکرایا۔ میں جانتا ہوں مجھے ڈیرنٹ ڈوالوون نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ان الفاظ کا ریڈ میکس پر خاصا اثر ہوا اس نے اٹھ کر دفتر کے تمام دروازے بند کر دیے اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا

ہاں تو مسٹر ڈالوون نے آپ کو کس کام کے بارے میں کہا تھا لیکن ان کا ایک پانچ ہزار ڈالر کے عوض متبادل خدمت انجام دے سکتی ہے وکٹر نے جھجکتے ہوئے کہا اور کیا مسٹر ڈالوون نے یہی کہا کہ کہ ہماری کمپنی نے ان کے لیے ایسی خدمت انجام دی ہے۔

ہاں وکٹر نے یقین دلانے کے انداز میں کہا۔

میں اس بارے میں ذرا مسٹر ڈالوون کو ٹیلی فون کر لوں۔

تعجب ہے وکٹر نے کہا ڈالوون نے مجھے یہ بتانے کے دو روز بعد ہی حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے تھے یہ سب کر ریڈ میکس نے تعجب کا اظہار کیا اور وکٹر کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بولا اچھا تو فرمائیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

وکٹر نے اس انداز سے جیسے ہوٹل کے کسی بیرے کو آرڈر دے رہا ہو کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ مسٹر بریڈ فورڈ ہارٹ کو قتل کر دیں۔

ریڈ یکس نے میز کی دراز سے ایک فارم نکالا اور اسے میز پر پھیلاتے ہوئے سنہری قلم اپنے ہاتھ میں تھام کر کہا کس مقصد کے لیے آپ ایسا چاہتے ہیں۔

کاروباری رقابت کی وجہ ونگر نے جواب دیا وہ ایک اشتہاری ایجنسی میں میرا شریک کار تھا۔

حال ہی میں ہم نے شرکت ختم کی ہے ہارٹ نے اپنی نئی ایجنسی کھول لی ہے اور وہ اسی فیصد سرمایا میں درج کی جائے گی یا اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

ٹھیک ہے یہ کہہ کر ونگر خاموش ہو گیا۔

ریڈ یکس نے فارم پر کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

اب انسانی کمزوری کے پہلو پر غور کرنا ہے اس بات کے کتنے امکانات ہیں کہ اس قتل کے بعد آپ کا ذہن شدید احساس جرم میں مبتلا نہ ہوگا میرے نزدیک ڈونووان کی حرکت بند ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔

احساس جرم ونگر نے سوچتے ہوئے کہا اس بات کا کوئی امکان نہیں میں قتل سے بھی زیادہ شدید کارنامے انجام دے چکا ہوں۔

ریڈ یکس اس جواب سے مطمئن ہو گیا ونگر نے خود کو مبارکباد دی کہ وہ ریڈ یکس جیسے عیار شخص کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے میرا خیال ہے ریڈ یکس اس کیس میں دلچسپی لیتے ہوئے بولا مسٹر ڈونووان نے آپ کو فیس کی ادائیگی سے متعلق ہمارے طریقہ کار سے آگاہ کر دیا ہوگا۔

یقیناً آپ کی فیس ہزار ڈالر ہے جو ادا کر دی جائے گی۔

کیا مسٹر ڈونووان نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ جب آپ کا کام ہو جائے گا تو آپ فارغ نہ ہوں گے بلکہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے بھی ایک شخص کو قتل کرنا پڑے گا یعنی ایک طرح کی متبادل خدمت۔

بہت خوب۔ بہت خوب آپ تو اچھے خاصے ذہین شخص ہیں ریڈ یکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب میں آپ کو تفصیلات بتاتا ہوں آپ کو دشمن اور اپنے خود اپنے طویل سوالنامے پر دستخط کرنے پڑے گئے پھر ہم اس شخص کے متعلق تحقیق و تفتیش کر کے اسکی ذاتی زندگی اور اسکی عادات و خصائل کے متعلق مکمل معلومات ایک کمپیوٹر میں ڈال دیں گے کمپیوٹر حیران کن رفتار کیساتھ آپ کا اور آپ کے دشمن دونوں کا جائزہ لے گا اور آپ کیلئے مناسب ترین شکار اور آپکے دشمن کیلئے بہترین قاتل ڈھونڈ نکالے گا بالکل اسی انداز میں جس طرح یہ ہمارے لئے شادی کے مثالی جوڑے تلاش کر دیتا ہے۔

واہ واہ کیا کہنے ونگر نے کہا لیکن اس کاروبار میں خطرات کے متعلق آپ کیا ارشاد فرما سکتے ہیں۔

کمپیوٹر یہ مسئلہ بھی حل کر لیتا ہے ریڈ یکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ قتل کا مقصد ہی غائب کر دیا جاتا ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ اپنے شکار کو بڑی ہی سرعت اور بڑے ہی محفوظ طریقے سے قتل کر سکیں گے۔

قدرتی بات ہے ریڈ یکس نے کہا پھر اس نے دراز کھولی اور پیازی رنگ کے فارم ونگر کے حوالے کرتے ہوئے کہا ریڈ یکس ایک گھنٹے تک ان فارموں کی جانچتا رہا۔

ان میں ذاتی تجارتی اور روزمرہ کی معلومات سے متعلق اہم اور غیر اہم ہر طرح کے سوالات تھے پھر اس نے بڑی احتیاط سے وہ کاغذات تہہ کر کے میز کی دراز میں رکھ لیے۔

میں ایک ضروری بات پوچھنا چاہتا ہوں ونگر نے کہا مجھے یہ کیسے یقین ہو کہ ہارٹ کی موت کے متعلق مجھ پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ میرا مطلب ہے جب اس کا قاتل اسے قتل کرے گا تو میں جائے واردات سے خود کو دور کیسے ثابت کر سکوں گا۔

فکر کی کوئی بات نہیں مسٹر کمپیوٹر اس بات کا خیال رکھے گا کہ اس طرح مسئلہ پیدا نہ ہو شاید ہارٹ کو کسی دوسرے شہر میں قتل کر دیا جائے ونگر نے خوف زدہ ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا ریڈ یکس رک کر بولا۔

اب ہم کاروبار کی بات کرتے ہیں پانچ ہزار ڈالر ارسال کے ذریعے وصول پاتے ہیں ہم آپ سے رابطہ کریں گے پھر وہ اٹھا اور ونگر کے لیے دروازہ کھول دیا۔

دوسرے دن ہی ونگر نے ڈاک کے ذریعے پانچ ہزار ڈالر ارسال کر دیئے اس معاملے کو اپنے ذہن کے بعد تین گوشے کی طرف دھکیل کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو گیا تین روز کے بعد ریڈ یکس نے اسے فون کیا وہ مشینی انداز میں بول رہا تھا ونگر نے محسوس کیا کہ ایسا شخص کبھی بھی غلطی کر سکتا ہے ٹیلی فون پر اسے دفتر پہنچنے کی تاکید کی گئی اور دن کے ایک بجے ونگر ریڈ یکس کے دفتر کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔

آپ کے شکار کا نام ہے مارٹن کیلی۔ ریڈ یکس نے کہا آپ اب گارفیلڈ تک تو دیکھی ہوگی ونگر نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ کار پارک کرنے کے لیے ہر روز بلڈنگ کے پاس سے گزرتا تھا یہ ایک پرانی عمارت تھی جس میں کئی اداروں کے دفتر تھے۔

عام طور پر ہم ایسا انتظام کرتے ہیں کہ واردات ایک اتفاقی حادثہ معلوم ہو۔ ریڈ یکس نے بے پرواہی کے انداز میں کہا ایک سیدھا سادہ قتل جس کا سراغ نہ مل سکے زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔

مجھے کیا کرنا ہوگا ونگر نے پوچھا وہ بہت پریشان ہو کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مسٹر کیلی کا چھوٹا سا کاروبار ہے اس کا دفتر اس عمارت کی تیسری منزل پر ہے دفتر سے ملحق دس مربع فٹ کا ایک کمرہ اور ہے جس میں اس نے ہوے کا دروازہ لگا کر اسے ایک مضبوط تجوری میں تبدیل کر رکھا ہے اس کا دروازہ صرف باہر سے ہی کھل سکتا ہے ہر روز ساڑھے پانچ اور پونے چھ کے درمیان کیلی اس کمرے میں داخل ہو کر اپنی محفوظ رقم گنتا ہے کل شام ساڑھے پانچ بجے آپ فلانڈ بلڈنگ پہنچ کر کیلی کے دفتر میں داخل ہو جائیں سامنے کا دروازہ کھلا ہوگا اور کیلی اس وقت تجوری کے اندر ہوگا اس کا دروازہ اس انداز سے کھلا ہوگا کہ وہ آپکو دفتر میں داخل ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا فرش پر قالین بچھا ہوا ہے اس لیے وہ پاؤں کی آہٹ بھی نہ سن سکے گا اگر کوئی آواز پیدا ہو بھی جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تجوری کی دیواروں پر لوہا چڑھا ہوا ہے لیکن اگر وہ مجھے دیکھ لے تو۔ ونگر نے سوال کیا۔

آپ بہانہ بنا سکتے ہیں کہ غلطی سے یہاں آ گئے ہیں ریڈ یکس نے میز پر پھیلے ہوئے کارڈوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ نے دستانے پہن رکھے ہوں گے تجوری کا آہنی دروازہ آہستگی سے بند کر کے آپ گلی میں آ جائیں اور اپنی کار میں بیٹھ کر گھر کا رخ کریں اس تمام کام میں پانچ منٹ سے زیادہ نہ لگیں یہ اسکیم ایسی محفوظ ہے جیسے مسٹر کیلی کی تجوری۔ ونگر خوفزدہ تھا لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اگلے روز جب وہ گارفیلڈ تک میں داخل ہوا تو اس کے جسم پر رعشہ طاری تھا اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں میں دستانے چڑھا لیے اور تیسری منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

کاروباری اوقات ختم ہو چکے تھے عمارت تقریباً خالی ہو چکی تھی وہ ہال سے گزر کر اس دروازے کے سامنے پہنچ گیا جس پر کیلی انٹرپرائز کا بورڈ چمک رہا تھا ارے واہ اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ واقعی یہ تو بہت آسان کام تھا۔

دفتر کی دوسری جانب تجوری کا دروازہ کھلا تھا اب ونگر دبیز قالین پر چند قدم آگے بڑھ کر تجوری کا دروازہ بند کر دینا تھا چنانچہ وہ بلی کی طرح دبے پاؤں

آگے بڑھا۔

کون ہے؟ کی صرف ایک حیرت زدہ آواز ابھری جو لوسن کا دروازہ بند ہوتے وقت کلک کی تیز آواز میں ڈوب گئی۔ ڈنگر نے ایک گھٹا گھٹا سا قہقہہ لگایا اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے سڑک پر آ گیا۔ اگلے روز اخبار میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ تجوری میں دم گھٹنے کے باعث کیلی ہلاک ہو گیا ہے۔ پولیس کا خیال تھا کہ تجوری کا دروازہ کسی وجہ سے اچانک بند ہو گیا تھا۔

ڈنگر سوچنے لگا ہربڈ ہارٹ کی موت بھی شاید اسے ہی ہوئی ہوگی۔ اب ڈنگر وانتظار کے علاوہ کوئی کام نہ تھا اور اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ چار روز بعد ہی اخباروں میں پڑھ لیا کہ ہیڈ فرڈ ہارٹ حادثاتی طور پر شکاگو کی ایک عمارت میں لفٹ کے کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔

لفٹ وہاں سے مرمت کے لیے نکالی جا چکی تھی۔ مسز نینا اسکر ریسو کے بیان کے مطابق ہارٹ نے دروازے سے بڑھا تو اس دروازے پر خراب ہے کا بورڈ پڑھے بغیر ہی اندر داخل ہو کر بٹن دبایا اور تیرہ منزل گہرے کنویں میں جا گرا۔ دو ہفتے بعد ڈنگر اپنی ایجنسی کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے میں مصروف تھا۔ اب اس کا مدمقابل کوئی نہ تھا۔ اس نے ہارٹ کی موت کے بعد پانچ ہزار ڈالر سے بھی زیادہ رقم حاصل کر لی لیکن اس کامیابی کے باوجود ایک بات ایسی تھی کہ وہ خاصا پریشان رہتا تھا۔ اگرچہ کوئی ثبوت کوئی شہادت موجود نہ تھی جس سے اسے مجرم قرار دیا جا سکتا تھا لیکن اسے یوں لگتا تھا کہ ابھی پولیس والے آ جائیں گے اور ہتھکڑیاں پہنا دیں گے۔

وہ دن بھر پریشان رہتا اور طویل رات جاگتے ہوئے ایک خبر پڑھی اور لرز گیا۔ لفٹ کے مستری آسکر ریسو کو ایک تیز گاڑی نے اپنے تلے روند کر ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ اسے یوں لگا کہ کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے دیکھ لینا ایک دن تم بھی اسی طرح ہی ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ جان کا بدلہ جان قدرت کا بھی قانون ہے۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ریڈیکس کے دفتر پہنچ گیا۔ ریڈیکس اسی طرح خوبصورت میز کے پیچھے فارم پر جھکا ہوا لکھ رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں وہی سنہری قلم جگمگا رہا تھا۔ دفتر میں ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی بھی موجود تھی اس کے چہرے مہرے سے قابلیت ٹپک رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹے سے میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی برقی مشین پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ ریڈیکس نے اپنا کام ختم کر کے سر اوپر اٹھا کر دیکھا۔ ڈنگر کو دیکھ کر ایک ساعت کے لیے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری پھر اس نے آنکھیں جھپکا لیں اور مسکراتے ہوئے بولا میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ ڈنگر نے تیز آواز میں جواب دیا۔

آپ کس بات کا ذکر کر رہے ہیں ریڈیکس نے کہا جو آپ کہنا چاہتے ہیں مس کرافت کی موجودگی میں ہی کہہ سکتے ہیں۔ ڈنگر نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنے اوسان بحال کرنے کی کوشش کی پھر رک رک کر بولا آپ جانتے ہیں مسٹر ریڈیکس کہ میں کون ہوں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں آسکر ریسو کی موت کے بارے میں اہم بات چیت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ریڈیکس نے اجنبی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے متعارف نہیں اور نہ مرحوم مسٹر ریسو کو جانتا ہوں۔

اپنے انجام کا اندازہ کیے بغیر ہی اس نے ریڈیکس کو کوٹ سے پکڑ کر کرسی سے نیچے گرا دیا دھمکانے کے انداز میں بولا تمہارے کرتوتوں کے بارے میں ابھی پولیس کو اطلاع کرتا ہوں۔

ریڈیکس نے اپنی پلک وار آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا شوق سے۔ یہ فون کریں فون آپ کے سامنے ہے۔ ڈنگر نے ریڈیکس کو چھوڑ دیا اور مس کرافت کی طرف دیکھنے لگا جو حیرانی سے اسے تک رہی تھی۔ اس نے کریڈل سے ریسیور اٹھا کر کان کو لگایا ریڈیکس اٹھ کر بیٹھ گیا اور اطمینان سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ڈنگر کو اپنا دل ڈوبتا ہوا نظر آیا۔

اس نے ریسیور کو زور سے کریڈل پر پٹخ دیا اور شکست خوردہ سا ہو کر دروازے کا رخ کیا۔ مس کرافت دوبارہ اپنے ٹائپ رائٹر پر ٹک ٹک کرنے لگی تھی۔

حیرانی اور بے بسی کی حالت میں ڈنگر دروازہ کھولا اور راہداری میں آ گیا۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں حقائق کے ادراک نے اسے انجام سے آگاہ کیا تھا کسی انداز سے بھی اس کی ہلاکت ہو سکتی تھی۔

شادی کا دفتر کوئی سماجی بھلائی کا ادارہ نہ تھا بلکہ پیشہ ور قاتلوں کی ایک خوفناک تنظیم تھی معقول اجرت پر قتل ان کے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ سڑک پر نکل آیا اور تیز تیز قدموں سے چلنے لگا تھا۔

رات گئے وہ گھر میں داخل ہوا تو اس کے اعصاب لرز رہے تھے۔ دل و دماغ پر تناؤ طاری تھا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ دوسروں کی طرح حرکت قلب بند ہو جانے سے مرا ہوگا۔ وہ کانپتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا کہ سر گھوم رہا تھا اچانک باہر قدموں کی چاپ ابھری ڈنگر چونک اٹھا۔ بے اختیار اس کی نگاہیں کمرے کے بند دروازے پر جم کر رہ گئیں۔ قدموں کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی وہ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ خوف سے اس کی آنکھیں ابل رہی تھیں کوئی باہر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے اپنا بچاؤ کرنے کے لیے کمرے کے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر مدافعت کے لیے کوئی شے دکھائی نہ دی اسی لمحے دروازہ آہستگی سے کھلا اور ایک سیاہ ہاتھ آگے بڑھا جس میں سائلنسر والا آٹو میٹک پستول تھا دھماکا ہوا گولی چلی اور۔ اووہ اووہ اووہ۔

ایک حکایت

ایک بزرگ اپنے گھر میں چلم پی رہے تھے چلم میں آگ نہیں تھی انہوں نے اپنے خادم سے کہا جا آگ لے کر آ۔

اس زمانے میں ماچس یا لائٹر وغیرہ تو ہوتا نہیں تھا خادم واپس آ گیا نہیں سرکار گھر میں آگ نہیں ہے۔

گھر میں نہیں ہے تو پڑوسیوں سے مانگ لے۔

خادم کچھ دیر میں پڑوسیوں کے یہاں سے بھی واپس آ گیا۔

نہیں سرکار پڑوس میں بھی آگ نہیں ہے۔

حد ہو گئی ہے۔۔ تو جا محلے میں جا کر دیکھ لے

خادم محلے سے بھی خالی ہاتھ واپس آ گیا۔

نہیں سرکار محلے میں بھی آگ نہیں ہے۔

اس بار بزرگ نے غصے سے کہا جا جا کر جہنم سے لے آ۔۔ خادم کچھ دیر بعد پھر واپس آ گیا کہنے لگا۔

نہیں سرکار جہنم میں بھی آگ نہیں ہے۔

کیا کہہ رہے ہو آگ جہنم میں بھی نہیں ہے۔

ہاں سرکار جواب ملا آگ جہنم میں کہاں ہوتی یہاں تو ہر شخص اپنے حصے کی آگ خود لے کر آتا ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔ ایس امتیاز احمد، کراچی۔

غزل

گر تو نہیں تو تجھ سی کوئی آواز ہی آئے
مجھ کو تیری تحریر کا انداز ہی آئے
میں گم ہوں عجب کش مکش صورت قلم میں
نا دل سے دعا نکلی نہ الفاظ ہی آئے
تھا پیش نظر جن کے تیرا حسن تکلم
وہ لوگ تیرے شہر سے ناراض ہی آئے
عریانی اجسام تک آ پہنچی ہے تہذیب
شاید کہ اب انجام پہ آغاز ہی آئے
جگنوؤں کا کسی طور بھی امتیاز تک میں
لازم تو نہیں قوت پرواز ہی آئے

ایس امتیاز احمد کراچی۔

خونی دلدل

..تحریر. کاشف عبید بلہ موڑی. 0331.9352945

اب کرن مطمئن ہو گئی تھی مگر اسے ڈر ضرور تھا کہ بچھو کہیں ان دونوں کے ساتھ کچھ نہ کر دے۔ اگلے لمحے ان دونوں کا شک یقین میں بدل گیا بچھو نے ایک لمبی چھلانگ ماری اور غضنفر کے ہاتھ پر جم گیا غضنفر نے جلدی سے جھٹکا دیا مگر بچھو غضنفر کے ہاتھ سے الگ نہ ہو سکا اور پھر بچھو نے اپنا ڈنگ مارا اپنا زہر غضنفر کے ہاتھ میں داخل کر دیا۔ غضنفر کو لگ رہا تھا کہ اس کے جسم میں ایک کرنٹ سا سرائت کر رہا ہو درد کی تاب نہ لا کر غضنفر نے دوسری بار ہاتھ زور سے جھٹکا کر بچھو کو ہاتھ سے الگ کر کے دور پھینک دیا کرن نے جلدی سے پتھر لے کر بچھو کی چٹنی بنا ڈالی اس کام سے فارغ ہو کر غضنفر جو دور ہی کھڑا تھا ان کی جانب متوجہ ہو گیا اب درد کر رہا ہے کرن نے پریشان ہو کر پوچھا نہیں اب پہلے جیسا نہیں ہے اب کرنٹ اور درد کم ہو رہا ہے غضنفر نے کہا۔ کرن نے کہا شکر ہے خدا کا ہمیں جلدی سے اس جگہ اور کام سے فارغ ہونا چاہئے تا کہ پھر ڈاکٹر کے پاس جا سکیں۔ نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب ہاتھ ٹھیک ہو رہا ہے غضنفر نے اصل حالت چھپا کر کہا۔ لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہے نا کرن نے کہا اور پھر دونوں نے ایک گڑھا کھودا اور بیتا دیوی کی لاش اور اس پر مرے ہوئے بچھو کو زمین کے اندر دفن کر دیا تقریباً بیس منٹ ضرور لگے تھے۔ دوست ہوں گے آقا آقا۔ ایک بدصورت خانو ڈھانچے نے سکندر آقا کے دربار میں داخل ہو کر اسے پکارا گیا کہ آقا کو نزدیک سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ کیا ہوا بدبخت۔ سکندر آقا نے ڈھانچے سے پوچھا آقا دونوں بچھوؤں کو انسانوں نے قتل کر دیا ہے اب ہماری دنیا سے بچھوؤں کا نام و نشان بھی ختم ہو گیا ہے جو کہ قابل افسوس ہے۔ خانو ڈھانچے نے بتایا۔ تم فکر نہ کرو میں ان انسانوں کو بہت سخت سزا دوں گا آقا سکندر نے شاہانہ انداز میں ڈھانچے کو مطمئن کر دیا ڈھانچا خاموشی سے کالی غار سے باہر نکل گیا۔ آقا سکندر سوچ میں پڑ گیا کہ غضنفر اور کرن کو کیا سزا دی جائے یہ سوچ سے نکل کر خوش ہونے لگا کیونکہ اس نے سزا سوچ لی تھی بیتا دیوی کے گھر کا دروازہ ایک بار پھر کھل گیا غضنفر اور کرن بیتا دیوی کو دفنا کر مطمئن ہو کر اور خوشی سے اندر داخل ہو کر سیدھے اس کمرے کی جانب بڑھ گئے جو بیتا دیوی کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

چودھویں کا چاند آسمان پر آب و تاب کیساتھ روشن تھا چاند کی سنہری روشنی ہر طرف بکھر گئی تھی ایک عجیب و غریب وحشت چار سو طاری تھی ہر طرف موت کی ویرانی میں سنسان سڑک پر گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی گاڑی میں بیٹھا غضنفر آرام سے گاڑی چلا رہا تھا وہ شہر کا رہنے والا تھا اب گاؤں سے لوٹ رہا تھا ایک دوست کی شادی میں گیا تھا دوست نے بہت روکا مگر غضنفر کہاں رکنے والا تھا اس نے دوست سے یہ کہا تھا کہ میری ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ بیمار ہے آج کل لہٰذا دوست کو قابل ذکر مسئلہ بتا کر شہر اور اپنے

گھر کی طرف چلا جا رہا تھا

تقریباً رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا غضنفر کی گاڑی گاؤں سے بہت دور نکل گئی تھی اور شہر پہنچنے میں ابھی تقریباً ایک ساڑھے ایک گھنٹہ باقی تھا اب گاڑی جنگل کو چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی پر آرام سے چل رہی تھی۔

بچاؤ ارے کوئی ہے پلیز مجھے بچاؤ ان درندوں سے خدا کیلئے۔

اچانک جنگل کے درمیان سے ایک چیخ ابھری بڑی دلخراش چیخ تھی آواز لڑکی کی تھی جو بڑی دردمندانہ لہجے میں مدد کیلئے پکار رہی تھی گرمی کا موسم تھا غضنفر نے گرمی ختم کرنے کیلئے سائڈ والا شیشہ نیچے کیا تھا لہذا یہ آواز دور سے آ رہی تھی سننے کے بعد غضنفر نے جھٹکے سے گاڑی روک دی اور ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر کہیں سے بھی نہ کوئی آواز آئی اور نہ کوئی روشنی غضنفر سوچنے لگا کہ آواز کیسے تھی۔

ارے خدا کے نام پر بچاؤ

اچانک آواز ایک بار پھر آئی آواز گاڑی کی دائیں طرف سے آ رہی تھی اس دفعہ آواز صاف سنائی دے رہی تھی کیونکہ گاڑی رک گئی تھی اور خاموشی طاری ہو گئی تھی غضنفر سوچنے لگا کہ اس وقت یہ لڑکی کی آواز کیسے وہ سوچنے لگا اور گاڑی سے باہر آیا لیکن ساتھ ساتھ ٹارچ اور تمانچہ لینا نہیں بھولا تھا باہر آ کر غضنفر اس طرف روانہ ہو گیا جہاں سے لڑکی کی آوازیں آ رہی تھی ٹارچ کو روشن کرنے کی نوبت نہ آئی کیونکہ جنگل تھا چاند کی روشنی بڑے بڑے درختوں سے رک گئی تھیں غضنفر بری طرح ڈر گیا تھا جنگل میں مگر دوسری طرف ایک لڑکی کی جان خطرے میں تھی ٹارچ کی مدد سے تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد غضنفر کو روشنی دکھائی دی لہذا اس نے اپنے ٹارچ بند کر دیے روشنی کی طرف دیکھنے لگا جنگل کے درمیان سے ایک چھوٹی سی ندی گزر رہی تھی روشنی ندی کے پاس سے آ رہی تھی ندی کے آس پاس درخت ذرا کم تھے چاندنی تھوڑی بہت روشنی ندی پر اور آس پاس کی جگہوں پر پڑ رہی تھی غضنفر نے غور سے دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ دو ہندوں نے ایک لڑکی کو پکڑ رکھا ہے ندی کے قریب لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں اور لڑکی اپنے آپ کو ان دونوں کی گرفت سے آزاد ہونے کی ناکام کوشش کر رہی ہے اگلے لمحے غضنفر کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی کہ وہ دونوں ہندوں نے لڑکی کو پکڑ کر ندی کے قریب ایک بڑے سے کمرے کے اندر لے جا رہے ہیں۔

غور سے دیکھنے کے بعد وہ غضنفر کو مندر دکھائی دیا کیونکہ کمرے کے اوپر مینار اور گنبد مندر جیسے تھے اس دوران لڑکی نے ایک بار پھر مدد کو پکارا تھا غضنفر کا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی ان دونوں ظالم ہندوں کو اوپر پہنچا دے ابھی وہ [illegible] چاہتا تھا۔

ہندوں نے لڑکی کو لے کر مندر میں داخل ہو گئے تھے پھرتی سے غضنفر نے مندر کی طرف ایک دوڑ ہی لگائی تھی قریب پہنچ کر غضنفر کو حیرت ہوئی کہ مندر بہت ہی پرانا ہے جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا ہے مگر یہ دو ظالم ہندے لڑکی کو پکڑ کر اس کے ساتھ کیا کرنے والے تھے جلدی سے غضنفر کو معلوم ہو گیا [illegible] یہ ایک سوراخ تھا سائیڈ میں جہاں سے اندر دیکھا جا سکتا تھا غضنفر نے اندر دیکھا تو سکتے میں آ گیا کیونکہ ایک ہندو مندر میں دیے اور شمعیں روشن کر رہا ہے دوسرے لڑکی کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ رہا ہے اور لڑکی چلا رہی ہے ان دونوں کی منت سماجت کر رہی ہے مگر وہ دونوں شاید پتھر کے تھے جو بات نہیں سن رہے تھے۔

اتنے میں ایک نے تمام شمعیں روشن کی تھیں اب مندر میں روشنی ہی روشنی تھی روشنی میں وہ دونوں کالے حبشی دکھائی دیئے جسم بھی دونوں کے موٹے تازے تھے مندر کالی ماں کا تھا آگے اس کی مورتی سرخ زبان اور سرخ آنکھیں باہر نکالے کھڑی تھی مورتی بڑی ہی ڈراؤنی تھی روشنی میں زمین پر پڑی لڑکی اب بے سدھ ہوئی تھی کیونکہ وہ بری طرح رسیوں میں جکڑی ہوئی تھی بے یار و مددگار تھی غضنفر یہ منظر دیکھ کر بری طرح بوکھلا چکا تھا کیونکہ اگلے لمحے ایک حبشی نا پاک ہاتھوں سے لڑکی کو کسی طرح اٹھایا اور قریبی سٹول پر اس کا سر زور سے رکھ دیا سٹول پہلے ہی سرخ دھبوں سے سرخ تھا۔

شاید اس پر پہلے سے ہی خون گر گیا تھا مگر اگلے لمحے یہ بات الٹ گئی کہ ایک حبشی نے لڑکی کو زور سے پکڑ رکھا ہے اور دوسرے نے سٹول کے قریب سے ایک خنجر ہاتھوں میں لیا اور لڑکی کی گردن کے سیدھا اوپر کر رکھا ہے اس کا مطلب صاف تھا کہ وہ لڑکی کو کالی ماں کی بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے سٹول سرخ ہو گیا تھا اس کا مطلب بھی صاف تھا کہ اس پتھر کی مورتی کے آگے اور بھی بہت لوگ قتل ہو چکے ہوں گے۔

لڑکی بری طرح چلا رہی تھی خدا کا واسطہ دے رہی تھی خدا کے عذاب سے ان دونوں کو ڈرا رہی تھی مگر شاید ان دونوں پر جیسے بھینٹ چڑھانے کے بھوت سوار تھا وہ اس لڑکی کو قتل کر کے ہی دم لیں گے غضنفر کو ان دونوں پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ ایک خنجر جس نے پکڑا تھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جے ماتا دی جے ہو بجرنگ بلی۔

اس طرح کے کچھ الفاظ وہ ادا کر رہا تھا اگلے ہی لمحے غضنفر کا ہاتھ [illegible] جیبوں پر تھا اور پھر یک دم ہی ان ہندوں کا نشانہ سوراخ سے لیا جا چکا تھا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا وہ لڑکی کو قتل کرنا چاہتا تھا جیسے ہی وہ حبشی خنجر لڑکی کے قریب لانا چاہا ایسے ہی لمحے غضنفر نے تمانچے سے گولی نکال کر سیدھی جا کر ظالم حبشی کی کنپٹی میں پیوست ہو گئی اور وہ وہیں تڑپ کے نیچے جا گرا اور جلد ہی غضنفر کا اگلا نشانہ دوسرا حبشی بنا تھا وہ ابھی اس معاملے کو کچھ بھی نہیں پایا تھا کہ وہ بھی دوسری گولی سے نشانہ بنا تھا اور وہ بھی بغیر تڑپ کے خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔

لڑکی نے جلدی سر اٹھایا اور معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی دونوں حبشیوں کو مردہ پا کر ڈر گئی اور سمجھنے کی تلاش کرنے میں مگن ہو گئی اس وقت غضنفر بھی مندر میں داخل ہو گیا تھا غضنفر کے ہاتھوں میں تمانچہ دیکھ کر وہ بری طرح ڈر گئی تھی غضنفر اس کے قریب گیا اور اس کو رسیوں سے آزاد کیا رسیاں بہت زور سے باندھی گئی تھیں جن کے نسبت ہاتھ پاؤں پر نشان پڑ گئے تھے۔

رسیوں کو کھولنے پر غضنفر نے لڑکی سے کہا کہ وہ جلدی سے مندر سے نکلے آدھی رات گزر چکی تھی کہیں پھر سے اس جنگل کے چنگل میں نہ پھنس جائیں اور باتیں گاڑی میں بیٹھ کر کریں گے۔

لہذا وہ جلدی سے کالی ماں کے مندر سے نکل گئے اور اوپر گاڑی میں بیٹھ آ کر بیٹھ گئے غضنفر نے اپنے بارے میں مختصر بتایا اور کہا۔

میں نے تمہاری آوازیں سنی تھیں اس لیے آپ کو بچانے آیا خدا کے کرم سے اچھا کر لے آیا ہوں لڑکی نے اپنا نام کرن بتایا تھا جو ڈر رہی اور سہمی ہوئی تھی اس سے کسی طرح بات بھی نہیں ہو پا رہی تھی غضنفر نے بھی اس سے زیادہ بات نہیں کی اور کرن کو اپنے گھر لے آیا۔

غضنفر کے گھر والوں نے جب غضنفر کے ساتھ ایک غیر لڑکی کو آدھی رات کے وقت دیکھا تو ٹھٹھک کر رہ گئے تھے مگر غضنفر نے سب کو مخصوص اشارے

سے سمجھایا کہ کل ان سے کسی طرح بات کریں گے کھانا کھانے کے بعد غضنفر نے مختصر سا احوال کرن کے بارے میں گھر والوں کو بتایا۔ اور آ کر کمرے میں سو گیا تھا گھر والے کرن کے بارے میں سن کر حیرت میں ڈوب گئے تھے پھر کرن غضنفر کی بہن کے ساتھ اس کے کمرے میں جا کر سو گئی اس طرح ایک ایک کر کے سب گھر والے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے اور سونے کی تیاری کرنے لگے

صبح جب سب گھر والوں نے ناشتہ کیا تو پھر کرن سے کہا۔

وہ کہاں کی رہنے والی ہے اور وہ کالے درندے اسے کیوں مار رہے تھے

کرن نے اپنی آپ بیتی کچھ یوں سنائی۔

میرے والدین بچپن ہی میں کار حادثے میں مر گئے تھے میرا صرف ایک چچا تھا خالہ ماموں کوئی بھی نہ تھے حتیٰ کہ نانی بھی نہ تھی پھر چاچا نے مجھے اپنے گھر میں رکھا چچا بہت ہی اچھا تھا لیکن چچی کبھی نہ تھی اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس نے ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کروایا مگر وہ صاحب اولاد نہ ہوئی۔

پھر اس نے ایک جادوگر عورت سے کسی طرح رابطہ کیا اور اس کی پیروی کرنے لگی کہ اس کی اولاد ہو جائے ان دنوں میں آٹھ برس کی تھی چچا کی ضد سکول میں داخل ہوئی تھی ورنہ چچی کہاں پڑھنے کے لیے چھوڑ رہی تھی میں سکول جاتی چچا آفس جاتے اور چچی گھر میں رہ جاتی مگر وہ دنیا کے سامنے گھر میں رہتی تھی اصل میں وہ ہمارے جانے کے بعد جادوگر عورت کے پاس چلی جاتی اور اس کے مریدوں میں شامل ہو جاتی آخرکار بہت علاج اور کھوج لگانے کے بعد جادوگر خبیث عورت نے سے کہا۔

تمہاری اولاد نہیں ہو سکتی اگر اولاد چاہتی ہو تو ایک جان قربان کرو

چچی اس گناہ کے لیے بھی تیار ہو گئی تھی۔ اور آخرکار چچی کی نظریں مجھ پر آ کر ٹھہر گئیں ایک دن مجھے کچھ لوگوں نے سکول سے چھٹی کے وقت اغوا کر لیا ان لوگوں نے مجھے بے ہوش کیا جب ہوش میں آئی تو میں ایک خوفناک کمرے میں بند تھی کمرے میں ہر طرف دیواروں پر بھوت پریت کی تصویریں اور مجسمے آویزاں تھے ایک کونے میں آگ بھڑک رہی تھی پھر بہت ڈراؤنی اور بدصورت سی عورت آئی جو کم سے کم پچاس برس کے قریب ہو گی وہ بہت ہی ظالم تھی نوجوان لڑکیوں اور اپنی جادوئی مشاہدات کے لیے استعمال کرتی رہتی تھی لیکن اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ اپنی بیٹیوں کی طرح مجھے پالا پوسا میں گھر جانا چاہتی تھی یہ ذکر میں نے اس بھیانک عورت سے بھی کیا تو اس نے کہا کہ تمہارا گھر تو ہے ہی نہیں کہاں جاؤ گی چچی نے تو تمہیں ہم پر قربان کر دیا ہے اب تم میرے ساتھ یہیں رہو گی ورنہ میں تمہیں بھی اور لڑکیوں کی طرح موت کی گھاٹ اتار دوں گی اس دلدل سے نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا لہذا میں یہی غنیمت جان کر اس کے ساتھ رہنے لگی اس جادوگرا اور بھیانک عورت کا نام سیتا دیوی تھا۔

اس کا گھاٹ پر پراسرار لوگوں کی تانتا بندھا رہتا تھا میں ان لوگوں کو عجیب نظروں سے دیکھا کرتی تھی جو اس خبیث عورت سے جادو اور پراسرار عمل سیکھنے آئے تھے ان کو معاوضہ بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔

میں سیتا دیوی کے عقب میں بیٹھی رہتی تھی کچھ کچھ جادوں میں نے بھی سیکھ لیا ہے اسی طرح میرے سیتا دیوی کے ساتھ بیت گئے رہتے ہوئے اب میں چونکہ پچیس برس کی ہو گئی ہوں سکول کے

زمانے سے آج تک میں نے ساری عمر سیتا دیوی کے گھاٹ پر گزارا سیتا دیوی نے شادی نہیں کی تھی بچپن سے اس کو جادو ٹونہ سیکھنا اس کا شوق تھا جب اس نے تمام عملیات سیکھ لیے اور اس نے ایک ویران سے جگہ پر اپنے ذاتی گھاٹ کھول دیا دور دور سے ضرورت مند پریشان حال اور عملیات کے شوقین اس کے پاس آتے تھے مقصد پورا ہو یا نہ ہو لیکن وہ لوگوں سے منہ مانگی قیمت وصول کرتی تھی لیکن پھر بھی وہ عملیات حلقوں میں پانی کی طرح مشہور تھی۔

وہ کامیاب جادوگر و عملیات کی دیوی ہی نہ تھی بلکہ پیسوں کے طریقے سے اپنا الو سیدھا کرنے کے فن میں ماہر تھی وہ ہر فن مولا تھی اس کا گھاٹ پر ایک کمرا تھا جو خفیہ تو نہیں تھا مگر نظروں سے دور ضرور تھا جس میں جانے کا اختیار صرف اور صرف سیتا دیوی کو تھا اس کے صرف دو ملازم تھے جس کی گرفت سے غضنفر اسے لایا تھا اس کو بھی اختیار نہیں تھا کہ وہ دونوں اس کمرے میں جائیں۔

کمرے پر تالا لگا ہوتا تھا چابی سیتا دیوی کے گھاٹ کی دیوار پر ٹھونسے کیل کے ساتھ موجود ہوتی اور مجھے بھی بچپن سے ہی خاص طور پر تنبیہ کیا گیا تھا میں کبھی بھی سیتا دیوی کی اجازت کے بغیر اس کمرے میں نہ جاؤں اس تک مجھے سیتا دیوی نے اجازت نہیں دی تھی کہ میں اس کمرے میں جاؤں ایک دن سیتا دیوی سخت بیمار تھی بیماری کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ دوسرے کمرے میں جا کر سو گئی گھاٹ پر اس دن لوگ نہیں آئے تھے سارا دن بارش ہوتی رہی تھی اور دونوں ملازم بازار گئے ہوئے تھے سیتا دیوی مجھے ماں کی طرح پیار کرتی تھی اس کو مجھ پر بہت اہتمام تھا۔

جب وہ سو گئی تو میں بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی تھی اچانک میری نظر سامنے دیوار پر ٹھونسے کیل پر موجود چابی پر پڑی۔ اس دن سیتا دیوی واقعی بیمار تھی جب وہ آرام کرتی یا کہیں پر جاتی تو چابی ساتھ رکھنا نہیں بھولتی تھی اس دن اس کو کیسے بھول گئی تھی مجھے نہیں پتہ اتنا کہا کرن اپنی بات میں اثر دیکھا چاہا جب انہوں نے دیکھا تو سب اس کی بات کی طلسم میں غرق تھے اور غضنفر کو کرن بہت اچھی لگ رہی تھی وہ اس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا تھا اور ان کی بات بھی غور سے سنتا رہا تھا اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ اگر کرن کی کہیں پر بھی مدد کرنی ہوئی تو وہ ضرور کرے گا کیونکہ کرن کا کوئی وارث نہیں تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نہیں تھا اور اٹھ کر چابی تھامی اور طلسمی کمرے کی جانب گئی چابی بہت بڑی تھی اور تالا بھی بہت صدیوں پہلے والا معلوم ہو رہا تھا تالا اتنا مضبوط تھا کہ اس کو ہتھوڑی یا پتھر سے نہیں توڑا جا سکتا تھا میں نے تالے میں چابی گھمائی تالا کھل گیا دروازہ بھی کھل گیا اور میں اندر داخل ہو گئی پیچھے دروازے پر اندر سے زنجیر تھی نسب تھی میں نے اندر سے زنجیر لگائی اور آگے دیکھنے لگی اندر بے شمار کتابیں پڑی ہوئی تھیں کمرے کے دروازے میں عین آگے دیوار میں ایک بدصورت بت نسب تھا دروازے میں جدھر بت نسب تھا ہموار راستہ تھا۔

راستے کے ارد گرد ترتیب سے میزوں پر بے شمار کتابیں تھیں میں بت کی جانب چلنے لگی اور ساتھ ساتھ ارد گرد کتابیں بھی پلٹتی رہی مجھے سخت حیرت ہوئی کتابیں کوئی شعر و شاعری کی نہیں تھیں بلکہ کتابوں پر جن بھوتوں کی تصویریں آویزاں تھی

-

میرے پاس ٹائم نہیں تھا میں کتابوں کو پڑھ نہیں سکتی تھی اور چلتے چلتے مجھے ڈر لگنے لگا تھا اور چلتے چلتے میں بت کے سامنے آ گئی تھی مجھے بت

سے ذرا الگ رہا تھا بت کے دائیں اور بائیں نیچے دو
راستے تھے دونوں طرف یعنی میرے بھی دونوں
جانب دو راستے تھے اور دونوں پر نیچے سیڑھیاں
تھیں اس کا مطلب صاف تھا کہ اس بڑے کمرے
کے نیچے تہہ خانہ تھا میں ایک طرف سیڑھیوں کی
طرف جانے والی تھی کہ اچانک میری نظر بت کے
سامنے میز پر پڑی کتاب پڑی کتاب اور کتابوں کی
نسبت بڑی تھی میں کتاب کے قریب گئی کتاب
بہت پرانی لگ رہی تھی مگر بہت خوبصورت سرورق
ہونے کی وجہ سے پرانی نہیں لگ رہی تھی کتاب
جیسے ہی میں نے الٹی تو اس پر لکھا تھا کہ سیتا دیوی
حیات مجھے سخت حیرت ہوئی کہ سیتا دیوی پر بھی کسی
نے کتاب لکھی ہے جیسے ہی میں نے سرورق لٹنا چاہا
تھا دیواروں پر روشن مشعل آدھی بجھ گئیں اور آدھی
بجھنے والی تھیں کہ میں نے اس میں جان کی امان
پائی کہ بھاگوں اور میں نے کتاب رکھی اور دروازے
کی طرف دوڑ لگائی۔

دروازے کی قریب پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ
اب تقریباً تمام ہی روشنیاں بجھ گئی تھیں شکر ہے کہ
دروازے کے قریب تو پہنچ گئی میں نے جلدی سے
زنجیر ہٹائی اور باہر نکل گئی۔

جیسے ہی میں باہر نکلی اور تالا لگایا چابی میرے
ہاتھ میں ہی تھی کہ پیچھے سے سیتا دیوی کی آواز آئی
کہ اے لڑکی تو اندر کیا لینے گئی تھی مجھ سے بات
نہیں ہو رہی تھی خوف سے میری زبان گنگ ہو گئی
تھی سیتا دیوی بڑے غصے میں تھی جیسے مجھے جان
سے مار ڈالے گی یہاں آ کر مجھے سیتا دیوی نے کہا
تھا۔

اس کمرے میں میری اجازت کے بغیر جانا
موت کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا۔ پھر میں جو
چاہوں کروں گی تمہارے ساتھ
یک لخت وہ اجازت میرے دماغ میں گونج
گئی تو میرے ہوش من من بھاری ہو گئے تھے سیتا
دیوی کے دو لفظ خاص بھی آ گئے تھے جو باورچی
خانے میں اس وقت سودا رکھ رہے تھے میں نے
اس موقعے کو غنیمت جانا جلدی سے دوڑ لگائی سیتا
دیوی کو ایک وار سے ہی میں نے ایک تیز مکا مارا تو
وہ سامنے دیوار سے جا ٹکرائی جس کے نتیجے میں اس
کا سر زخمی ہو گیا تھا میں نے کمرے سے گھاٹ میں
قدم رکھا اور پھر گھاٹ سے نکل کر باہر ویرانے میں
آ گئی تھی میں دیوانہ وار ایک طرف دوڑ لگا رہی تھی
مجھے باہر زمانے کو دیکھنے کا موقع بچپن کے بعد پہلی
بار ملا تھا۔ کیونکہ سیتا دیوی نے مجھے باہر جانے کی
اجازت کبھی نہیں دی تھی۔

جیسے ہی میں نے پیچھے کی جانب دیکھا تو
گھاٹ سے دونوں ملازم میرے پیچھے لگے تھے
میں سیتا دیوی کے گھاٹ سے دور تھی اور وہ اس
لگے تھے کمرا کہ جس کی چابی میرے پاس آ گئی تھی جو
میں نے اپنے چادر کے ایک کونے میں باندھی تھی
اور باندھنے کے بعد میرے پاؤں پھسل گئے کسی پتھر
سے ٹکرائے اور میں دور جا کر گری اٹھ کر چلنے کا جیسے
ہی میں نے ارادہ کیا تو میرے پاؤں زخمی ہو گیا تھا
بھاگنے کے قابل نہ رہی تھی میں اٹھ کر چلنے کی ناکام
کوشش کر رہی تھی کہاں میرے چلنے کی رفتار اور
کہاں اس دوران پجاریوں کی دوڑ جلدی ہی وہ
میرے قریب پہنچ گئے اور پھر انہوں نے مجھے پکڑ لیا
میری سانسیں پھول رہی تھیں۔ پھر غصے میں بھاگنے
کی سکت نہیں تھی پکڑنے کے بعد انہوں نے مجھ
سے کہا۔

میں نے سیتا دیوی کو موت کے منہ کے قریب
کر دیا ہے وہ تڑپ رہی ہے اس کا سر بری طرح
سے زخمی ہو گیا ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر کرن کو مندر
والی جنگل میں لے جا کر کالی ماں کے بھینٹ
چڑھا دیں گے تو سیتا دیوی پھر سے ٹھیک ہو سکتی ہے

تاخیر ہونے کی صورت میں سیتا دیوی دنیا چھوڑ سکتی
ہے اور ہم کسی بھی قیمت پر سیتا دیوی کو مرنے نہیں
دیں گے ہم نے تمہارے پیچھے اس لیے بھاگنے میں
تاخیر کی کیونکہ سیتا دیوی موت کے قریب ہوتے
ہوئے بھی ہمیں اپنے سے زندگی کا حاصل کرنے
میں بتا رہی تھی لہذا اب ہم تمہیں سیتا دیوی کے
مندر لے جا کر اس کے آگے چڑھائیں گے۔

میں بری طرح ڈر رہی تھی ایک نے مجھے پکڑ
لیا اور دوسرا جا کر گھاٹ سے تلوار سے چھوٹی چیز
چھری یا خنجر لے آیا وہ مجھے گاڑی یا سڑک پر نہیں
لے جانا چاہتے تھے کیونکہ میں ان کا راز فاش نہ کر
دوں لہذا انہوں نے مجھے اٹھا کر ویرانے میں ایک
طرف چلنے لگے راستے میں طرح چیخ رہی تھی چلا
رہی تھی مگر کوئی سننے والا نہ تھا سوائے خدا کے۔

راستے میں کبھی ندی کبھی سنسان جگہیں آتی
رہی وہ دونوں مختلف راستے بدلتے رہے اور آخر
کار دوپہر سے شام ہونے تک کے وقت وہ
دونوں مطلوبہ جنگل پر وہ آدھی رات کے قریب پہنچ
گئے تھے کیونکہ جنگل میں ان کو دشواری پیش آتی
جنگل بہت ہی بڑا تھا پھر انہوں نے مجھے ایک مندر
میں اندر کر دیا سامنے کالی ماتا کا بت خوف وہراس
نظروں سے ہمیں دیکھ رہی تھی چیخنے چلانے کے
باوجود بھی میں نے ایک آدمی کے منہ سے سنا تھا کہ
سیتا دیوی نے کہا تھا میری جان کرن کے مرنے
میں ہے اگر کرن کالی ماں کے بھینٹ چڑھ گئی تو وہ
سیتا دیوی پھر سے صحت یاب ہو جائے گی پھر ایک
نے کہا کہ کرن کو مارنے کے بعد ہم مندر سے
قریب ندی میں بہا دیں گے۔

میرے چیخنے چلانے کے باوجود اک نے مجھے
رسیوں سے باندھا اور دوسرے نے مجھے چھری کا
خنجر سے مارنے کی کوشش کی جیسے ہی وہ میرے
قریب آیا میں نے آنکھیں بند کر لیں مگر اگلے ہی
لمحے وہ خنجر ہاتھ پر تھمیں زمین پر لگا پتہ نہیں کس کونے
سے ایک ظالم گولی آ کر تلوار والے کو لگی اور
پھر دوسرا بھی موت کے منہ میں گولی کے کارن چلا
گیا تھا اتنا کہہ کر کرن نے سانس کھینچا اور ہم سب پر
فاتحانہ نظر دوڑائی پھر کہا

آگے کا تو آپ لوگوں کو پتہ ہی ہے کرن نے
اول سے آخر تک آپ بیتی سنانے کے بعد ہم سب
گھر والوں کو دکھی کر دیا تھا۔

سیتا دیوی کو پھر سے زندگی دینے والے خود
ہی لقمہ اجل بن گئے اور میرے خیال سے اب سیتا
دیوی بھی اس دنیا میں نہ رہی ہو گی اس کے کمرے
خاص کی چابی بھی میرے پاس ہی ہے کرن نے یہ
کہہ کر اپنی چادر کے کونے میں لپٹی چابی باہر نکالی
چابی دیکھ کر ہم سب حیران رہ گئے کیونکہ چابی اس
زمانے کی چابیوں سے بالکل مشابہ نہیں تھی وہ تقریباً
سات انچ کے برابر ہو گی تمام آپ بیتی سنانے کے
بعد کرن چپ ہو گئی۔

اس وقت کرن کا چہرہ خوشی اور غم کے ملے
جلے لمحات میں مرجھائی ہوئی شاخ کی طرح تھا جو
ٹوٹ کر نفس لٹک رہی تھی اس وقت کرن بہت
خوبصورت لگ رہی تھی سب گھر والوں نے اس
سے کہا۔

اب وہ اس گھر میں رہ سکتی ہے۔

کرن بہت خوش ہوئی کیونکہ اسے ٹھکانہ مل گیا
تھا رہنے کے لیے جب میں نے کرن کی آپ بیتی
سنی تھی تو میں حیران رہ گیا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ
بھی موجود ہیں جو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کو
موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں بچوں کی ماؤں کو
روتا چھوڑ کر ان کے بچے چھین کر موت کے سپرد کر
دیتے ہیں مجھے سیتا دیوی پر بہت غصہ آ رہا تھا مگر
خوشی بھی تھی کہ اب وہ اس دنیا میں نہ رہ چکی ہو گی۔
کرن بہت خوش تھی غضنفر کے گھر والوں کے

ساتھ غضنفر کی بھی کرن سے بنتی تھی اگر سچ کہوں تو غضنفر کو کرن سے پیار ہو گیا تھا اور کرن بھی غضنفر سے مانوس سی ہو گئی تھی رفتہ رفتہ چھپ چھپ کر دیکھنا تا کو کرنا بے وجہ ہنسنا اور ایک دوسرے کو تکنے کی جیسے تو عادت سی ہو گئی نہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد محبت نے عشق کا روپ دھار لیا۔

ایک گھر میں دونوں رہتے تھے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا البتہ گھر والوں سے چھپ کر دونوں ملاقاتیں کرتے تھے اب رفتہ رفتہ گھر والوں کو بھی ان دونوں کی محبت کی خبر ہو گئی تھی لیکن سب گھر والے خاموش اور خوش تھے کیونکہ دونوں کی محبت پاکیزہ تھی اور گھر والے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ایک ہی گھا تھا دونوں کا۔

ایک دن غضنفر گھر میں داخل ہوا اور سیدھا کرن کے کمرے کی طرف گیا کرن کمرے میں موجود تھی

کرن تمہیں سیتا دیوی کے گھاٹ یا جگہ معلوم ہے ہمیں وہاں چلنا چاہئے تا کہ دیکھیں کہ سیتا دیوی کا کیا انجام ہوا ہے۔

تقریباً کرن اس گھر میں آئی تھی تو کم سے کم ایک ماہ بعد غضنفر نے کرن سے پوچھا تھا صبر میں یاد کرو کہ وہ کون سے جگہ تھی جہاں سیتا دیوی کا گھاٹ تھا کرن نے کہا اور سوچنے لگی غضنفر اس کو تک رہا تھا

۔

ہاں ہاں یاد آیا کرن نے چلتے ہوئے کہا اس جگہ کا نام سورج نگر تھا میں نے یہ نام ایک بار سیتا دیوی کے منہ سے سنا تھا۔

اچھا غضنفر نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا

پھر اس نے کرن سے کہا سورج نگر تو یہاں سے بہت ہی دور پہاڑوں میں ہے ہمیں وہاں پہنچنے میں دو گھنٹے لگیں گے یہ کہہ کر وہ کرن کو تکنے لگا ہم کل یہاں سے روانہ ہو جائیں گے لیکن ہم جائیں گے ضرور غضنفر نے کہا کرن نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں کہہ دی کیونکہ وہ پھر کبھی بھی سورج نگر نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اب غضنفر کی محبت کے لیے مجبور ہو کر جانے کو تیار ہو گئی تھی اور غضنفر بھی اس فیصلے پر بہت خوش تھا۔

دو گھنٹے تو گزر گئے ہیں کب پہنچیں گے کرن نے آہ بھرتے ہوئے کہا دونوں اگلے دن روانہ ہو گئے تھے اپنی اپنی ضرورت کی اشیاء غضنفر نے اپنی گاڑی میں رکھ لیں تھی اور دونوں اپنی منزل کے قریب پہنچنے والے تھے ارے صبر کرو کرن نے تقریباً اچھلتے ہوئے کہا تھا میرے خیال سے وہ یہی جگہ تھی جہاں سے مجھے اٹھایا گیا تھا۔

غضنفر نے گاڑی روک دی یہ علاقہ ویران تھا کہیں کہیں اس جگہ پر جھاڑیاں تھیں ہموار سا میدان تھا دونوں گاڑی سے اتر کر ایک سمت چلنے لگے تھے یہ علاقہ بہت ہی ڈراونا تھا غضنفر سوچ رہا تھا کہ اس جگہ پر عملیات کے شوقین لوگ اپنا عمل سیکھنے کے لیے ڈھیروں روپے خرچ کرتے ہیں یا شاید سیتا دیوی کے موت کے بعد بھی آتے ہوں گے۔ چلتے چلتے اچانک کرن نے ایک جانب اشارہ کیا

شاید ان جھاڑیوں کے پیچھے سیتا دیوی کا گھاٹ ہے چلو وہاں چل کر دیکھتے ہیں۔

اچھا چلو۔ غضنفر نے ایک نگاہ دوڑائی اور دونوں اس طرف چلنے لگے جہاں کرن نے اشارہ کیا تھا قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ کرن سچ کہہ رہی ہے جھاڑیوں کے پیچھے سیتا دیوی کا گھاٹ تھا گھاٹ اور سیتا دیوی کے گھر بالکل قریب تھے جیسے کسی گھر کے ساتھ بیٹھک ہو یعنی گھاٹ کے اندر ایک جانب سے دروازہ گھر کی طرف بھی کھلتا تھا دونوں گھاٹ کے اندر داخل ہو گئے گھاٹ کا

دروازہ کھلا تھا کرن کے مطابق گھاٹ کے اندر کی تمام چیزیں ویسے کی ویسی پڑی تھیں جب کرن یہاں موجود ہوا کرتی تھی گھاٹ کے اندر غلاظت اور گندی بدبو پھیلی ہوئی تھی دونوں کو سانس لینا دشوار ہو رہا تھا گھاٹ کے اندر میز پر بہت کاغذ رکھے ہوئے تھے کرن حیران ہوئی کہ یہ کاغذات کہاں سے آ گئے جب انہوں نے کاغذات دیکھے تو غضنفر نے پڑھنا شروع کیا۔ کرن کو پڑھنا نہیں آتا تھا کرن غضنفر کے قریب کھڑی تھی پھر غضنفر نے کرن سے کہا۔

یہ تمام خطوط ہیں ان لوگوں کے جو سیتا دیوی کے پاس عمل سیکھنے آتے تھے غضنفر نے ان لوگوں کے نام بتائے جنہوں نے یہ خطوط لکھے تھے کرن کے مطابق اس مہینے کا کوئی نیا نہیں آیا تھا۔ جس نے خط لکھا ہوگا

خط میں لکھے ہوئے نام سن کر کرن نے کہا یہ سب تین کے قریب خطوط مالکان سب سیتا دیوی کے پرانے پجاری ہیں خطوط میں سب لوگوں نے یہ بھی لکھا ہوگا ہم آئیں اور سیتا دیوی کا گھاٹ ویران پڑا تھا نوکروں کے ساتھ ساتھ سیتا دیوی اور ان کی بچی کرن بھی موجود نہیں تھی اگر ان لوگوں کو یہ خطوط مل گئے تو ہم تمام پجاریوں سے جلد از جلد رابطہ کر لیں گے تا کہ ہمارے رکے ہوئے عملیات پھر سے جاری ہوں سیتا دیوی کے پجاری اور عملیات کے شوقین جو سیتا دیوی کے پاس آئے تھے سب ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے تقریباً ایک پجاری نے خط لکھا تھا لیکن ایک پجاری نے دوسرے کو خط کو کھولا تک نہیں تھا پھر دوسرا انکشاف ہوا تقریباً تمام ہی خطوط سیتا دیوی کے مرنے کے دن کے دو ہفتے کے اندر اندر کھولے گئے تھے اور شاید ابھی تک پجاری سیتا دیوی کے لوٹنے کے منتظر تھے۔

گھاٹ میں بدبو ہر سو پھیلی ہوئی تھی خطوط کو چھوڑ کر کرن اور غضنفر اس دروازے کی طرف گئے جو گھر کے اندر کھلتا تھا دروازہ آدھا کھلا تھا شاید بدبو اسی سے آ رہی تھی جب انہوں نے دروازہ کھولا تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی کیونکہ سیتا دیوی کی مردہ لاش ابھی تک موجود تھی غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے بدن پر کیڑے لگ گئے ہیں اور ایک بچھو جو بہت ہی خطرناک دکھائی دے رہا تھا وہ بڑے آرام سے سیتا دیوی کے گلے پر منہ رکھ کر خون چھاٹ رہا تھا۔

دونوں ڈر گئے تھے کیونکہ بچھو ایک عام بچھو سے بہت بڑا تھا بچھو جسامت لمبائی اور چوڑائی میں ایک ناریل کے برابر ہوگا غضنفر اور کرن گنگ اور ڈرے ہوئے سیتا دیوی کی لاش کو تک رہے تھے دونوں بدبو کے طلسم میں تھے طلسم کو ایک چوہے نے توڑ دیا تھا چوہا سیتا دیوی کی لاش کی ٹانگ کے نیچے سے نکل کر ایک طرف کو بھاگ گیا کرن اور غضنفر چوہے سے بچنے کے لیے ایک طرف کو ہو گئے چوہا بھاگ گیا تھا اور بچھو جو اس کا گندا خون چوس رہا تھا غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا وہ بچھو کی آنکھیں بڑی اور بالکل سرخ تھیں۔ غضنفر بچھو کو مارنا چاہتا تھا لیکن کرن نے روک دیا۔

نہیں تم ایسا نہیں کرو گے تم اسے نہیں مارو گے کرن نے کہا۔

کیوں نہیں ماروں گا بچھو کو۔

کیونکہ یہ بچھو مجھے ایک جادوئی بچھو لگ رہا ہے تم اس کی آنکھیں تو دیکھو تا کیسی بڑی اور سرخ ہیں کرن نے ڈرتے ہوئے کہا

اچھا ٹھیک ہے نہیں ماروں گا لیکن اس گندی لاش کا کیا کریں غضنفر نے کرن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور بدبو سے لبریز لاش کے قریب جا کر

اسے دیکھنے لگے دونوں نے اپنی ناک رومال اور چادر سے ڈھانپی ہوئی تھیں۔

ہم پولیس کو بھی اطلاع نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہم پر شک ضرور کریں گے کرن نے سوالیہ لہجے میں غضنفر کو بتایا

ٹھیک کہا تم نے ہمیں جلد از جلد اس لاش کو کہیں چھپانا ہوگا کہیں ہم کسی دلدل میں نہ پھنس جائیں غضنفر نے لاش کو غور سے دیکھا اور کرن کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا اس گھاٹ کی ملکہ کا انجام تو برا ہوگا مگر ہمیں اس لاش کو کہیں نہ کہیں چھپانا ہوگا۔ اور پھر ہم اس گھر کی تلاشی لیں گے شاید ہمارے فائدے کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ لگ جائے۔

کرن نے یہ کہہ کر چاروں طرف نظر دوڑائی اسے کونے میں ایک کارآمد چیز دکھائی دی ایک بیلچہ جو کھدائی والا آلہ دکھائی دیا وہ اس جانب بڑھ گئی۔

ہاں ٹھیک کہا تم نے غضنفر نے اسے جاتے ہوئے کہا ہمیں ان دونوں چیزوں سے مدد لینی ہوگی ہمیں اس لاش کو باہر کہیں جھاڑیوں میں جا کر دفنانا ہوگا کرن یہ سب کہہ کر کھدال اور بیلچہ اٹھا کر غضنفر کے قریب آئی غضنفر نے بھی قریب پڑی ایک موٹی سی چادر کو اٹھا لایا اور پھر دونوں سلیقے سے چادر بچھائی ہوئی پر وہ لاش ڈال دی اور دونوں نے چاروں کونوں سے چادر کو پکڑا اور باہر دور جھاڑیوں پر چلتے بنے۔

آقا آقا وہ میرے بھائی کو مار ڈالیں گے کیونکہ وہ تو سویا ہوا ہے ایک بدصورت شکل والا چھوٹا سا بچہ ایک اندھیری غار میں داخل ہوا غار میں تھوڑی بہت روشنی تھی ڈراؤنی غار میں چمگادڑیں ادھر ادھر اڑ رہی تھیں سائڈوں پر انسانی ڈھانچے پہرا دے رہے تھے اور سب بلاؤں کا آقا ایک کالے تخت پر براجمان تھا یہ حقیقی دنیا سے الگ ایک دوسری دنیا تھی یہ سب کچھ ہو رہا تھا آقا کا نام سکندر تھا سکندر اس اندیکھی دنیا کا بادشاہ تھا۔

ہاں ہاں کہو چھوٹے بچھو کیا ہوا ہے۔

آقا سکندر نے چھوٹے قد والے ڈراؤنے لڑکے سے پوچھا۔

وہ آقا بڑا بچھو اس دنیا سے چھپ کر سیتا دیوی کا خون پینے گیا ہوا ہے آپ کو بتائے بغیر آپ اس کو معاف کر دیں ابھی ان کی جان خطرے میں ہے۔

میں ان کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گا آنے دو اسے سکندر نے غصہ ہوتے ہوئے چھوٹے بچھو سے کہا آقا یہ وقت سزا دینے کا نہیں ہے بلکہ جزا دینے کا ہے مجھے محسوس ہوا ہے کہ میرا بھائی ایک بڑے خطرے میں پھنس گیا ہے آپ اس کی جان بچانے کے لیے کچھ کریں جب بچ جائے گا تو پھر آپ ان سے پوچھ لیجئے گا۔ ابھی میں اس کو مرتے ہوئے محسوس نہیں کر سکتا چھوٹے بچھو نے رو دینے والے انداز میں کہا صبر کرو میں کچھ سوچتا ہوں سکندر آقا نے کہا

تم ایسا کرو کہ خود بھائی کو بچانے کے لیے جاؤ میرا کوئی سپاہی نہیں جائے گا کیونکہ وہ سب سے چھپ کر چلا گیا ہے آقا سکندر نے زہریلے لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

آپ کا بہت شکریہ میں خود ہی چلا جاؤں گا یہ کہہ کر چھوٹا بچھو یعنی ایک بدصورت چھوٹے قد والا لڑکا غار سے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر آ گیا۔

پتھروں اور سبزہ نہ ہونے والی سنسان دنیا کا باسی چھوٹا بچھو غار سے باہر آ کر ایک پتھر پر کھڑا ہو گیا اور اچانک اس کے ساتھ خود بخود ہی پر نکل آئے اور وہ اڑ کر ہوا میں منتقل ہو گیا۔

کرن اور غضنفر گھنی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے اچانک کرن کی نظر چونے سے

پودے کے نیچے ایک کالی چیز پر پڑی وہ اسے جان چکی تھی غضنفر وہ وہ دوسرا بچھو غضنفر نے بھی بچھو کو دیکھ لیا تھا تو اس میں کوئی خاص بات تو نہیں اور ڈرنے کی کیا بات ہے یہ بچھو ہے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تو یہ بچھو کیسے پہچانتا ہے۔

اب کرن مطمئن ہو گئی تھی مگر اسے ڈر ضرور تھا کہ بچھو کچھ ان دونوں کے ساتھ نہ کر دے اگلے لمحے ان دونوں کا شک یقین میں بدل گیا بچھو نے ایک لمبی چھلانگ ماری اور غضنفر کے ہاتھ پر جم گیا غضنفر نے جلدی سے جھٹکا دیا مگر بچھو غضنفر کے ہاتھ سے الگ نہ ہو سکا اور پھر بچھو نے اپنا ڈنک مارا اور اپنا زہر غضنفر کے ہاتھ میں داخل کر دیا۔

غضنفر کو لگ رہا تھا کہ اس کے جسم میں ایک کرنٹ سا سرایت کر رہا ہو درد کی تاب نہ لا کر غضنفر نے دوسری بار ہاتھ زور سے جھٹکا کر بچھو کو ہاتھ سے الگ کر کے دور پھینک دیا کرن نے جلدی سے بیلچہ لے کر بچھو کی چٹنی بنا ڈالی اس کام سے فارغ ہو کر غضنفر جو دور ہی کھڑا تھا ان کی جانب متوجہ ہو گیا اب درد کر رہا ہے کرن نے پریشان ہو کر پوچھا۔

نہیں اب پہلے جیسا نہیں ہے اب کرنٹ اور درد کم ہو رہا ہے غضنفر نے کہا۔

کرن نے کہا شکر ہے خدا کا ہمیں جلدی سے اس جگہ اور کام سے فارغ ہونا چاہئے تاکہ پھر ڈاکٹر کے پاس جا سکیں۔

نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب ہاتھ ٹھیک ہو رہا ہے غضنفر نے اصل حالت چھپا کر کہا۔

لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہے نا کرن نے کہا اور پھر دونوں نے ایک گڑھا کھودا اور سیتا دیوی کی لاش اور ان پر مرے ہوئے بچھو کو زمین کے اندر دفن کر دیا تقریباً بیس منٹ ضرور خرچ ہوئے ہوں گے آقا آقا۔ ایک بدصورت محافظ ڈھانچے نے سکندر آقا کے دربار میں داخل ہو کر آداب بھی بھول گیا کہ آقا کو نزدیک دے مخاطب کیا جاتا ہے۔

کیا ہوا بدبخت۔ سکندر آقا نے ڈھانچے سے پوچھا آقا دونوں بچھوؤں کو انسانوں نے قتل کر دیا ہے اب ہماری دنیا سے بچھوؤں کا نام و نشان بھی ختم ہو گیا ہے جو کہ قابل افسوس ہے۔ محافظ ڈھانچے نے بتایا۔

تم فکر نہ کرو میں ان انسانوں کو بہت سخت سزا دوں گا آقا سکندر نے شاہانہ انداز میں ڈھانچے کو مطمئن کر دیا ڈھانچا خاموشی سے کالی غار سے باہر نکل گیا۔ آقا سکندر سوچ میں پڑ گیا کہ غضنفر اور کرن کو کیا سزا دے اگلے لمحے یہ سوچ بے نکل کر کوش ہونے لگا کیونکہ اس نے سزا سن لی تھی سیتا دیوی کے گھر کا دروازہ ایک بار پھر کھل گیا غضنفر اور کرن سیتا دیوی کو دفنا کر مطمئن ہو کر اور دلچسپی سے اندر داخل ہو کر سیدھے اس کمرے کی جانب بڑھ گئے جو سیتا دیوی کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا تھا قریب پہنچ کر کرن نے بڑی اور انمول سی چابی اس بڑے سے تالے میں گھمائی تالا کھل گیا اور دونوں اندر داخل ہو گئے واقعی اندر روشنیاں خود جل گئیں۔ اور بے شمار کتابیں اور انمول چیزیں سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں کتابوں پر جن بھوتوں اور بلاؤں کی تصویریں آویزاں تھیں دونوں جلدی سے اس کتاب تک پہنچنا چاہتے تھے جس کے بارے میں کرن نے بتایا تھا۔

چند لمحے بعد دونوں مطلوبہ کتاب تک پہنچ گئے تھے غضنفر نے کتاب ہاتھوں میں لیا کتاب عام کتابوں سے کافی بڑی تھی اگلے لمحے دونوں کی حیرت کی انتہا ہی نہ رہی تھی کیونکہ کتاب کسی آقا سکندر نامی قلم کار نے تحریر کی تھی اور کتاب انہوں نے ایسے لکھی تھی کہ کمپوزنگ نہیں کی تھی یعنی ہاتھوں کی لکھی ہوئی تھی۔

اور کتاب کے اندر تصویریں قلم کار نے خود ہاتھوں سے بنائی ہوئی تھیں جو کسی عام بندے کی سمجھ میں نہ آتی ہوں غضنفر نے وہ کتاب جلدی سے کرن کے ہاتھوں میں تھما دی اور کہا

اسے ہم ساتھ رکھیں گے اور بے شمار کتابیں دونوں کو کسی کام کی نہ لگیں اور پھر دونوں نے اس تہہ خانے کی جانب قدم بڑھائے وہاں پر خوب اندھیرا تھا کرن نے ٹارچ روشن کی جو وہ ساتھ لائی تھی صرف اس تہہ خانے میں ایک چھوٹا سا بکس رکھا ہوا تھا جو کہ پیسوں سے لدھا ہوا تھا بکس اتنا تھا کہ جو ہاتھوں میں آسانی سے اٹھایا جا سکتا تھا دونوں کو مستقل روشنی دکھائی دی اور بکس غضنفر نے اٹھا لیا اور پھر اوپر آکر دونوں دوسرے تہہ خانے میں چلے گئے دوسرے تہہ خانے میں سوائے خنجروں اور تلواروں اوزاروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا مگر اس تہہ خانے سے جاتے وقت کرن کی نظر ایک خنجر پر پڑی جو ایک شیشے کے گلدان میں رکھا ہوا تھا۔

وہ خنجر دوسروں سے مختلف تھا قیمتی پتھروں سے بنی میان بہت اچھی لگ رہی تھی کرن نے جلدی سے وہ بھی اٹھایا اور کتابیں ہال میں دونوں آگئے دونوں نے پھر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی مگر دونوں کو کوئی کارآمد چیز دکھائی نہ دی پھر دونوں اس پراسرار کمرے یا ہال سے کارآمد چیزوں کے ہمراہ باہر گئے پھر دونوں نے اسی کمرے کو تالا لگایا اور باہر آکر گھاٹ کے ایک کونے سے ایک اور تالا لگایا سیتا دیوی کے گھر کو باہر سے ایک تالے سے بند کر دیا گیا دونوں جلدی سے گاڑی میں بیٹھے اور سامان پچھلی سیٹوں پر رکھا غضنفر کے ہاتھوں پر ابھی بھی درد محسوس ہو رہا تھا اور گھاؤ بھی نمایا ہو رہا تھا غضنفر نے گاڑی اسٹارٹ کی جلدی۔

چلو ہمیں اس خوفناک جگہ سے جلدی نکلنا چاہیے اور پھر ڈاکٹر کے پاس بھی تو جانا ہے کرن نے کہا۔

نہیں بھئی معمولی سا زخم ہے ٹھیک ہو جائے گا تم فکر کیوں کرتی ہو۔

ہاں مگر بچھو کے ڈنگ سے تم واقف نہیں ہو مر بھی سکتا ہے انسان کرن نے لقمہ دیا۔

اور پھر چند منٹوں میں گاڑی شہر میں داخل ہو گئی گاڑی ایک ڈاکٹر کلینک کے سامنے رکی غضنفر اور کرن چند منٹوں میں ڈاکٹر کے سامنے تھے ڈاکٹر نے ایک انجکشن لگایا اور ایک محلول کا شیشی گھاؤ پر لگانے کو دیا کلینک سے نکل کر دونوں گھر کی جانب چلے گئے تھے ابھی شام کے پانچ بج رہے تھے۔

گھر پہنچ کر دونوں نے پیسے اور دوسرا سامان چپکے سے ایک محفوظ جگہ پر رکھا اور کتاب حیات سیتا دیوی غضنفر نے چپکے سے گھر والوں کی نظروں سے چھپا کر اپنے کمرے میں رکھ لی رات کے کھانا کھانے کے بعد غضنفر نے کمرے میں آکر کتاب کھول دی رائٹر آقا سکندر نے خود کو جادوگر ثابت کر کے اپنا تعارف کیا تھا اور کہا تھا کہ میں سو سال پہلے ہی مر چکا ہوں ابھی میری روح کالی چٹانی دنیا میں ہے میں نے یہ کتاب وہاں سے لکھ کر سیتا دیوی کے بارے میں کچھ ایسا بتایا کہ سیتا دیوی آج سے ہزاروں سال پہلے پیدا ہوئی تھی مختلف جادو اور کالے علم سیکھ کر اشرف المخلوقات کی دنیا میں قدم رکھا اسی طرح سب کچھ بہت تفصیل سے لکھا ہوا تھا اور تصویریں وہ تھیں جو کالے علم سیکھنے کے وقت وہ سیتا دیوی مختلف شکلیں اختیار کر لی تھی اسی طرح بہت کچھ سیتا دیوی کے خلاف لکھا جا چکا تھا۔

غضنفر آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ سیتا دیوی انسان نہیں کوئی مخلوق تھی جو بھی کسی انسان کو مار سکتی تھی آخر غضنفر ایک سطور پر آکر ٹھہر گیا تھا کہ سیتا دیوی تم بھی مر سکتی تھی جب وہ بیمار ہو جائے اور نیند سے اسی وقت اٹھی ہو تو بعد میں سوچنے پر یاد آیا کہ واقعی سیتا دیوی کو تو کرن نے اسی طرح ہی مارا تھا غضنفر حیرت میں ڈوب گیا تھا اور مختلف صفحے پڑھے اور ورق گردانی میں تقریباً تین گھنٹے لگ گئے ابھی ابھی غضنفر کو نیند بھی بہت آ رہی تھی اس نے کتاب سائیڈ پر رکھی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

جاؤ ہیروان بیاری اور ظالم انسان غضنفر پر مسلط ہو جاؤ آقا سکندر نے اپنے تجربے سے ایک برتن میں پڑے محلول کو حکم دیا۔

ہاں سن لو صرف رات کے وقت ابھار بھرنا صرف غضنفر کو ذلیل کر دو اور دنیا کے لوگوں کو خونی دلدل میں گرا دو جاؤ ہیروان جاؤ۔

آقا سکندر کا حکم سن کر سرخ رنگ کی محلول ہیروان بیاری نے برتن سے اڑنا شروع کر دیا اور اگلے ہی لمحے ایک دھوئیں کی طرح اک سوراخ سے نکل کر حقیقی دنیا کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔

غضنفر نیند کی پرسکون وادیوں میں داخل ہو چکا تھا دوسرے کمرے میں غضنفر کی ماں بہن اور کرن آج کے بیتے ہوئے معاملے پر بات کر رہے تھیں لیکن کرن نے وہاں سے لائے ہوئے سامان کے بارے میں ان کو نہیں بتایا تھا مگر حالت سے ان دونوں کو ضرور باخبر کیا تھا ماں اور بہن نے کھانے سے پہلے غضنفر کا ہاتھ جو بچھو نے کاٹا تھا ضرور دیکھا تھا اور افسوس بھی کیا تھا ابھی ان دونوں نے جب تمام واقعہ سنا تو کرن اور غضنفر پر غصہ کیا کہ وہ دونوں پھر نہیں جائیں گے۔

کرن نے پھر جانے سے توبہ کر لی اور غضنفر کا پتہ نہیں تھا پھر تینوں نے اٹھ گئیں اور سونے کی تیاری میں لگ گئیں جبکہ دوسری جانب کمرے جہاں غضنفر سویا ہوا تھا کمرے کی کھڑکی کے ہینڈل اور کنڈی خود ہی کھل گئے اور نیچے ہو گئی اور پھر کھڑکی بھی خود ہی کھل گئی اور ایک سرخ سی لکیر آکر غضنفر کی بچھو کے کاٹے ہوئے زخم کے اندر داخل ہونے کے چند سیکنڈ کے بعد خلاف معمول غضنفر کی آنکھیں ایک دم کھل گئیں اور آنکھیں سرخ تھیں اور چند لمحوں بعد غضنفر کا جسم بچھو کی طرح کالا ہونا شروع ہو گیا اور آدھے درجن ٹانگے اس کے جسم سے پیدا ہو گئی اور سر بھی بچھو کی طرح ہو گیا اب وہ مکمل بچھو بن گیا تھا ہیروان بیاری جو آقا سکندر نے بھیجی تھی اس نے کام کر دیا تھا

اگلے لمحے غضنفر جو ابھی یہ بچھو بنا تھا کھڑکی سے چھلانگ لگا کر باہر نکل گیا اس طرح ہوتے ہوئے لان سے دیوار اور دیوار بھی چھلانگتا ہوا باہر سڑک پر اب ایک بچھو سوار ہو گیا تھا قدرتی طور پر بچھو بڑا ہو کر انسان سے بھی بڑا ہو گیا تھا ابھی رات کے بارہ بج رہے تھے راستے پر ایک خاتون بچے کے ہمراہ گھر جا رہی تھی انہیں احساس ہوا کہ انہیں کوئی دیکھ رہا ہے اس نے احتیاط سے چلنا شروع کیا مگر اگلے لمحے اسکی نظر ذرا دور ایک کالی چیز پر پڑی تو اسکی جان بے جان ہو گئی چلنا دشوار ہو گیا مگر اگلے ہی لمحے میں عورت کی فلک شگاف چیخ بلند ہوئی۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیے گا۔ جاری ہے

کندھوں پر محبوب کا جنازہ لئے قبرستان تک پہنچے
دفن کے بعد دوسرے کے ساتھ ہم گھر تک پہنچے
✪ .... مدثر خان۔ ڈی آئی خان

بہت مشکل ہے ہر چہرے سے دل کا راز پڑھ لینا
جو گہرے لوگ ہوتے ہیں وہ پہچانے نہیں جاتے
✪ .... یونس ساجد عثمانی۔ خان بیلہ

پلکیں بھی چمک اٹھتی ہیں سوتے میں ہماری
آنکھوں کو ابھی خواب چھپانا نہیں آتے
✪ .... محمد عدنان خان۔ بھوتکی

ڈر کے آگے جیت ہے

۔۔۔ آر۔ کے۔ ریحان خان۔ قسط نمبر ۴

جیسے ہی وہ پل کے اس پار آیا وہ پل اچانک غائب ہوگیا۔ ریحان دوڑ رہا تھا ان سے اس کے بال اس کے چہرے پر گر رہے تھے جسے دیکھ کر عالیہ بولی۔ ہائے اللہ یہ ادا تو مجھے مار ڈالے گی میں تو اب ان سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتی اس پر سیمرن نے اس سے کہا۔ چلو ورنہ ہم تمہیں یہیں چھوڑ دیں گے۔ سیمرن کو عالیہ کا اس طرح ریحان کے بارے میں بات کرنا برا لگا تھا اس کے ذہن میں تو یہ تھا کہ میرے علاوہ ریحان کی کوئی بھی تعریف نہ کرے۔ خیر وہ چاروں بھی ریحان کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ وہ جیسے ہی وہاں پر پہنچیں جنگ شروع ہو گئی تھی۔ ریحان نے وہاں پر اس کے بادشاہ ڈھانچے کو دیکھا جس کی آنکھوں اور منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے جو کئی لوگوں کو جلا چکے تھے اس پر ریحان نے تلوار نکالی اور کہا۔ بہت ہوگیا۔ یہ کھیل اب تو تم سب گئے ریحان جنگ کے میدان میں چلا گیا اور تلوار چلانی شروع کر دی ایک ہی وار سے وہ سینکڑوں ڈھانچوں کو ختم کر چکا تھا۔ ادھر مورزین نے عالیہ اور حنا کو وہاں بٹھایا اور سیمرن کے ساتھ وہ دونوں بھی جنگ میں شریک ہو گئیں۔ جب اس مخلوق نے ان دونوں لڑکیوں کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ آخر یہ دونوں کہاں سے آ گئیں۔ یہاں پر تو ایک لڑکا آیا تھا خیر یہ جنگ کا وقت تھا انہوں نے مورزین اور سیمرن پر زیادہ توجہ نہ دی۔ وہ دونوں بھی بہادری کے ساتھ لڑ رہی تھیں مگر ریحان کو جب لگا کہ یہ ڈھانچے تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں اس لیے اس نے اس کے سردار یعنی بادشاہ ڈھانچے کی طرف دوڑ لگا دی وہ بھی ڈھانچوں کو چیرتا ہوا اس جادوئی ڈھانچے کی طرف جا رہا تھا جس نے آگ کے شعلے سے قیامت کا سماں بنایا ہوا تھا۔ اس کو پتہ چل چکا تھا کہ یہ لڑکا میری طرف آ رہا ہے اسلیے دور سے ہی اس نے ریحان پر آگ کے شعلے برسانے شروع کر دیئے۔ مگر ریحان اس کی طرف آتے ہوئے ہر شعلے کو وہ تلوار کی مدد سے ختم کرتا جا رہا تھا آخر کار وہ اس ڈھانچے کے تخت پر جا پہنچا۔ ادھر حنا اور عالیہ کی طرف دو تین ڈھانچے چلے گئے تھے جسے دیکھ کر عالیہ اور حنا نے مورزین اور سیمرن کو آوازیں دینی شروع کر دیں مگر ہر طرف شور شرابہ تھا اسلیے اس نے عالیہ سے کہا عالیہ اب جو بھی کرنا ہے ہمیں کرنا ہے چلو تلوار نکالو۔ سمجھو یہ ہماری طرف ہی بڑھ رہے ہیں اس پر عالیہ اور حنا دونوں نے ہانپتے ہوئے تلواریں نکالیں مگر جیسے ہی ڈھانچوں نے ان دونوں کی طرف چھلانگ لگائی تو ڈر کے مارے دونوں سے اپنی اپنی تلواریں زمین پر گر گئیں۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔

دیکھو باہر اس کو شور سنائی دیا۔ تو وہ دونوں غار سے باہر آئی اور چونک کے اسی طرف دیکھنے لگیں جہاں سے شور اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ دونوں ڈر سے کانپنے لگیں۔ ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے کیونکہ منظر ہی کچھ اس طرح تھا جس سے دونوں کی ہوائیں اڑ گئیں۔ کیونکہ اس کرسی پر کوئی اور نہیں بلکہ ریحان بیٹھا ہوا تھا اور ساری ریاست کے لوگ اس کے پیچھے تھے اس پر حنا نے کہا۔

عالیہ کیا تم بھی وہ دیکھ رہی ہو جو میں دیکھ رہی ہوں مجھے
اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ریحان ہے۔
ہاں حنا یہ ریحان ہی ہے ناں۔ اس کو ابھی بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ریحان ہے۔
عالیہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
حنا یہ ریحان بادشاہ کب سے بنا عالیہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
شاید رات کو ہی وہ ان سب کو شکست دے کر بادشاہت اپنے نام کر دی ہوگی۔
عالیہ شاید رات کو ہی وہ ان سب کو شکست دے کر بادشاہت اپنے نام کر دی ہوگی۔
اس کا مطلب مورزین ٹھیک کہہ رہی تھی کہ ریحان کا وہاں پر جانے کا مطلب کچھ اور ہی ہوگا۔
اس کا مطلب مورزین ٹھیک کہہ رہی تھی کہ ریحان کا وہاں پر جانے کا مطلب کچھ اور ہی ہوگا۔
ہاں حنا یہ تو دیکھ ہی رہا ہے ویسے غضب کا ہینڈسم دکھائی دے رہا ہے وہ عالیہ کی اس بات پر حنا نے
عالیہ کی طرف آنکھیں پھاڑتے ہوئے دیکھ کر کہا۔
عالیہ کی طرف آنکھیں پھاڑتے ہوئے دیکھ کر کہا۔
عالیہ تمہیں ہر وقت ریحان کی خوبصورتی ہی دکھائی دیتی ہے کیا۔
عالیہ تمہیں ہر وقت ریحان کی خوبصورتی ہی دکھائی دیتی ہے کیا۔ کہیں تم بھی ریحان سے۔ عالیہ کا اتنا کہنا
عالیہ نے بھی ان سے کہا۔ تمہیں کیوں اتنا کھٹکا خیر تو ہے۔ کہیں تم بھی ریحان سے۔ عالیہ کا اتنا کہنا

تھا کہ حنا تیزی سے بولی۔
نہیں نہیں ریحان صرف سمیرن کا۔ حنا نے اتنا کہا تھا کہ ادھر سمیرن اور مورزین آ گئیں
یار ہیں پانے کے لیے نہیں ریحان صرف سمیرن کا۔ حنا نے اتنا کہا تھا کہ ادھر سمیرن اور مورزین آ گئیں
جس کے ہاتھوں میں کالے پھل بھی تھے اور کچھ پرندے وغیرہ بھی غرض کھانے کا مکمل سامان تھا۔ پانی کی
بڑی بڑی بوتلیں ان دونوں نے ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھیں۔ جو انہوں نے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔
بڑی بڑی بوتلیں ان دونوں نے ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھیں۔ جو انہوں نے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔
کہیں تم دونوں مر تو نہیں گئیں۔ ویسے یہ باہر شور کیسا ہے مورزین نے بھی سوال کر ڈالا۔
مورزین تمہیں نہیں پتہ ریحان اس مخلوق کا بادشاہ بن گیا ہے عالیہ نے مورزین سے مسکراتے ہوئے
مورزین تمہیں نہیں پتہ ریحان اس مخلوق کا بادشاہ بن گیا ہے عالیہ نے مورزین سے مسکراتے ہوئے

کہا۔
مورزین نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ وٹ۔
ہاں سمیرن جاؤ دیکھ لو تم دونوں بھی ایسے تم نہیں مانو گی۔ حنا نے سمیرن کو غصے سے کہا۔
ہاں سمیرن جاؤ دیکھ لو تم دونوں بھی ایسے تم نہیں مانو گی۔ مذاق کے علاوہ تم دونوں کو
ہاں مجھے تمہاری باتوں پر یقین نہیں ہے تم ہر وقت مذاق کرتی رہتی ہو۔ مذاق کے علاوہ تم دونوں کو

کچھ سوجھتا نہیں ہے۔
سمیرن دماغ مت کھاؤ خود بھی دیکھو اور مجھے بھی دیکھنے دو عالیہ نے
حنا نے اوپر جاتے ہوئے کہا۔ سمیرن دماغ مت کھاؤ خود بھی دیکھو اور مجھے بھی دیکھنے دو عالیہ نے
بھی مورزین کے ساتھ اوپر جاتے ہوئے کہا۔ ویسے میری تو اس کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہو
ہو رہی ہیں وہ انتہائی ہینڈسم دکھائی دے رہا ہے اس پر سمیرن نے ٹھان کر بھی جب عالیہ کی یہ بات سنی تو
اوپر کی طرف تیزی سے ریحان کو دیکھنے کے لیے بھاگ گئی جبکہ مورزین وہاں پر اکیلی رہ گئی اس کو پتہ تھا
کہ یہ سب سچ کہہ رہی ہیں تھوڑی دیر میں اوپر سے سمیرن کی آواز سنائی دی۔
کہ یہ سب سچ کہہ رہی ہیں تھوڑی دیر میں اوپر سے سمیرن کی آواز سنائی دی۔ ہیں اور وہ ہے کہ بادشاہ
مورزین اوپر آؤ۔ دیکھو تیرا بھائی کیا گل کھلا رہا ہے ہم یہاں کیسے رو رہے ہیں اور وہ ہے کہ بادشاہ
بنا تخت پر بیٹھا ہوا ہے اس پر مورزین بھی مسکراتے ہوئے اوپر ریحان کو دیکھنے کے لیے چلی گئی۔ ریحان کو
بنا تخت پر بیٹھا ہوا ہے اس پر مورزین بھی مسکراتے ہوئے اوپر ریحان کو دیکھنے کے لیے چلی گئی۔ ریحان کو
اس طرح کرسی پر بیٹھا دیکھ کر مورزین ہنسنے لگی۔ اس پر سمیرن نے مورزین سے کہا۔
اس طرح کرسی پر بیٹھا دیکھ کر مورزین ہنسنے لگی۔ اس پر سمیرن نے مورزین سے کہا۔ مخلوق اس کو اتنی
اب تم کیوں ہنس رہی ہو۔ کہ پتہ نہیں ریحان نے وہاں پر ایسا کیا کیا ہوگا جس سے یہ مخلوق اس کو اتنی

عزت دے رہی ہے اس پر حنا نے کہا۔
عزت دے رہی ہے اس پر حنا نے کہا۔ ساتھ ہمیں بھی عزت دیں گے
چلو ابھی موقع ہے ہم بھی وہاں چلتے ہیں۔ وہ لوگ ریحان کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی عزت دیں گے
اور ریحان بھی ہمیں معاف کر دے گا۔

ہاں حنا لگتا ہے کہ ریحان کا وادی مرگ میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے اس لیے تو وہ اتنا خوش ہے چلو
اب ہم اس کے پاس چلتے ہیں۔ یکدم مورزین بول پڑی۔
عالیہ تم بھی ناں پاگل ہو ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے ایک دن بھی نہیں ہوا کہ تم وادی مرگ کے مشن
پر پہنچ گئی ہم کہیں نہیں جا رہے ہیں آؤ سب کھانا تیار کرتے ہیں اس پر سب نے کہا۔
نہیں ہم ریحان کو دیکھنے جا رہے ہیں۔ ان کی بات پر وہ ہنس دی اور غار کے اندر چلی گئی۔ وہ بہت
خوش تھی کہ اس کا بھائی صحیح سلامت ہے تھوڑی دیر میں تینوں نیچے آ گئیں سب کے چہرے مایوس تھے کیا
ہوا تم سب کو کیا ریحان سے ان لوگوں نے بادشاہت پھر سے چھین لی ہے مورزین کی اس بات پر سب
ہنس دیں۔

رات کا وقت تھا ہر طرف اندھیرے کی کالی چادر چھا گئی تھی باہر ہر طرف گہرا سکوت تھا ادھر چاروں
لڑکیوں نے کھانا تیار کیا ہوا تھا کھانا کھانے کے بعد وہ آپس میں باتوں میں مصروف تھیں جبکہ ادھر ریحان
چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک باہر شور مچ گیا۔ ہر طرف بھاگ دوڑ مچ گئی ریحان ادھر
ادھر دیکھ رہا تھا کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے مگر اس کو کسی سے کوئی جواب نہ ملا۔ بابا بھی اسے کہیں دکھائی نہیں
دے رہا تھا۔ آخر وہ بھی حویلی کے باہر گیا اگلا منظر دیکھ کر وہ کانپ اٹھا۔ کیونکہ ہر طرف ڈھانچے ہی
ڈھانچے تھے جس نے چاروں طرف خونی کھیل شروع کر رکھا تھا۔ دیکھنے میں تو وہ کمزور دکھائی دے رہے
تھے مگر ان میں غضب کی طاقت تھی وحشی کو کھا چکے تھے ریحان سے یہ منظر دیکھا نہیں گیا وہ سیدھا حویلی کے
باہر آ گیا۔ اور ان ہڈیوں کے ڈھانچوں پر اپنا عمل شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کئی ڈھانچوں کو خاک
میں ملا چکا تھا ریحان کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھ کر سب میں جان آ گئی اور حویلی کے اندر سے بادشاہ کی
فوج نکل آئی۔ اور ان سب ڈھانچوں پر ٹوٹ پڑی ادھر سبھی لڑکیاں اپنی غار میں سے باہر نکل گئی تھیں وہ
بھی آگ کے شعلے کو دیکھ رہی تھیں مگر اس کے نزدیک جانے کی ہمت کسی میں بھی نہ تھی۔ ان سب کو وہاں
سے دردناک چیخوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لگتا ہے ان پر کسی غائبی مخلوق نے حملہ کر دیا ہے
مورزین نے ہر طرف آگ کے شعلے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
اللہ ریحان کی حفاظت کرے۔
مورزین مجھے تو لگتا ہے کہ ہمیں بھی اب وہاں جانا چاہیے۔
نہیں حنا لگتا ہے کہ ان پر کسی بہت بڑی طاقتوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ہمیں وہاں نہیں جانا چاہیے
ریحان اپنی حفاظت خود کر لے گا۔ ہمیں اپنی حفاظت کی فکر کر لینی چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ غائبی مخلوق یہاں تک
پہنچ جائے مورزین نے اتنا کہا تھا کہ عالیہ تھر تھر کانپنے لگی عالیہ کو دیکھ کر مورزین نے کہا۔
عالیہ عالیہ کیا ہوا ہے۔
وہ۔۔ وہ۔۔ ڈر اور خوف کی وجہ سے اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔
عالیہ بتاؤ تو کیا ہوا کانپ کیوں رہی ہو۔ اس پر عالیہ نے مشکل سے انگلی سمیرن کی طرف کر دی۔
وہ وہ سیم سمیرن وہ ہکلاتے ہوئے بولی حنا نے جیسے ہی سمیرن کو دیکھا وہ بھی خوف کی وجہ سے وہیں پر
بے ہوش ہو گئی جبکہ عالیہ اپنی جگہ پر تھر تھر کانپ رہی تھی مورزین نے بھی جب سمیرن کی طرف دیکھا تو اس

کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے سیمرن مکمل کسی نا بینی طاقت کے زیر اثر آ چکی تھی اس کی آنکھیں مکمل سفید ہو چکی تھیں۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے موروزین نے مشکل سے خود کو سنبھالا اور سیمرن کو حیرت سے کہا۔

سیمرن یہ تم کو کیا۔ موروزین سیمرن کو ہاتھ لگا رہی رہی تھی کہ سیمرن نے لہراتے ہوئے موروزین کو اپنی بائیں ہاتھ سے دور پھینک دیا۔ اور انتہائی بھیانک آواز میں ہنسنا شروع کر دیا۔ عالیہ ابھی بھی اپنی جگہ پر ساکت بھوت بنی کھڑی موروزین سمجھ گئی کہ میرے امتحان کا وقت آ گیا ہے اس نے پہلے اپنے گلے میں پہنے تعویذ کو مضبوطی سے پکڑا تلوار تو وہ اس پر چلا نہیں سکتی تھی اس لیے اس نے اپنے تعویذ کا سہارا لیا جیسے ہی سیمرن کے گلے میں دیکھا تو اس میں تعویذ نہیں تھا۔ موروزین سمجھ گئی کہ سیمرن نے بھول کر تعویذ اپنے گلے سے اتارا ہوا تھا اسی لیے یہ سب ہوا۔ موروزین نے اپنے گلے سے تعویذ نکالا اور سیمرن کے پیچھے دوڑ لگا دی جو جانے کہاں جا رہی تھی جیسے ہی موروزین اس کے نزدیک آئی اس نے اپنا تعویذ پیچھے سے سیمرن کے گلے میں پہنا دیا۔ جس سے اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ فضا میں بلند ہوئی۔ اور وہ موروزین کی گود میں گر کر بے ہوش ہو گئی موروزین نے بڑی مشکل سے عالیہ کو بلایا۔ اور ان دونوں نے سیمرن کو اٹھا کر غار کے اندر لے گئیں اس کے بعد وہ حنا کو بھی غار کے اندر لے آئیں۔

ادھر ریحان اور سب لوگوں نے مل کر ڈھانچوں کو ایک دہشت ناک شکست سے دوچار کر دیا تھا۔ جس سے سب ڈھانچے واپس جانے پر مجبور ہو گئے تھے ہر طرف خوشی پھر سے پھیل گئی تھی مگر کچھ لوگ خون کے آنسو رو رہے تھے اپنوں کی موت پر ادھر موروزین نے عالیہ سے کہا۔

لگتا ہے اس غائبی مخلوق کو بھی شکست ہوئی ہے ان شور سے تو یہی پتہ چلتا ہے مگر عالیہ پر اب بھی ڈر سوار تھا کہ ایسا نہ ہو کہ سیمرن اٹھ کر اس کو گلے سے پکڑ لے۔

عالیہ ذرہ دوست ذرا پانی لانا اب سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے عالیہ نے ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے پانی کی بوتل موروزین کو دے دی موروزین نے پہلے حنا پر پانی چھڑکا۔ جس سے وہ جلد ہی ہوش میں آ گئی ہوش میں آتے ہی اس نے سیمرن کا پوچھا موروزین نے حنا کو تسلی دی اور کہا۔

سیمرن ٹھیک ہے ابھی ہوش میں آ جائے گی۔ جیسے ہی پانی کی چند بوندیں سیمرن کے چہرے پر پڑیں تو سیمرن ہڑبڑا کر اٹھ گئی جیسے وہ خواب میں سے بیدار ہوئی ہو۔

کیا ہوا مجھ پر پانی کیوں پھینک رہی ہو جیسے اس کو کچھ پتہ ہی نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

سیمرن کی بچی ابھی ہم سب کو ایک بار مار چکی اب پوچھتی ہو کہ کیا ہوا ہم سب کی زندگی اندھیرے میں تھی اور تمہیں مذاق کی پڑی ہوئی ہے عالیہ نے خوف سے دھیمی ہوئی آواز میں سیمرن کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اس پر سیمرن اٹھ کر بیٹھ گئی اور کہا۔

اب کوئی مجھے بتائے گا کہ آخر ہوا کیا ہے اس پر عالیہ نے موروزین سے کہا۔

ہاں موروزین ذرا بتاؤ ہماری شہزادی کو کیا ہوا تھا۔

موروزین بولی۔ پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ تمہارا تعویذ کہاں ہے۔

میرا تعویذ۔۔ اس نے اپنے گلے پر ہاتھ رکھا یہ ہے۔

نہیں یہ میرا ہے۔ موروزین نے کہا۔ اور پھر اس کو ساری بات بتا دی جسے سننے کے بعد وہ چونکتے ہوئے کہنے لگی۔

وہ سوری مجھے گھٹن محسوس ہو رہی تھی اس لیے تھوڑی دیر اسے گلے سے اتار کر رکھ دیا تھا مگر یہ سب ہو جائے گا مجھے پتہ نہیں تھا۔

حنا نے کہا۔ دیدی کیا تمہیں پتہ بھی ہے کہ تمہاری یہ نادانی سب کی جان لے سکتی تھی کیا تمہیں اس بات کا ذرا بھی اندازہ ہے۔

موروزین نے کہا حنا اب بس کرو جو ہوا سو ہوا اب یہ آئندہ ایسا نہیں کرے گی۔

سیمرن اپنی نادانی پر بہت شرمندہ تھی سب ایک ساتھ خاموش ہو گئیں غار کے اندر گہرا سکوت چھا گیا اس پر عالیہ کو ایک شرارت سوجھی اس نے خاموشی کو توڑتے ہوئے سیمرن سے کہا۔

ویسے سیمرن اب چڑیل بن کر بہت خوبصورت دکھتی ہو۔ عالیہ نے دھیرے سے کہا۔

عالیہ کی اس بات پر موروزین بے اختیار ہنس پڑی اور ایسی ہنسی کہ چپ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ موروزین کو دیکھ کر حنا اور عالیہ کا بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ رہا وہ بھی بے اختیار ہنس پڑیں ادھر کئی لوگوں کو قبروں میں دفنایا گیا اسی طرح یہ رات بھی گزر گئی۔ صبح ریحان نے مکمل تیاری کر لی تھی۔

بیٹے ریحان کل رات کی شکست کے بعد اس ڈھانچے کو خبر مل چکی ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہم پر دوبارہ حملہ کر دے اگر وہ ڈھانچہ اس کے ساتھ یہاں پر آ گیا تو اسے ہرانا ناممکن ہو گا اس لیے یہ جنگ کی شروعات ہو چکی ہے ہمیں جلدی سے جلد کر شاہی تلوار حاصل کرنی ہو گی۔

ہاں بابا میں تیار ہوں۔

بس بیٹے اب تمہی سے امیدیں ہم سب جڑی ہیں

بابا آپ فکر نہ کریں میں ہر حال میں وہ کرشاہی تلوار حاصل کر کے رہوں گا۔ بابا اب ہمیں چلنا چاہیے تمہیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے اس کے ساتھ بادشاہ ملک اور ساری ریاست کے لوگ روانہ ہو گئے۔ وہ ما نج کا وہ انوکھا کھیل سب ہی دیکھنا چاہتے تھے وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جو تلوار ہم صدیوں سے حاصل نہیں کر پائے وہ حاصل کیسے ہوتی ہے اس لیے نوجوان بوڑھا اور بچہ عورت سب ہی ریحان کے پیچھے تھے جبکہ آگے بادشاہ اور ملکہ کا تخت تھا جسے کئی لوگوں نے اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔

ادھر سیمرن نے اندر سب کو آواز دی۔ موروزین۔ عالیہ۔ حنا جلدی اوپر آؤ دیکھو وہ سب آبادی والے ریحان کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں اس پر سب ہی اوپر آ گئیں۔

سیمرن لگتا ہے وہ کہیں جا رہے ہیں چلو جلدی اپنا اپنا سامان اٹھاؤ ہم سب بھی ان کے پیچھے چلتے ہیں اس پر حنا نے ساری آبادی والے لوگوں کو دیکھا اور کہا۔

او تیری کی یہ ریحان آخر کر کیا رہا ہے عالیہ نے بھی سوال کر ڈالا۔

سیمرن نے ان سے کہا جلدی جلدی سامان اٹھاؤ تم دونوں پھر سے شروع ہو گئیں راستے میں جتنی بھی باتیں کرنا ہیں وہ کر لینا۔

عالیہ نے کہا ہاں ہم کو بھی یہاں ٹھہرنے کا شوق نہیں ہے

وہ چاروں بھی ان سب کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد وہ ایک کالی پہاڑی پر پہنچ گئے وہ بھی مخلوق تلواروں اور تیروں نیزوں سے لیس تھیں۔ بادشاہ نے وہاں پر ہی ٹھہرنے کا اعلان

کر دیا بیٹا۔ ریحان ہم پہنچ گئے ہیں یہ ہے کالی پہاڑی اب ریحان یہ پل دیکھ رہے ہو جو اس پہاڑی سے لے کر اس پہاڑی تک ہے تلوار پل کے اس پر اس غار کے اندر سے ریحان نے چاروں طرف کا جائزہ لیا وہاں پر بالکل ان کے سامنے ایک لمبا مقتی پل تھا جس کے نیچے ایک کالا دریا بہہ رہا تھا۔ وہ کالا دریا حد سے بھی زیادہ گرم تھا اگر کوئی انسان اس میں گر جائے تو اس کی ہڈی تک پگھل جاتی ہے اس پر ریحان نے بابا سے کہا۔

بابا اب اس میں مشکل کیا ہے
بیٹا اس میں مشکل یہ ہے کہ کوئی بھی اس پل کے اس پار نہیں جا سکتا ہے۔
وہ کیسے ریحان نے سوال کر ڈالا۔
بیٹا وہ اس لیے کہ ذرا دیکھو۔ ریحان نے جیسے ہی پتھر کے اس پار دیکھا تو حیران ہو گیا وہاں پر پتھر سے بنے ہوئے کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جس میں ایک شیر دکھائی دے رہا تھا ایک بکری اور ایک گھاس کا گوچھا تھا۔ اس پل پر پاؤں رکھتے ہی وہاں پر یکدم ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ شیر بکری اور یہ گھاس کا گوچھ اپنی اصل حالت میں آ جائیں گے تب ہی تم سے کہا جائے گا کہ ایک منٹ میں تم کو یہ بکری شیر اور یہ گھاس صحیح سلامت لے جانا ہوگا شرط یہ کہ ایک ایک چیز آپ کو پل کے اس پار لے جانی ہے اور یہ کہ نہ بکری گھاس کو کھائے گی نہ شیر بکری کو کھائے گا مگر تمہارے ہوتے ہوئے وہ نہ بکری گھاس کھائے گی اور نہ شیر بکری کو کھائے گا۔ مگر تم جیسے ہی پل کے اس پار جاؤ گے گھاس کا گوچھ لے کر تو وہاں پر شیر بکری کو کھائے گا اور اگر تم شیر کو لے کر وہاں جاتے ہو تو بکری اس گھاس کو کھا جائے گی اب یہ تمہیں طے کرنا ہے کہ نہ شیر بکری کو کھائے اور نہ ہی بکری گھاس کو کھائے۔ یہ تینوں چیزیں تم کو پل کے اس پار لے کر جانی ہیں یاد رہے کہ تینوں کو اس میں سے ایک کو بھی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے اگر ایسا ہو گیا تو تم اس پل پر جاؤ گے اور تم کالے دریا میں گر جاؤ گے اگر نیچے نہیں گرے تو اوپر ہی تمہیں آگ لگ جائے گی اور تمہاری ہڈیاں بھی پانی کی طرح پگھل جائیں گی۔

ریحان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس میں مشکل بات کیا ہے۔ پہلے میں شیر کو وہاں پر چھوڑ آؤں گا۔
مطلب میں پہلے شیر کو۔
نہیں بیٹا تو وہاں پر بکری گھاس کو کھا جائے گی۔
تو ہیں بابا میں شیر اور گھاس دونوں کو اس پار لے جاؤں گا تو بکری اکیلی پڑ جائے گی جبکہ شیر تو گھاس نہیں کھاتا۔
نہیں بیٹا۔ یہ بھی ہم آزما چکے ہیں آپ کو صرف ایک چیز کو لے جانے کی اجازت ہوگی دو چیزیں ایک ساتھ تم نہیں لے جا سکتے اس پر ریحان نے کہا۔
اچھا میں پہلے بکری کو وہاں پر لے جاؤں تو شیر تو گھاس نہیں کھاتا۔
ہاں یہ تو ٹھیک ہے فرض کرو تم نے وہاں پل کے اس پار پہلے بکری کو لے گئے یہ تو ٹھیک ہے مگر دوسری مرتبہ کس کو لے جاؤ گے۔
ریحان نے کہا شیر کو
بابا بولا پھر تم واپس گھاس لینے آؤ گے تو پیچھے سے شیر بکری کو کھا جائے گا۔ اب تمہیں خود سوچنا ہے کہ

تم نے تینوں کو کیسے لے کر جانا ہے اور کسی کو بھی نقصان نہ پہنچے۔
جبکہ موروزین نے وہاں جھاڑیوں کے پاس چھپ کر بابا کی سب باتیں سن لیں اور واپس حنا سیمرن اور عالیہ کے پاس آ گئی جو ان سے تھوڑی دور تھیں وہاں موروزین نے بابا کی ساری باتیں تینوں کو بتائیں موروزین کی باتیں سن کر حنا نے کہا۔
یہ ناممکن ہے۔ اگر ایک بار میں دو چیزوں کو لے جانے کی اجازت ہوتی تو اس طرح تینوں کی حفاظت ہو سکتی ہے مگر ایک ایک چیز یہ ناممکن ہے۔
موروزین نے کہا ناممکن تو نہیں ہے بس صرف سوچنے کی بات ہے۔
سیمرن نے کہا۔ موروزین یہ بہت مشکل ہے میرے دماغ میں تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے۔
موروزین نے پل کو اور تینوں چیزوں کو غور سے دیکھا اور گہری سوچ میں پڑ گئی اس طرح سوچتے سوچتے عصر کا وقت ہو گیا۔ اس پر موروزین نے اچانک خوش ہو کر کہا سیمرن بہن اور کاغذ لاؤ مجھے سمجھ آ گئی ہے ریحان کو لکھ کر بھیجتی ہوں اس پر سیمرن نے خوش ہو کر کاغذ اور قلم نکالا اور موروزین کو دیا موروزین ہمیں بھی تو بتاؤ کہ آخر تینوں کو کس طرح پل کے اس پار با حفاظت پہنچایا جا سکتا ہے عالیہ نے بے تابی سے کہا مگر اگلے ہی لمحے حنا نے سب کو چونکا دیا۔
وہ دیکھو ریحان نے پل پر قدم رکھ دیا ہے موروزین اب دیر ہو چکی ہے ریحان کا وقت شروع ہو چکا ہے اب تو اس پر ہے کہ وہ تینوں کو کس طرح حفاظت کے ساتھ پہنچا سکتا ہے سیمرن نے اللہ سے دعا کی کہ سب ٹھیک ہو جائے۔ یا اللہ ریحان کو کامیاب کرنا۔ آج پہلی بار سیمرن کی آنکھوں میں ریحان کے لیے دعا میں آنسو بھی شامل تھے سیمرن تمہاری آنکھوں میں آنسو بیکار نہیں جائیں گے۔ ادھر ریحان نے جیسے ہی پل پر قدم رکھا تینوں چیزیں اپنی اصل حالت میں آ گئیں جو بالکل پل کے سر پر آ گئے۔ وہ انتہائی مہذب تاب شیر تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو شیر کو دیکھتے ہی بھاگ جاتا جبکہ بکری بھی خاصی موٹی تازی تھی شیر کو بکری کو خونخوار نظر اس سے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا جبکہ بکری گھاس کو آنکھیں پھاڑ سے دیکھ رہی تھی جیسے ابھی اسے کھا جائے گی۔ ریحان نے ہمت کر کے اللہ کا نام لے کر پہلے بکرے کو اٹھایا اور پل کے اس پار لے گیا اس کے بعد وہ واپس آیا اب وہاں پر گھاس اور شیر باقی رہ گئے تھے اب نہ تو شیر گھاس کو کھا سکتا تھا اب دوسری چیز کی باری تھی تو ریحان نے شیر کو اپنے ساتھ پل کے اس پار لے گیا۔ اب پل کے اس پار صرف گھاس باقی تھا اور اس پار بکری شیر تھے اب اگر ریحان گھاس کو لینے آتا تو وہاں شیر بکری کو کھا سکتا تھا بلکہ کھانے کے لیے تیار تھا اب یہاں پر ریحان نے اپنا دماغ چلایا اس نے پھر سے بکری کو اٹھایا اور واپس لے آیا۔
ادھر موروزین خوشی سے ریحان کی چال پر اچھل پڑی۔ اس نے ہاتھ کی مٹھی بند کرتے ہوئے کہا۔
موروزین اب تو تینوں صحیح سلامت پہنچیں گے نہیں۔
تب سیمرن جھوک کر پہنچ گئے۔ اب دیکھو اب ریحان نے گھاس کو اٹھا لیا ہے اور پل کے اس پار لے گیا
تب بکری باقی تھے اب وہاں پر گھاس اور شیر پہنچ چکے تھے ریحان تیزی سے پل کے پہلی والی جگہ پر آیا اور وہاں سے بکری کو اٹھا کر لے آیا۔ مطلب سب صحیح سلامت پہنچ چکے تھے۔

جس سے وہ تینوں چیزیں ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئیں اس پار ریاست کے سبھی لوگوں نے خوشی کے نعرے شروع کر دیے۔ ریحان تیزی سے غار کے اندر چلا گیا وہاں ایک پتھر پر وہ تلوار تھی ریحان نے زور لگا کر اس تلوار کو نکالنا شروع کر دیا۔ ادھر ریاست کے لوگوں کے پاس پیغام آیا جس کو سن کر ریاست کے سبھی لوگوں نے واپس اپنے گھروں کو دوڑ لگا دی۔

ارے یہ مخلوق کہاں بھاگ رہی ہے عالیہ نے سب کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

موروزین بولی۔ لگتا ہے کہ ان کے گھروں پر حملہ ہوا ہے۔ ریحان کو جلدی کرنا ہوگا ان سب کو بچانا ہوگا اسے۔ حنا نے پل کے اس پار غار کو دیکھ کر کہا۔

اتنے میں ریحان تلوار لیے غار سے باہر نکل آیا۔ ابھی شام ہونے والی تھی مگر اس تلوار سے اتنی تیز روشنی نکل رہی تھی کہ دور دور تک اندھیروں کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ریحان نے جب اردگرد نظریں دوڑائیں تو وہاں پر کوئی نہیں تھا اس پر ریحان پریشان ہوگیا۔ آخر یہ سب کہاں چلے گئے۔ مگر اگلا خیال جو اس کے دماغ پر آیا اس نے ریحان کو دوڑنے پر مجبور کر دیا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ ڈھانچوں نے پھر سے حملہ کر دیا ہے۔

وہ دیکھو ریحان دوڑ کر آرہا ہے عالیہ نے ریحان کو دوڑتے ہوئے دیکھ کر کہا جیسے ہی وہ پل کے اس پار آیا وہ پل اچانک غائب ہوگیا۔ ریحان دوڑ رہا تھا ان سے اس کے بال اس کے چہرے پر گر رہے تھے جسے دیکھ کر عالیہ بولی۔ ہائے اللہ یہ ادا تو مجھے مار ڈالے گی میں تو اب ان سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتی اس پر سیارانا نے اس سے کہا۔

چلو ورنہ ہم تمہیں یہیں چھوڑ دیں گے۔ سیمرن کو عالیہ کا اس طرح ریحان کے بارے میں بات کرنا برا لگا تھا اسکے ذہن میں تو یہ تھا کہ میرے علاوہ ریحان کی کوئی بھی تعریف نہ کرے۔ خیر وہ چاروں بھی ریحان کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ وہ جیسے ہی وہاں پر پہنچیں جنگ شروع ہو گئی تھی۔ ریحان نے وہاں پر اس کے بادشاہ ڈھانچے کو دیکھا جس کی آنکھوں اور منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے جو کئی لوگوں کو جلا چکے تھے اس پر ریحان نے تلوار نکالی اور کہا۔

بہت ہو گیا۔ یہ کھیل اب تو تم سب گئے ریحان جنگ کے میدان میں چلا گیا اور تلوار چلانی شروع کر دی اب ہی وار سے وہ سینکڑوں ڈھانچوں کو ختم کر چکا تھا۔ ادھر موروزین نے عالیہ اور حنا کو وہاں بٹھایا اور سیمران کے ساتھ وہ دونوں بھی جنگ میں شریک ہو گئیں۔ جب اس مخلوق نے ان دونوں لڑکیوں کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ آخر یہ دونوں کہاں سے آگئیں۔ یہاں پر تو ایک لڑکا آیا تھا خیر یہ جنگ کا وقت تھا انہوں نے موروزین اور سیمران پر زیادہ توجہ نہ دی۔ وہ دونوں بھی بہادری کے ساتھ لڑ رہی تھیں مگر ریحان کو جب لگا کہ یہ ڈھانچے تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں اس لیے اس نے اس کے سردار یعنی بادشاہ ڈھانچے کی طرف دوڑ لگا دی وہ سبھی ڈھانچوں کو چیرتا ہوا اس جادوئی ڈھانچے کی طرف جا رہا تھا جس نے آگ کے شعلے سے قیامت کا سماں بنایا ہوا تھا۔ اس کو پتہ چل چکا تھا کہ یہ لڑکا میری طرف آرہا ہے اسلیے دور سے ہی اس نے ریحان پر آگ کے شعلے برسانے شروع کر دیے۔ مگر ریحان اس کی طرف آتے ہوئے ان شعلوں کو وہ تلوار کی مدد سے ختم کرتا جا رہا تھا آخر کار وہ اس ڈھانچے کے تخت پر جا پہنچا۔ ادھر حنا اور عالیہ کی طرف وہ تین ڈھانچے چلے گئے تھے جسے دیکھ کر عالیہ اور حنا نے موروزین اور سیمران کو

آوازیں دینی شروع کر دیں مگر ہر طرف شور شرابہ تھا اسلیے اس نے عالیہ سے کہا عالیہ اب جو بھی کرنا ہے ہمیں کرنا ہے چلو تلوار نکالو دیکھو یہ ہماری طرف ہی بڑھ رہے ہیں اس پر عالیہ اور حنا دونوں نے کانپتے ہوئے تلواریں نکالیں مگر جیسے ہی ڈھانچوں نے ان دونوں کی طرف چھلانگ لگائی تو ڈر کے مارے دونوں سے اپنی اپنی تلواریں زمین پر گر گئیں ان دونوں نے چیخ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں مگر جیسے ہی ڈھانچے ان دونوں کے ساتھ ٹکرائے وہ خود ہی ریزہ ریزہ ہو گئے عالیہ اور حنا نے دھیرے دھیرے اپنی آنکھیں کھول دیں مگر وہاں پر ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا عالیہ اور حنا نے اپنے گلے میں تعویذ کو چھوا اور تلواریں اٹھا کر کھڑی ہو گئیں۔

موروزین کو پہلے ہی ہمیں بتا دینا چاہیے تھا کہ اس تعویذ کے زیر اثر سے تم ہر طرح سے محفوظ ہو اب ہم ان ڈھانچوں کو دیکھتا ہے۔ حنا اور عالیہ نے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں بھی جنگ کی طرف بڑھنے لگیں جیسے ہی ان دونوں نے تلواریں چلانا شروع کیں تو ان کو اپنے ہاتھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم اتنی تیز تلواریں کیسے چلا رہی ہیں۔ ادھر سیمران اور موروزین نے جب ان دونوں کو دیکھا تو مسکرا کر کہنے لگی۔

آخر اونٹ اب آگیا ہے پہاڑ کے نیچے۔ ہاں اب تم دونوں بیٹھ کر ہماری لڑائی دیکھو حنا نے جذباتی ہو کر کہا اور ایک ڈھانچے کا سر قلم کر دیا۔

ادھر ریحان اور اس جادوئی ڈھانچے کے بیچ زبردست جنگ شروع تھی آخر کار ریحان نے اپنی تلوار سے اس ڈھانچے کا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور پھر دوسرا اور آخر کار اس ڈھانچے کا سر قلم کر کے ہی دم لیا اس کا سر قلم ہوتے ہی تمام ڈھانچوں کو آگ لگ گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ڈھانچے ایک ایک کر کے راکھ کا ڈھیر بن گئے سیمران اور موروزین حنا اور عالیہ نے جب سارے ڈھانچوں کو مرتے ہوئے دیکھا تو وہ چاروں بھی ایک جگہ پر چھپ گئیں۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا وادی مرگ کے سات طاقتوں میں ایک کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ یہ ریحان کی اور سیمران کی پہلی کامیابی تھی ادھر ریاست کے سبھی لوگ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔ اچانک ہی وہ جادوئی ڈھانچہ جو ان سب ڈھانچوں کا بادشاہ تھا جس کو ابھی ابھی ریحان نے کرشماتی تلوار سے ختم کیا تھا اچانک اس کا سر جو باقی رہ گیا تھا وہ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا اور اس سے دو سنہری روشنیاں نکل گئیں ایک سیدھا ریحان کے جسم میں چلی گئی جسے دیکھ کر ریاست کے سبھی افراد حیران ہو گئے مگر ان سے ریحان کو صرف ایک جھٹکا لگا تھا باقی اسے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا ریحان حیران تھا جبکہ ریاست کے سبھی افراد خاموش کھڑے تھے اچانک ریحان کے دماغ میں ایک خیال آیا اس نے فوراً جادوئی نقشے والی کتاب کو نکالا مگر یہ دیکھ کر ریحان کی حیرانگی اور بھی بڑھ گئی کہ اس جادوئی نقشے والی کے صفحے اور بھی بڑھ گئے تھے ریحان نے جب اسے پڑھا تو خوشی سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس پر بابا اس کے نزدیک آئے اور اس سے کہا۔

ریحان بیٹا کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو یہ روشنی کیسی تھی۔ جو آپ کے جسم میں چلی گئی ہے اس پر ریحان مسکرا دیا اور کہا۔ بابا پہلی خوشی کی بات تو یہ کہ وادی مرگ کے سات طاقتوں میں سے ایک طاقت ختم ہو چکی ہے اور میرا یہاں مخلوق نگری میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ مجھے یہاں پر دو طاقتیں مل چکی ہیں ایک تو یہ کرشماتی تلوار ریحان نے تلوار کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اوپر اٹھا کر کہا۔ جس

کی سفید روشنی سے پورا ماحول روشن ہو گیا تھا۔ دور دور تک تلوار سے نکلنے والی روشنی پھیل ہوئی تھی دوسری طاقت یہ تھی کہ ابھی ابھی میرے جسم میں جو روشنی چلی گئی ہے یہ بھی ایک طاقت ہے اور وہ بھی آگ یعنی آتشی طاقت ہے اور اسے استعمال کرنے کا منتر بھی اس کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ جس کو استعمال کر کے میرے ہاتھوں سے آگ نکلنا شروع ہو جائے گی۔ بابا جو میرے لیے بہت ضروری ہے۔

بابا خوش ہو کر ساری ریاست کے افراد کو اپنی زبان میں یہ بات بتا دی جس سے پھر سے سب کے چہروں پر خوشی چھا گئی۔

ادھر دوسری روشنی مورزین کے جسم میں چلی گئی تھی جس سے ساری لڑکیاں پریشان تھیں مگر مورزین آخر یہ روشنی تمہارے اور ریحان کے جسم میں کیوں چلی گئیں سمیرن نے سوال کر ڈالا۔

عاطیہ نے ان سے کہا مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں مورزین بھی۔ اتنا کہتے کہتے وہ چپ ہو گئی۔

حنا نے کہا۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اب ریحان کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔

مورزین نے کہا۔ دیکھو مجھے کچھ نہیں ہوا ہے اور وہاں پر دوبارہ خوشی کے نعرے بلند ہو چکے ہیں۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ روشنی جو میرے اور ریحان کے جسم میں گئی ہے وہ مجھے ایک آتشی طاقت لگتی ہے کیونکہ میں اپنے جسم میں ایک بڑی طاقت کو محسوس کر رہی ہوں اور مت بھولو کہ بابا نے کیا کہا تھا۔ کہ جو طاقت ریحان میں آئے گی وہ مجھ میں بھی آئے گی اس لیے اب یہ جاننا ہے کہ مجھے یہ طاقت کیسے استعمال کرنی ہے۔

سمیرن بولی۔ یہ تو ریحان کو ہی پتہ ہوگا اور ویسے بھی اب ہمیں ریحان کو سب کچھ بتانا چاہیے سمیرن کی اس بات پر مورزین خاموش ہو گئی۔

ادھر ریحان اور سبھی ریاست کے افراد محل میں جا چکے تھے وہاں پر ریحان نے بابا کو بتایا کہ میری اگلی منزل سامنے آ چکی ہے میرے جادوئی نقشے پر کسی دروازے کا ذکر ہو رہا ہے۔

بابا نے کہا۔ یہ اس ڈھانچے کی سلطنت میں ہے جو دوسری کسی ریاست کا راستہ ہے مطلب وادی مرگ کی دوسری طاقت۔ بابا نے دھیرے سے خوف سے کہا اس پر ریحان نے کہا۔

بابا جی آپ فکر نہ کریں مجھے وہاں جانا ہوگا۔ اور میں بہت خوش ہوں کہ میں نے آپ سب کو اس غلامی سے آزاد کر دیا ہے اس طرح یہ رات سب نے جاگ کر گزاری کیونکہ صدیوں بعد ان سب کو آزادی ملی تھی اس طرح صبح ہو گئی اور ریحان نے جانے کی تیاری کر لی۔ بادشاہ ملکہ اور سبھی ریاست کے افراد نے ان کو بہت روکا۔ کہ وہ چند دن اور ٹھہر جائے مگر ریحان کے اصرار پر اس نے ریحان کو اجازت دے دی۔ اور سبھی ریحان کے ساتھ ڈھانچے کی سلطنت میں روانہ ہو گئے۔

ادھر چاروں لڑکیاں بھی ان سب کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں۔ سارا دن سفر کرنے کے بعد وہ ڈھانچوں کی سلطنت میں جا پہنچے۔ اور اب ان سب کو کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ ڈھانچوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آخر وہ سب ایک پتھر سے بنے ہوئے ایک بڑے دروازے تک جا پہنچے جو آدھا پتھر سے اور آدھا ہڈیوں سے بنا ہوا تھا۔ وہ سب وہاں کھڑے تھے تا کہ ریحان کو آخری بار دیکھ سکیں۔ آخر ریحان اس دروازے کے نزدیک گیا اور کہا۔

اے جادوئی دروازے مجھے اندر جانے کا راستہ دے اس نے کتاب میں لکھا ہوا ایک منتر پڑھا جس سے دروازے کے اندر سے آواز سنائی دی۔

کس نے اپنی موت کو دعوت دی ہے اس گرج دار آواز کو سب نے سنا اور سب ہی چونک گئے۔ اس پر ریحان نے ان سے کہا۔

میں نے۔ اب مجھے اندر جانے کا راستہ دو اس پر اندر سے پھر سے آواز سنائی دی۔

بوجھو تو جانے۔ میرے سوال کا جواب دو اور جانے چلے جاؤ۔

ریحان نے کہا۔ ہاں پوچھو۔

اندر سے آواز سنائی دی۔ پھر سوچ لو۔ غلط ہونے پر نہ تم اندر جا سکتے ہو اور تمہاری موت بھی یقینی ہے

ریحان نے کہا۔ میں نے سوچ لیا ہے اب پوچھو۔

اندر سے آواز سنائی دی۔ وہ کون سی چیز ہے جس کو دنیا کی ہر زبان آتی ہے۔ سوال ایک بار پھر سے سن لو وہ کیا چیز ہے جس کو دنیا کی ہر زبان آتی ہے۔ ہاہاہا۔ بوجھو تو جانے۔ اس کے اندر سے بلند قہقہوں کی آواز گونجی۔ تو اس سوال کا جواب کیا ہے آپ قارئین بھی اپنے خطوط میں دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کے اگلے ماہ شمارہ پڑھنا نہ بھولیے گا۔

شیطان کی بیٹی

تحریر۔ عثمان غنی پشاور۔ حصہ اول۔ 0341.9529219

تم شیطان کی بیٹی ہو اور شیطانی طاقتیں تمہاری منتظر ہیں کیونکہ تمہیں تمہارے باپ نے نہیں بلکہ شیطان نے جنم دیا ہے۔ غسل کرو اور اس کا خون پی جاؤ ہاموں کی منحوس گرجتی ہوئی آواز میرے کانوں میں پڑی میں اس وقت تھر تھر کانپ رہا تھا نواب صاحب بے سدھ پڑا ہوا تھا اور اندھیرے میں وہ نیم طور پہ دکھائی نہیں دے رہا تھا جب میں نے گیت کو دیکھا اس رات اس نے بہت ہی عجیب قسم کے بندے پہن رکھے تھے ان بندوں میں تین قسم کی شیطانی کھوپڑی بنی ہوئی تھی اور ان کھوپڑیوں میں کوئی چیز چمک رہی تھی ہاموں بہت زیادہ منحوس دکھائی دے رہا تھا گیت اس وقت پانچ سال کی بچی تھی مگر وہ بلا کا ذہن رکھتی تھی اور تیز تھی ہاموں کوئی جنتر منتر پڑھ رہا تھا اور گیت حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی گیت کے لمبے گھنے بال اس کی پشت پر کسی سانپ کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور گیت خوف کی وجہ سے دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی۔ گیت اب وقت آگیا ہے کہ تم شیطانی طاقتوں کو اپنا لو تم نے پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کی جان لے لی تھی اور اب تم اپنے باپ کے خون سے غسل کرو گی اور شیطان کی طاقتوں کو اپنا لو گی تمہاری پرورش میں نے بڑی محبت سے کی ہے نہ صرف تمہیں خون پلایا ہے بلکہ انسانی گوشت کی بھی عادی ہو گئی ہو۔ میں ٹرانس کی کیفیت میں کھڑا تھا اور ان دونوں کو دیکھ رہا تھا گیت پر انجانی طاقت اپنا اثر کرنے لگی اس نے منہ کھولا اس کے دو لمبے دانت کسی ستارے کی مانند چمکنے لگے گیت نے اپنے باپ کی طرف بڑھی اور اس کی شہ رگ پر اپنے دانت رکھ دیئے نواب صاحب نے کسمسا بندی سے کروٹ لی مگر وہ ہوش میں نہیں آئے گیت نے جب اس کی شہ رگ سے گردن منہ تک اٹھائی اس کا منہ خون سے بھرا ہوا تھا زرد روشنی میں خون کا رنگ بہت ہی گاڑھا نظر آ رہا تھا اس کی تھوڑی اور منہ سے سرخ خون کے چھینٹے نیچے گر رہے تھے اچانک ہاموں نے قہقہہ لگایا اور قریب ہی ایک بڑے پتھر کو ٹھوکر ماری پتھر جو کہ اپنی جگہ سے سرک گیا نواب صاحب کے بے سدھ جسم میں حرکت سی ہونے لگی اس کا جسم دھیرے دھیرے کھنچنے کی صورت میں جانے لگا پہلے اس کے پاؤں اٹھنے لگے پھر وہ ہوا میں الٹا لٹک کر ہلنے لگا نواب کے پاؤں میں رسی مضبوطی سے باندھی گئی تھی اور وہ پتھر اسی رسی پہ رکھا گیا تھا جب ہاموں نے پتھر کو سرکایا تو درخت کی مضبوط شاخوں نے اسی کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا۔ اور نواب کی لاش یا پھر بے ہوش وجود رسی کے ساتھ الٹا لٹک گیا ہاموں نے اپنی کمر پیٹے سے خنجر نکالا اور نواب صاحب کی گردن پر پھیر دیا۔ گیت کھڑی ہو گئی پل پل خون گر کر گیت کے جسم پر گرنے لگا۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز سٹوری جو صدیوں آپ کو یاد رہے گی۔

تم جو کچھ سوچ رہی ہو سب ایسا نہیں ہے اور نہ سب محض تمہارا وہم ہے اور شاید میں یہ بات تمہیں میں تمہاری باتوں سے اتفاق کر سکتا ہو یہ اچھی طرح سے سمجھا رہا ہوں کہ وہم لا علاج ہوتا ہے

وہم کسی دیمک کی طرح رفتہ رفتہ انسان کو ختم کر دیتا ہے بظاہر تو انسان صحت مند اور کسی بیماری سے مشتہ نظر آتا ہے مگر وہم جب دل میں پالتا ہے تو۔۔۔

بس عفان تم کیوں نہیں سمجھتے کہ اس گھر میں کوئی ہے کو انجانا وجود ہے یہ گھر کتنا بڑا ہے اور ہمیں کتنے سستے داموں میں ملا ہے ہم سے پہلے جو کوئی یہاں آئے ہیں سب لوگ یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔

نشاء نے عفان کی طرف دیکھ کر اپنے خدشات بیان کیے اور جو جو باتیں اسے پڑوسیوں سے معلوم ہوئی تھی وہی باتیں بھی عفان کے سامنے مختصر طور پر کہہ دی مگر عفان کی انکی تمام باتوں کو اسکا وہم قرار دیا عفان اور نشاء ظاہر طور پر میاں بیوی کے طور پر رہ رہے تھے مگر وہ عفان کی کچھ نہیں لگتی تھی۔

عفان کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا اس نے بہت عرصے پہلے ایک منہ بولے چچا کے ہاں وقت گزر رہا تھا در اصل اسے تو بچپن سے اپنا نام تک نہیں معلوم تھا وہ چار سال کا تھا جب اپنے والدین سے بازار میں کہیں کھو گیا تھا اس کے بعد ایک سال تک تو اس نے ادھر اُدھر کی مختلف ٹرسٹ سینٹرز میں لاوارث بچوں کی طرح گزارے شاید اس کے ماں باپ نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی ہو مگر وہ عفان کو اس انسانوں کے بھرے پورے جنگل میں نہ ڈھونڈ سکے ہو۔

اس کے بعد عفان یتیم خانے میں پہنچ گیا وہاں پر اس کے ڈھیر سارے دوست بن گئے عفان حیران تھا کہ وہ ابھی یتیم نہیں ہے مگر وہ یتیم خانے میں پرورش پا رہا ہے ان دنوں اس کی زندگی بے رنگ رہ گئی وہ اپنے جیسے بچوں کے ساتھ وقت گزارنے لگا در اصل وہ زندگی کے آسائشوں سے ان دنوں بہت دور ہو گیا تھا اس کے اپنے والدین اتنے بھی امیر نہیں تھے مگر جب تک وہ اپنے والدین کے پاس تھا زبردست اور خواہشوں سے بھرپور زندگی گزار رہا تھا

پھر چند سال یتیم خانے میں گزارنے کے بعد ایک دن ایک شخص نے اسے چن لیا اس شخص کی کوئی اولاد نہیں تھی اور نہ اس نے شادی کی تھی وہ تنہا آدمی تھا۔ ان دنوں عفان عمر کی عمر تقریباً دس سال ہوئی تھی اس نے بہت ہی کم عمر میں ہی ایک بہت برا دور دیکھا تھا اب وہ اپنی عمر کے بچوں سے بہت زیادہ سمجھدار تھا اور بہت ذہین تھا دس سال کی عمر میں عفان اس شخص کے گھر آ گیا اس نے اسے اپنا بھتیجا بنا لیا اور خود اس کا منہ بولا چچا بن گیا در اصل وہ شخص ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس میں انسان دوہری شخصیت کا مالک ہوتا ہے اور جو دوسری فرضی شخصیت ہوتی ہے وہ اس شخص شخصیت پر غالب ہوتی ہے۔

عفان کو پتہ نہیں تھا کہ جو اس کا منہ بولا چچا ہے وہ کبھی کبھی الجھی ہوئی باتیں کرتا تھے جو عفان کی سمجھ سے بالاتر تھی عفان نے ان دنوں سکول جانا شروع کر دیا اس کا چچا اسے موٹو کہہ کر بلاتا تھا حالانکہ عفان ذرا بھی موٹا نہیں تھا

اس کے چچا کا نام اکبر تھا مگر وہ خود کو جابر کہلانا پسند کرتا تھا در اصل جابر اس کی روئی شخصیت تھی یعنی ایک خود ساختہ شخصیت جو اکبر پر غالب تھی وہ ہر وقت اپنے آپ سے بڑبڑاتا رہتا تھا عفان نے اس کے دوغلی شخصیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ سمجھنے لگا کہ اس کے چچا کے پاس جنات ہے عفان نے مشہور کر دیا کہ اس کے چچا جابر ایک جن سے ساتھ رہتا ہے۔۔ اور وہی جن اسے غیب کا علم بتاتا ہے عفان کی یہ بات بہت مشہور ہوئی۔۔

دور سے مستقبل کا حال جاننے کیلئے اکبر کے پاس لوگ آنے لگے اس صورت حال سے اکبر بہت پریشان ہو گیا اور یہی سمجھتے کہ اکبر صاحب کسی کا مستقبل کا حال بتانا نہیں چاہتا تب عفان نے لوگوں کو سمجھایا کہ خود وہ اکبر کا نائب ہے اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا۔ اکبر خود سے بات چیت کرتا رہتا اور لوگ سمجھتے کہ وہ جن سے بات کرتا رہتا ہے عفان نے چالاکی یہ

دیکھا کہ لوگوں میں خوف و ہراس پھیلایا اور یوں وہ لوگوں کو وہم پرستی کی طرف لانے لگا لوگ جوق در جوق اکبر کے گھر کے باہر جمع ہونے لگے اور اس کے بے شمار مرید بن گئے دو تین سالوں میں اکبر کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور یوں کئی شہروں اور گاؤں تک اکبر کی شہرت پھیل گئی۔

اب عفان سے بطور خاص لوگ منتیں کرتے کہ وہ اکبر سے ان کی ملاقات کروا دے عفان نے ایک چوکور ڈبہ بنایا جس میں لوگ پیسے ڈالتے اور روز کے کئی ہزار اس ڈبے میں جمع ہو جاتے اکبر نے جب پیسے کی ریل پیل دیکھی خود بخود اس پیشے کی طرف متوجہ ہوا اب وہ لوگوں کو جھوٹ، موٹ کا حال احوال بتانے لگا لوگ نذرانے کے طور پر ہزاروں روپے دے دیتے مزید چند سال گزر گئے اکبر کو دھندہ چلتے ہوئے اس کے پاس لاکھوں روپے جمع ہو چلے تھے اس کی مریدوں کی تعداد سینکڑوں میں ہو چکی تھی وہ لوگ اب اکبر کو پہنچی ہوئی شے سمجھنے لگے تھے۔۔

اکبر کے ساتھ ساتھ عفان جوان ہو چکا تھا اب اس پر کئی لڑکیوں کی نظر تھی مگر عفان کی نظر شہر کی معروف نائکہ ملائی بائی کی لڑکی نشاء پر ٹھہر گئی تھی نائکہ ملائی بائی تھی ایک بری عورت تھی جو معروف لوگوں کی مشیر خاص تھی وہ نہ صرف لڑکیوں کو چھڑاتی رہتی تھی بلکہ اس کے تعلقات چوروڈاکوؤں تک تھے چور ڈاکو اس کے کوٹھے پر آ کر مجرا دیکھتے تھے

ان دنوں اس کے پاس نشاء نامی لڑکی آئی ہوئی تھی اس کے باپ نے اسے زندگی میں کبھی نشاء پر برا وقت نہیں آنے دیا تھا وہ گریجویشن کر چکی تھی۔۔ اس کے نانا کہانی موت کی آفت نے اس کی زندگی چھین لی اور اس کے کمینے چاچے نے نشاء کو نائکہ بائی کے پاس پچاس ہزار میں بیچ دیا نشاء بے حد حسین و جمیل تھی نائکہ بائی جو ملائی کے نام پر مشہور تھی خود جوانی میں تو بڑی پیاری رہی تھی مگر اب عمر کے اس حصے میں تھی جو پچاس سال کی کمینی عورت کی مانند تھی

عفان جوان تھا اور اکثر ملائی کوٹھی کے ہاں مجرا دیکھا رہتا تھا ایک دن عفان نے ملائی کے کوٹھے پر نشاء کو دیکھ لیا اور تب سے اس پر اپنا دل ہار دیا نشاء کو بھی ایک مضبوط سہارے کی تلاش تھی جو اسے گناہ کے اس دلدل سے نکال کر لے جائے۔

ملائی بڑی ہوشیار تھی وہ اپنی سب طوائفوں پر کڑی نظر رکھتی تھی وہ ان دنوں نشاء کو ناچ اور ادائیں سکھا رہی تھی عفان کے دل میں نشاء کیلئے آگ لگ گئی تب اس کے دل میں شیطان آ گیا اس نے اکبر کی موت کا سوچنا شروع کر دیا اس کے پاس تقریباً پچاس لاکھ روپے موجود تھے جو وہ اس پر سانپ بن کر بیٹھا ہوا تھا وہ عفان کو بے شمار پیسے دیتا تھا اور عفان اس کے برے دھندوں کا معصوم ساتھی تھا مگر عفان سارے پیسے طوائفوں پر اڑا دیتا یہ دولت اسے اپنے برے دوستوں سے منتقل ہوئی تھی عفان کی نظریں اکبر کی دولت پر تھی اور وہ دن رات ان پیسوں کو حاصل کرنے کی تدبیریں بتاتا رہتا تھا ۔وہ چاہتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے عفان کے پاس جو چند ہزار تھے وہ اس نے نشاء پر لٹا دیے چند ہی دنوں میں اپنے عاشقوں کے دلوں میں جگہ بنا چکی تھی نائکہ ملائی بائی نے نشاء کو ایک ہی سبق پڑھایا تھا کہ طوائف زادی کی کوئی عزت نہیں ہوتی اور نہ وہ بدنام ہو سکتی ہے اپنے امیرزادے عاشقوں سے خوب پیسے بٹورو اور جب ان کی جیبیں خالی ہو جائیں پچھواڑے پر لات مار کر باہر کا راستہ دکھا دو ں چند ہی مجروں میں نشاء نے لاکھوں کما دیئے نائکہ ملائی نشاء کی وجہ سے دولت دونوں ہاتھوں سے سمیٹنے لگی وہی اس کی دوسری طوائف زادیاں نشاء سے بری طرح جلنے لگی مگر نشاء نے ہمیشہ ملائی بائی کا دیا ہوا سبق ایک کان سے سنی اور دوسرے سے اڑا دیتی کیونکہ نشاء طوائف بن کر خوش نہیں تھی اور نہ ہی وہ ہمیشہ کوٹھے پر رہ سکتی تھی

اس نے اپنے عاشقوں میں عفان کو چنا اور اس سے رسم و راہ بڑھا لیے۔ دونوں نے مل کر ایک خطرناک منصوبہ بنایا عفان نے اپنے منہ بولے چاچا اکبر کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرلیا اور نشاء نے بھی نائکہ مالا بائی کو اور ان کے گھر سے سارے زیورات اور نقدی لے کر فرار ہونے کا فیصلہ کرلیا عفان نے اکبر کا گلا گھونٹ لیا اور اس کے سارے پیسے بیگ میں منتقل کر کے نشاء کا انتظار کرنے لگا نشاء بھی نائکہ مالا بائی کی چہیتی بن گئی تھی اور اس کے آگے پیچھے پھرتی رہتی تھی کہ رات کے تین بجے نشاء کو موقع مل گیا اور اس نے پہلے بائی کی شراب میں زہر کی گولیاں ملا دیں اور پھر اس کے کمرے سے اسے جو جو چیزیں ہاتھ لگ سکی وہ چیزیں لے کر وہ فرار ہوگئی لیکن فرار سے پہلے اس نے بیرونی دروازے کو آگ لگا دی جس سے بائی کے گھر کے بیرونی دروازے تک بہت جل گئے اور نشاء بھاری بیگ اٹھا کر آسانی سے نکل گئی۔

عفان اور نشاء نے مل کر اکبر کے گھر کو بھی آگ لگا دی کیونکہ وہ دونوں اسے مردہ حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے اور پھر یہی صورتحال ان کو مناسب لگی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اس لیے سب یہی سمجھیں گے کہ اکبر کے گھر کو آگ لگ گئی اور وہ خود بھی آگ میں جل کر راکھ ہوگیا۔

دونوں نے اسی رات شہر چھوڑا اور دور دور بہت دور نکل گئے کچھ دنوں تک وہ ان ہوٹلز میں رہتے پھر یہ بڑی حویلی نما کوٹھی ملی اور یہ حویلی ان کو بہت ہی سستے داموں ملی تھی۔ اور اب نشاء کا خیال تھا کہ حویلی میں کوئی تیسرا انجانا سا وجود رہتا ہے جو کہ برسوں سے حویلی میں مقیم ہے یہ کوئی نشاء اور عفان کی ماضی کی اک جھلک اس کے بعد کیا ہوگا یہ آگے پتہ چلے گا۔

نشاء میں سوچ رہا ہوں کہ ہم جلدی سے اپنے نام بدل لیں اور اس کے بعد شادی کرلیں۔

عفان خیال تو تمہارا ٹھیک ہے مگر پہلے یہ مکان بدل لو اس میں آسیب ہیں یہ مکان آسیب زدہ ہے۔ نشاء نے شادی کی حامی بھرتے ہوئے کہا۔

نہیں یہ مکان تو میرے خوابوں کا گھر ہے اور دیکھو یہ حویلی ہمیں سستے داموں ملی ہے اور اب تم کہہ رہی ہو کہ اس حویلی میں کسی جن کا سایہ ہے۔ عفان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

عفان تم خود سوچو کہ اتنی عالیشان حویلی ہمیں سستے داموں اسی وجہ سے ملی ہے کیونکہ ان میں کسی بھاری چیز کا سایہ ہے اور دوسری بات یہ ہے حویلی جب بھاری ہے تو آس پاس کے لوگوں میں منحوس مشہور حویلی ہے اس کے مالک نے ہمیں کہہ کر آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی کہ ہمیں پیسے کی شدید ضرورت ہے اور ان کی خاندان ملک سے باہر رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں دوسری بات یہ کہ اس آدمی نے خوش دلی سے ہم دونوں پر اکتفا کیسے کیا۔

چھوڑو نشاء یہ سب فضول کی باتیں ہیں میں نے زندگی گزاری ہے جن بھوت کی باتوں سے لوگوں کو بیوقوف بنایا جاتا ہے حتیٰ کہ جنات تو ہوتے ہی نہیں ہیں عفان نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

عفان میری جان جو بھی ہے مجھے اس پراسرار حویلی سے خوف آرہا ہے اور میں نے جب یہاں کے لوگوں کو اس حویلی کی منحوسیت کے بارے میں سنا تو سناٹے میں رہ گئی۔ میں اب چاہتی ہوں کہ جو پیسے ہم نے اس کے مالک سے لیے ہیں اس پر لعنت بھیجیں اور اپنی زندگی کے بارے میں سوچیں

نشاء فضول باتیں مت کرو اور میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی انہونی ہوئی ہے کیا جو تم اس قدر خوفزدہ ہو ابھی تک تو کوئی انہونی نہیں ہوئی ہے عفان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا نشاء کی گردن نفی میں ہل گئی۔

نہیں عفان ابھی تک تو نہیں ہوئی ہے مگر آگے کا

پتہ نہیں ہم انسانی جانوروں سے بھاگ کر اس آسیب زدہ کوٹھی نما بنگلے میں پہنچ گئے ہیں نشاء کا خدشہ سن کر عفان ہنسنے لگا۔

یہ سب جھوٹی افواہیں ہیں عفان نے مضبوط لہجے میں کہا کیونکہ اکثر لوگ کسی جگہ کی شہرت جب بناتے ہیں تب اس چیز کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے ہیں۔

تم کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو نشاء حیران ہوئی میں نے بھی اپنے منہ بولے چاچا کو ایک عامل مشہور کرایا تھا اور ان کی شہرت بہت دور تک پھیل گئی تھی۔ حقیقت میں وہ علم غیب کی الف ب بھی نہیں جانتے تھے۔

خیر چھوڑیں یہ باتیں اور یہ بتاؤ کہ نائکہ کی موت کے بعد تمہارے لیے خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔ عفان نے بات بدلی۔

ہاں عفان ہم بہت دور آگئے ہیں ہم مستقبل سے بے خبر ہیں کیونکہ مستقبل میں کیا ہو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کب اونٹ کسی کروٹ بدل لے۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو عفان مسکرایا۔ رات ہونے والی ہے تم بیٹھو میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتا ہوں ایک ہفتہ ہوگیا ہے ہمیں اس گھر میں آئے ہوئے اور آج تم نے جن بھوتوں کی باتیں شروع کردیں یہ حویلی ایک قصبے میں تھی جس کے سامنے نزدیک کھیت کھلیان تھے اور قریبی ہی ساتھ حویلی کے گزرتی تھی اس کے ساتھ قصبے میں آبادی کم تھی قصبے کا نام حسنو ٹاؤن تھا حویلی بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی تھی اور اس میں لان کا حصہ بہت بڑا تھا کسی نے بڑے چاؤ سے یہ حویلی بنائی تھی مگر پتہ نہیں پھر اس حویلی میں ایسی کیا بات تھی کہ مکین زیادہ عرصہ اس حویلی میں ٹھہر نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کبھی ٹھہرنے کی کوشش میں بری طرح خوفزدہ ہو چکے تھے اور حویلی کو سستے داموں فروخت کر کے خود غائب ہو جاتے تھے اب یہ حویلی عفان کی ملکیت تھی اور اس کی نیت نشاء بھی اس کے ساتھ تھی۔ عفان حویلی کے بڑے گیٹ سے باہر نکل گیا اور نشاء حیران پریشان سی اکیلی رہ گئی حویلی میں بے شمار کمرے بنائے گئے تھے اور اس میں غلام گردش بھی تھی جب کہ حویلی چار منزلوں پر مشتمل تھی جبکہ حویلی میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور حویلی کے پچھلے حصے میں سرسبز و شاداب درختوں کی بہتات تھی اس بڑی حویلی میں نشاء اب بالکل اکیلی رہ گئی تھی دن تو گزر گیا اب رات سر پہ پہنچ چکی تھی اور حویلی میں خوفناک سناٹا مسلط تھا۔ عفان نے قصبے کے شہر تک چلا گیا اور وہاں پر وہ ہوٹل سے کھانا لینے لگا ہر روز وہ رات نو بجے ہوٹل سے کھانا لے کر آتا کیونکہ ابھی تک کوئی بھی ملازم حویلی میں جا نہیں سکا تھا سارا قصبہ خوفزدہ تھا عفان بھی حیران تھا کہ آخر بات کیا ہے حویلی میں جس کو ملازم رکھنے کی بات کی وہی خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا عفان زیر لب بڑبڑایا اب کسی پیر فقیر سے ملنا ضروری ہوگیا ہے تاکہ حویلی کی نحوست کو پاک صاف کر سکے حالانکہ عفان کو ذرا بھی یقین نہیں تھا کہ حویلی میں کسی جن بھوت کا ٹھکانہ ہے مگر وہ لوگوں کا خوف دور کرنا چاہتا تھا اور نشاء کا بھی کیونکہ نشاء لوگوں کی باتیں سن کر بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئی تھی عفان نے ہوٹل سے کھانا لیا اور حویلی کی طرف جانے لگا کچھ ہی دیر میں وہ ایک آدمی سے کسی عامل کے بارے میں پوچھ رہا تھا مگر اس قصبے میں دور دور تک کوئی عامل نہیں تھا۔

رات دس بجے عفان حویلی پہنچا نشاء نے حویلی کو پوری طرح سے روشن کردیا تھا حویلی میں جتنی بھی ٹیوب لائٹ تھیں وہ سب نشاء نے روشن کردی تھیں حویلی دور سے روشن دکھائی دے رہی تھی نشاء تم نے حویلی کو اس قدر روشن کردیا ہے کہ جیسے جشن کا سماں ہو عفان نے خوشی سے کہا۔

مجھے حویلی میں سے ڈر آرہا تھا اس لیے میں نے تمام لائٹس جلا دی ہیں۔

ٹھیک ہے نشاء ڈارلنگ۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ اس حویلی میں کوئی تیسرا ہے کیونکہ یہ جن بھوت یہ پریت عفریت وغیرہ ماروائی کہانیوں کے کردار ہیں اور جھوٹ موٹ کے پلندہ ہیں مجھے ذرا بھی یقین نہیں ہے کہ ایسی کوئی چیز اس دنیا میں ہوگی۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو عفان۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہے ضرور کوئی انہونی ہونے والی ہے نشاء کو عفان کی باتوں سے تھوڑی بہت ڈھارس ہوئی مگر بدستور وہ حویلی کی منحوسیت سے ڈری ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد دونوں کھانا کھانے لگے اور کھانے کے بعد آرام وہ بیڈروم میں دونوں ڈبل بیڈ پر سونے کیلئے لیٹ گئے۔

نشاء میری جان جب تک ہماری شادی نہیں ہوجاتی ہمارا ایک ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے عفان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عفان مجھے تم پر بھروسہ ہے اور میں سمجھتی بھی ہوں مگر مجھے اکیلے میں ڈر لگ رہا ہے اس لیے میں دوسرے کمرے میں اکیلی نہیں سوؤں گی۔

ٹھیک ہے ہم روز کی طرح درمیان میں تکیہ رکھ دیا کریں گے نشاء مسکرا دی۔ عفان نے کروٹ لے کر منہ دوسری جانب کرلیا جبکہ نشاء نے درمیان میں تکیہ رکھ کر منہ بائیں جانب پھیرلیا۔ دونوں نے ایک ساتھ کمبل کھینچ لی اور کمرے کی لائٹ بجھادی کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ نشاء آج بری طرح سے خوفزدہ ہوچکی تھی رات کے دو بجے تک کروٹیں بدلنے کے بعد وہ سوگئی۔

تاریکی بدستور پھیلی ہوئی تھی حویلی کے اندر دو روشن آنکھیں دکھائی دینے لگیں بجلی چلی گئی تھی اور حویلی گھپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی وہ دو روشن آنکھیں آگے ہی آگے بڑھنے لگیں اور حویلی میں لگے بڑے دیوہیکل درخت کے اردگرد گھومنے لگیں وہ آنکھیں دور سے ہی بہت ہی زیادہ چھوٹی دکھائی دے رہی تھیں اچانک نشاء ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس نے حویلی کو گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا پایا وہ اندھیرے میں ہاتھوں کی مدد سے ٹٹولتی ہوئی کھڑکی تک آئی۔ اندھیرے کی وجہ سے ہر چیز بے حد ڈراؤنی دکھائی دے رہی تھی ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی تھی نشاء نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیے حویلی کے بڑے لان میں اسے دو روشن آنکھیں دکھائی دینے لگی جو کہ گول چکر کاٹ رہی تھی نشاء کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ جنات کی آنکھیں رات کو روشن ہوتی ہیں وہ کانپ گئی اور غور سے روشن آنکھوں کو دیکھنے لگی وہ آنکھیں بدستور بڑے بوڑھے درخت کے اردگرد گھوم رہی تھیں کچھ دیر وہ روشن آنکھیں گھومتی رہیں پھر وہ درخت پر چڑھ کر اوپر جانے لگیں اور درخت کی کالے پتوں میں غائب ہوگئیں اسی لمحے بجلی بھی آگئی جب اس نے کمرے کی لائٹ جلائی تو ہر چیز جو بھیانک لگ رہی تھی روشنی کی وجہ سے صحیح طور پر دکھائی دینے لگیں نشاء وہ کانپتی ہوئی بیڈ پر گری پھر وہ سونہ سکی رات بھر اسے وسوسے ستانے لگے۔ ابھی صبح ہی اس نے سب سے پہلے عفان کو رات والا روشن آنکھوں کا واقعہ سنایا۔ عفان نشاء کی بات سن کر ہنس پڑا۔ نشاء اسے ہونقوں کی طرح دیکھنے لگی۔

ارے یقیناً تم نے رات کو بلی دیکھی ہوگی اور تم ڈرگئی ہوگی بلی کی آنکھیں بھی رات کو چمکتی ہیں اور اس کی آنکھیں سرخ دکھائی دیتی ہیں عفان کی بات سن کر نشاء کو تھوڑی بہت ڈھارس ملی مگر وہ مطمئن نہیں ہوسکی کبھی وہ خود باور کرانے کے لیے کہتی کہ یقیناً وہ بلی ہوگی مگر کبھی اس کا دل انجانے خوف سے دہل جاتا۔

چلو نشاء آج ہم ایک شخص سے ملنے جائیں گے تاکہ ہم کورٹ میرج کرسکیں۔

نشاء بھی مسکرائی اور بولی۔ تم نے تو کہا تھا کہ ہم پہلے نام تبدیل کریں گے۔

نہیں نشاء ہمارے نام بھی ٹھیک ہیں نام بدلنے پر وقت بہت لگے گا اور میں مزید برداشت نہیں کرسکتا عفان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

پیسے تم نے کہاں چھپائے ہیں نشاء نے پوچھا۔

حویلی میں ایک محفوظ جگہ ہے وہاں پر میں نے پیسے چھپا رکھے ہیں اور پیسوں کی طرف سے تم بے فکر ہوجاؤ کیونکہ حویلی میں قصبے کا کوئی مرد نہیں آسکتا اور ہم نے تو ابھی اپنے نام کسی کو بتائے تک نہیں ہیں نشاء اور عفان خوب بن ٹھن کر تیار ہوئے۔ اور ٹیکسی میں کورٹ میرج کے ہیڈ آفس چلے گئے وہاں انہوں نے شادی کرلی۔ اور پھر قریبی مارکیٹ سے شاپنگ کرنے لگے وہ رات تک دونوں گھر سے باہر رہے اور تقریباً نو بجے تھکے ہارے وہ حویلی لوٹ آئے بڑی حویلی شان و شوکت سے کھڑی تھی اور دور سے زبردست دکھائی دے رہی تھی حویلی کے گیٹ پر پہنچ کر نشاء حویلی کا تالا کھولنے لگی اچانک حویلی کے گیٹ کے قریب واقع بڑے دیوہیکل درخت سے ایک لڑکی جمپ لگا کر کودی لڑکی بالکل عفان کے سامنے کودی اور جھٹ کھڑی ہوگئی لڑکی نے بڑی چولی پہن رکھی تھی اور اس کے بال کھلے تھے جو کہ بہت بڑے تھے اس کی چولی نے اس کے پاؤں چھپا رکھے تھے اور اس نے ہاتھوں میں رو بہ رنگ دار کانچ کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں اس نے پیتل کے ڈیزائن کردہ عجیب و غریب لمبے بندے کانوں میں آویزاں کر رکھے تھے لڑکی سلونی تھی مگر کشش خاص رکھتی تھی لڑکی کو دیکھ کر نشاء کا دل جیسے سینے سے باہر آگیا۔ جبکہ عفان یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔

کون ہو تم۔ عفان اپنے دل کی اتھل پتھل دھڑکن پر قابو پا کر بولا۔

بابو جی میرے پیچھے کچھ لوگ لگے ہوئے ہیں مجھے بچاؤ میں بہت مشکل سے ان لوگوں کو ڈاج دے کر یہاں آئی ہوں اور خود درخت پر چڑھ گئی جبکہ جو لوگ میرے پیچھے پڑے تھے وہ آگے نکل گئے ہیں بابو جی رات سر پر آگئی ہے مجھے پناہ چاہیے نشاء اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ عفان لڑکی کے سراپے کو دیکھ کر دل ہی دل میں سراہا رہا تھا باجی جی آپ بھی کچھ کہیے میں اکیلی ہوں مجھے اس حویلی میں پناہ دے دیجیے۔ وہ لڑکی نشاء کے پاؤں پکڑ کر بولی۔

ارے کیا کررہی ہو پیروں کو چھوڑو یہ نیک حرکت نہیں ہے نشاء نو وارد لڑکی سے اپنے پاؤں چھڑا کر بولی نشاء کو وہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

ٹھیک ہے نشاء تم کچھ کہو میں تو سوچ رہا ہوں کہ تم اسے اپنی ملازمہ رکھ لو کیونکہ تم بھی اکیلی رہتی ہو اور تمہاری تنہائی بھی بٹ جائے گی میرے جانے سے تم اکیلا پن محسوس نہیں کروگی عفان نے لڑکی کا بغور جائزہ لے کر کہا۔

ہاں عفان خیال تو تمہارا ٹھیک ہے میں بھی کچھ دنوں سے اکیلا پن بہت محسوس کررہی ہوں نشاء نے دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں حویلی میں داخل ہوگئے۔ نشاء نے حویلی کا دروازہ بند کردیا اور لڑکی اتنی بڑی حویلی کو دیکھ کر غور سے دیکھنے لگی نشاء نے لڑکی کا لباس کا جائزہ لیا اور اسے کہا۔

سن لڑکی۔

لڑکی نے پلٹ کر نشاء کو دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

جی باجی۔ جی۔

تمہارا نام کیا ہے۔

جی میرا نام گیت ہے۔ لڑکی اپنی سریلی آواز میں بولی۔ اس کی آواز نے عفان کے دل میں جلترنگ سی بجادی تھی اتنی مترنم آواز اگر یہ گائے گی تو دیا دیوانی ہوجائے گی نام تو بہت پیارا ہے عفان نے کہا اور شکل بھی بہت پیاری ہے عفان نے یہ بات دل میں کہی۔

تم رہتی کہاں ہو۔ نشاء نے ایک اور سوال کیا۔

باجی میں یہاں سے بہت دور رہتی ہوں میرا

ٹھکانہ کوئی نہیں ہے کیونکہ ہم لوگ اوڑی واسی ہیں جھگی
جھونپڑ بستی میں رہتی ہوں میرا باپ بچپن میں فوت
ہو گیا تھا ماں نے پال پوس کر بڑا کیا ہم لوگ بھیک
مانگ کر گزارہ کرتے ہیں مگر میری ماں بڑی خوددار تھی
اس نے کبھی مجھ سے بھیک نہیں منگوائی بلکہ مجھے تعلیم
کے زیور سے آراستہ کیا میری ماں بھی بہت خوبصورت
تھی مگر میرا باپ ان کے قبیلے کا تھا اور نشئی تھا ماں نے
ناچ گا کر مجھے بڑا کیا میرے چچا نے میری ماں کو قتل
کر دیا اور مجھے بردہ فروشوں میں فروخت کر دیا
میں نے صرف آٹھویں تک تعلیم حاصل کی ہے اور میں
مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی کہ چچا کے لڑکے امر
نے زندگی عذاب بنا دی اور یوں جو گھر سے تعلیم کے
لیے نکلی تھی وہ چھوڑ دیا چاچا کا لڑکا اچھی صحبت کا نہیں
تھا اور کم عمری سے ہی بد خصلت اور جھوٹا مکار فریبی
وہ غلط میرا چاچا ماں سے کہنے لگا تھا مگر
جب دال نہ گلی تو میری ماں کو قتل کر کے مجھے فروخت
کر دیا ان لوگوں نے جو کہ کالے کپڑوں میں ملبوس
تھے مجھے ایک گاڑی میں ڈال کر لے جانے لگے اسی
قصبے سے جب وہ لوگ گزر رہے تھے گاڑی رک گئی
پتہ نہیں وہ لوگ مجھے کہاں لے جانا چاہتے تھے مگر
میں نے گاڑی کا دروازہ کھول کر وہاں سے بھاگنا
شروع کر دیا۔ اور بھاگتے بھاگتے یہاں آ گئی۔ وہ
لوگ مجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر واپس چلے گئے ہیں میں
درخت کے اوپر بیٹھی ان کو دیکھتی رہی ہوں۔

گیت نے اپنی آپ بیتی سنا دی۔ جسے سن کر
نشاء کے دل میں بھی تھوڑی بہت رحم کی کونپل پھوٹ
پڑی کیونکہ وہ بھی اپنوں کی ستائی ہوئی تھی اور اس کو بھی
تاتا ماتی بائی طوائف زادی پر بیچ دیا گیا تھا۔

نشاء اس کے گلے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر
رو دی۔ اور کہا۔ گیت آج سے تم ہمارے ساتھ رہو گی
عفان اگر کوئی یہاں پر آئے گا تو گیت کے بارے
میں پوچھے تو صاف کہہ دینا کہ ہم کسی گیت کو نہیں
جانتے ہیں گیت کے پیروں میں پازیب کی آواز سن
کر عفان کا دل دھک دھک کرنے لگا گیت کو نشاء
نے ایک بڑا اور آرام دہ کمرہ دے دیا اور خود عفان
کے ساتھ اپنے خوبصورت کمرے میں چلی گئی۔ عفان
کا دل بہت برا ہو رہا تھا اس نے جب سے گیت کو
دیکھا تھا وہ اپنی محبت نشاء کو جیسے بھول ہی گیا تھا نشاء اس
کی جائز بیوی اس کے سامنے موجود تھی اور وہ اپنی
محبت کو جیسے بھول ہی گیا تھا وہ دیکھ تو نشاء کو ہی رہا تھا
مگر اس کے آنکھوں میں گیت کا سراپا گھوم رہا تھا گیت
نے اس پر اپنی حسن کی بجلیاں گرائی تھیں اور اس کی
سحر زدہ بڑی آنکھوں نے جیسے عفان پر جادو کر دیا تھا
اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ گیت کے پاس چلا جائے اور
اس کی سحر زدہ آنکھوں میں ڈوب جائے مگر اب وہ نشاء
کا شوہر تھا اور اس کی نشاء گیت سے زیادہ خوبصورت
تھی مگر اس میں وہ کشش نہیں تھی جو گیت میں تھی
تھوڑی دیر کے بعد وہ لیٹ گیا اس کے برابر نشاء بھی
لیٹی ہوئی تھی۔ لائٹ بند کر دی گئی تھی تھوڑی دیر بعد
عفان کی نظر کھڑکی سے باہر جا لگی ایسے لگا جیسے
دو عدد سرخ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں وہ دو آنکھیں
جو اندھیرے میں واضح طور پر روشن تھیں بالکل
زیرو بلب کی طرح دکھائی دے رہی تھیں تھوڑی دیر عفان
اسے دیکھتا رہا پھر وہ آنکھیں غائب ہو گئیں عفان
مدہوش ہو گیا تھا اس نے بھی ذرا برابر پرواہ نہیں کی
اور گہری نیند سو گیا۔

صبح جب وہ کمرے سے باہر نکلے تو باہر حویلی
کے بڑے سے لان میں درخت کی ابھی ہوئی شاخوں
میں سے گیت نے اپنے لیے بہت خوبصورت جھولا
تیار کر لیا تھا اور وہ جھولے پر بیٹھ کر جھولا جھول رہی تھی
اس کے لمبے بال ہوا میں لہرا رہے تھے اور نیچے زمین تک
لگ رہے تھے عفان اور نشاء کی طرف گیت کی پیٹھ تھی
جس کی وجہ سے اس کا چہرہ ان دونوں کو نظر نہیں آ رہا تھا

عفان کتنی پیاری لگ رہی ہے نشاء مسکرائی اس کے
بال بہت چھوٹے تھے اور کم تھیں جبکہ نشاء کی نسبت
گیت کے بال بہت بڑے بھی تھے اور انتہائی گھنے اور
سیاہ چمکدار تھے برگد کے درخت میں گیت جھولتی ہوئی
بہت پیاری لگ رہی تھی۔

صبح بخیر گیت۔ عفان گلہ کھنکار کر بولا۔ گیت
نے مڑ کر عفان کو دیکھا۔

باجی آپ صبح صبح گیت مسکرائی۔ اس کے
موتیوں جیسے سفید دانت بہت خوبصورت لگ رہے
تھے اور باجی صبح صبح جھولا جھولنا بہت اچھا لگتا ہے اس
لیے امید کرتی ہوں کہ آپ ضرور جھولا جھولیں گی۔

ارے گیت تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی
نشاء مسکرائی واقعی تمہیں جھولا جھولتے ہوئے میرے
دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی تھی کہ میں جھولے پر
جھولوں۔ نشاء خوشی سے بولی۔

ٹھیک ہے باجی جی۔ آپ بیٹھ جائیں میں آپ
کو جھولا دیتی ہوں۔ گیت مسکراتے ہوئے جھولے سے
اترتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی نشاء جھولے پر بیٹھ گئی
اور گیت نشاء کو جھولانے لگی کچھ دیر بعد نشاء اکتا کر
جھولے سے اتر گئی اور وہ تینوں اندر چلے گئے ناشتے
کے بعد عفان اور نشاء مارکیٹ سے سودا سلف لانے
کے لیے باہر چلے گئے جبکہ گیت اکیلی رہ گئی گیت
حویلی میں کسی بھوت کی طرح گھوم پھر رہی تھی اور پھر
وہ مڑے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی وہ اپنا
سراپا تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگی وہ آئینے میں بھی
بہت ہی حسین و جمیل نظر آ رہی تھی وہ گانا گانے لگی۔

حسن بن کر ہم تیری دل کی انجمن میں آ گئے
روح بن کر تیرے ہم کے چمن میں آ گئے

اس کی آواز بہت سریلی تھی اور عفان نے اس
کی بات چیت سے واقعی صحیح اندازہ لگایا تھا کہ گیت کی
آواز بہت ہی پیاری ہوگی اس نے پوری حویلی کو
صاف ستھرا کر دیا اور شام تک حویلی کو شیشے کی طرح
چمکا دیا اور اب رات کا کھانا تیار کرنے لگی کھانا تیار
کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور آرام
سے لیٹ گئی۔

نشاء اور عفان نے ایک بہت ہی خوبصورت
گاڑی خریدی تھی کیونکہ ان کے پاس ابھی اپنی گاڑی
نہیں تھی پچاس لاکھ سے زیادہ رقم تو نشاء نے بالی کے
کوٹھے سے اڑائے تھے اور اس جتنی رقم عفان بھی
اڑا لایا تھا اس لیے وہ دونوں کھلے ہاتھوں سے
اڑا رہے تھے رات نو بجے تک نئی خوبصورت گاڑی
میں خوب آوارہ گردی کرنے کے بعد ان کی گاڑی
حویلی کی طرف چل دی رات ہو چکی تھی اور نشاء نے
ڈھیر ساری شاپنگ بھی کی تھی حویلی کے قریب ہی
جونہی گاڑی پہنچی تو ایک بوڑھے آدمی نے گاڑی کی
طرف ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا عفان نے گاڑی
کے بریک لگوائے اور گاڑی رک گئی وہ آدمی بوڑھا تھا
اور عمر کے ساٹھ سال کا ہوگا وہ جھکتا ہوا گاڑی کے
قریب آیا اور عفان کو دیکھنے لگا۔

لفٹ چاہیے کیا آپ کو۔ عفان نے بوڑھے
سے کہا بوڑھا مسکرایا اس کے گلے سے خرخر کی آواز
آ رہی تھی۔

نہیں مجھے لفٹ نہیں چاہیے بلکہ میں تم لوگوں کو
کچھ بتانے آیا ہوں اس بوڑھے کی بات سن کر عفان
اور نشاء نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ہاں بولو بابا کیا کہنا ہے۔ نشاء نے گاڑی کا
شیشہ نیچے کراتے ہوئے کہا۔

وہ حویلی میں آئندہ مت جانا۔

کیوں وہ ہماری ملکیت ہے اور ہم اس میں
رہتے ہیں عفان نے جواب دیا۔

تمہاری نہیں وہ حویلی شیطانی ملکیت ہے اس
میں کوئی پر اسرار وجود ہے کوئی انجانا سایہ ہے جو کہ
نظروں سے اوجھل رہتا ہے اس حویلی میں کئی بار
پر اسرار قتل ہو چکے ہیں میں نے سوچا تم دونوں جوان

ہو خوبصورت ہو بلاوجہ کیوں موت کے منہ میں جاؤ اس لیے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ تم دونوں کو بتا سکوں کہ حویلی میں جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔

بوڑھے کی بات سن کر عفان نے مسکرا کر نشاء کو دیکھا۔ ورنشاء کو دیکھ کر عفان کو حیرت ہوئی وہ بوڑھے کی باتیں سن کر تھر تھر کانپ رہی تھی۔

بابا جی آپ کس بنیاد پہ یہ باتیں کر سکتے ہیں کہ وہ حویلی آسیب زدہ ہے عفان نے پوچھا۔

بیٹا میں پچھلے چالیس سال سے یہاں اسی قصبے میں رہ رہا ہوں ان چالیس سالوں میں اس حویلی میں بے شمار خونی واقعات ہو چکے ہیں نہ صرف وہ واقعات مشہور ہوئے ہیں بلکہ اس حو[illegible] میں شیطانی روح بھی رہتی ہے جو کہ سنا ہے کہ اکثر [illegible] ات کو اس کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور پہلے پہلے صرف آنکھوں سے گھورتی رہتی ہیں۔

آنکھوں کی بات سنکر نشاء جھر جھری لے کر رہ گئی۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے دورات قبل روشن آنکھوں والا منظر آ گیا۔ وہ کانپ اٹھی جبکہ رات کو عفان نے بھی آنکھیں دیکھی تھیں مگر وہ کسی جانور کی ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ جانوروں کی آنکھیں گول ہوتی ہیں مچھلی کی طرح نہیں لیکن جلد ہی اس نے یہ خیالات [illegible] ہن سے جھٹک دیئے تھے عفان نے اس بوڑھے سے پوچھا۔

بابا جی آپ کچھ بتا رہے تھے۔

جی ہاں میں یہی کہہ رہا تھا کہ جتنا ہو سکے حویلی سے دور چلے جاؤ آپ لوگوں کے دن گنے جا چکے ہیں۔ بابا نے گہری نظر ان پر ڈالتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ دن گنے جا چکے ہیں۔

دراصل مطلب صاف ہے قصبے کے لوگ اس حویلی سے خوف کھاتے ہیں ا[illegible] کے سامنے سے نہیں گزرتے دن کے وقت دور[illegible] بنی کترا کر نکل جاتے ہیں اس حویلی میں ایک شیطانی روح رہتی ہے جو کہ انسان کے ساتھ بہت خطرناک کھیل کھیلتی ہے وہ شیطانی روح چالیس سال پہلے اس حویلی پر قابض ہو چکی تھی اس حویلی کو ایک نواب کی بیوی نے بڑی خواہش کر کے تعمیر کروایا تھا جب حویلی تعمیر ہوئی تب نواب اور نواب کی بیوی اس حویلی میں رہائش پذیر ہو گئے ان کی کوئی اولاد نہیں تھی قیاس کیا جاتا ہے کہ نواب بانجھ تھا اور اس کی حسین و جوان بیوی اولاد کے لیے تڑپ رہی تھی ان دونوں نے اولاد کے لیے ہر ٹوٹکہ آزمایا مگر بے سود ان کا دامن خوشیوں سے خالی ہی رہا۔

پھر۔ عفان نے تجسس سے پوچھا۔ جبکہ نشاء کھسک کر عفان کے قریب آ چکی تھی۔

پھر کیا ہونا تھا نواب زادی کا ایک دور کا رشتہ دار تھا وہ جادو اور ٹونے ٹوٹکے کرنا جانتا تھا اس کی عمر بھی نواب زادی سے چند سال زیادہ تھی وہ اس کا ہمدرد بن کر حویلی میں چلا آیا نواب صاحب جدی پشتی نواب تھے لیکن اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے اور نواب صاحب اس فکر سے دوہرے جا رہے تھے کہ اگر اس کا بچہ اس دنیا میں نہیں آیا تو اس کا خاندان ختم ہو جائے گا۔ اور اس کی کروڑوں کی جائیداد اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد غیروں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی اس لیے نواب زادی کے جادوگر رشتہ دار کے آجانے پر نواب نے کوئی غصہ نہیں کیا جبکہ نواب صاحب فکر کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے نواب زادی اپنے رشتے دار ہامون سے ملی اور اسے پوچھا۔

یہاں کیسے آئے ہو اتنے عرصہ بعد میرا خیال کیسے آیا۔

ہامون جادو کی وجہ سے بہت مشہور تھا اور ہر قسم کا جادو ٹونہ جانتا تھا وہ نواب زادی سے بولا۔ ارے میں تمہارا دکھ سن کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے بلا آخر

فیصلہ کر لیا کہ تمہارا مسئلہ حل کر دوں۔

مگر ہم نے تو ہر جگہ سے علاج کروایا ہے نواب صاحب کی بیماری رفع نہیں ہوئی اور وہ اس غم سے دل لگا کر بستر پر پڑ گئے ہیں۔

ارے اب تمہارے سا[illegible]رے مسئلے حل ہو جائیں گے میں آ گیا ہوں یوں سمجھو ایک سال کے اندر اندر تم ماں بن جاؤ گی اور تمہاری جاگیر کا وارث آ جائیگا۔

کک کیا۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو ہامون بھائی۔ نواب زادی کے منہ سے اٹک اٹک کر بات نکل رہی تھی۔

ہاں بہن میں سچ کہہ رہا ہوں مگر یہ بچہ میرے علم سے اور تمہارے عمل سے اس دنیا میں آئے گا ہامون کی پر اسرار بات سن کر نواب زادی بولی۔

میں ہر عمل کے لیے تیار ہوں مجھے بس بچہ چاہیے۔ اس کی بات سن کر وہ مسکرا دیا۔ اور پھر نواب زادی کی ایما پر ہامون نے شیطانی عمل شروع کر دیا۔ چونکہ شیطان کا عمل تھا بڑے برگد کے درخت کے نیچے نواب زادی رات کے وقت بیٹھی رہتی تھی اور کوئی منحوس منتر پڑھتی رہتی تھی یہ منتر اس کو ہامون نے دیا تھا دس راتوں تک یہ منحوس عمل کرنا تھا نواب زادی نے دلیرانہ طور پر وہ عمل مکمل کر لیا اس کے بعد ہامون نے اسے کہا۔

تو نے شیطان سے مدد [illegible] گی ہے اور عمل کامیابی سے کر کے تو نے شیطان کی رضا حاصل کر لی ہے اب عمل کا اگلا مرحلہ شروع ہوا ہے نواب زادی نے خوش ہو کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ سب سے پہلے اب تمہیں خون کا غسل کرنا ہوگا غسل کے بعد الو کے گوشت کا قیمہ بنا کر اس کا کباب بنانا ہوگا اس کباب کو خون میں ڈبونا ہوگا اور میں تمہیں ایک منتر بتاؤں گا وہی منتر اس کباب سے کھانے سے پہلے سو مرتبہ پڑھنا ہوگا جب الو کے قیمے کے کباب کھا جاؤ تب تم نے کوئے کو مرغی کی طرح بھونا ہوگا۔ اور پھر و[illegible] کو کھانا ہوگا دس روز پھر ایک قبر پر رات کو عمل کرنا ہوگا اور پھر میں تمہیں ایک دم کیا ہوا پانی دوں گا وہ پانی پر تم نے دم مارنا ہوگا اور عمل کے آخری مرحلے میں وہ پورا پانی پینا ہوگا تب تمہیں شیطانی ماں بنائے گا۔

ہامون جادوگر کی باتیں سن کر نواب زادی خوف سے جھر جھری لے کر رہ گئی اور خاموشی کے بعد ہامون مگر یہ سب تو میں کروں گی کیسے الو کا گوشت حاصل کروں گی۔ اور کیسے چالاک کوئے کو شکار کروں گی نواب زادی کی عقل پر پردہ پڑ چکا تھا وہ ماں بننے کے لیے شیطان کی مدد حاصل کرنے پر آمادہ ہو چکی تھی اور ہامون سے اس کے کہنے پر صرف اس لیے پریشان تھی کہ خون کہاں سے ملے گا اور الو کا گوشت کون دے گا اور کوئے کا شکار کون کرے گا اسے ہامون سے کہنا چاہیے تھا کہ یہ سب کالا جادو شیطان اور بچہ جو شیطانی بچہ ہوگا گناہ ہوگا اور وہ بچہ شیطانی ہوگا مگر وہ ہامون کی ہاتھوں میں کٹ پتلی بن چکی تھی ہامون نے اس کی تسلی کے لیے کہا۔

تم اس بات کی فکر نہ کرو وہ سب بندوبست کروے گا اسے صرف عمل کی حامی بھرنی ہے اور نواب زادی نے یہ سن کر حامی بھر لی۔ عمل شروع ہوا نواب زادی نے خون سے غسل کیا اور جو جو کچھ ہامون کہتا گیا وہی کچھ کرتی گئی اور پھر عمل کامیابی سے مکمل ہو گیا عمل کے آخری دن ہامون نے اسے سبز شیشی کا ایک بوتل دیا اس بوتل میں پیشاب تھا جسے ہامون نے پانی کا نام دیا تھا نواب زادی نے بوتل پر پھونک ماری اور بوتل کے اندر موجود پانی گاڑھا سا ہو گیا ہامون کے کہنے کے مطابق نواب زادہ نے وہ پانی پی لیا۔ اس پانی کے پینے کی دیر تھی کہ نواب زادی کو اپنے جسم میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ نواب کے مردہ وجود میں جان سی آ گئی تھی وہ بھی بچے کی وجہ سے صحت یاب ہو گیا تھا اور نواب زادی کا ہر طرح سے خیال رکھنے لگا ایک سال گزر گیا۔ ایک

انتہائی تاریک رات تھی نواب کے ہاں ایک لڑکی نے جنم لیا لڑکی کے قدرتی طور پر دو خون آشام بلا کی طرح نوکیلے دانت تھے لڑکی کے سر پر گھنے بال بھی تھے اس رات باسون بھی آ گیا تھا اس لڑکی کو جنم دیتے ہی نواب زادی کا پیٹ پھٹ گیا تھا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ شیطان کی بیٹی تھی کیونکہ پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کی جان لے لی دوسرے دن نواب نے سوگوار رایت کے ساتھ نواب زادی کی آخری رسومات ادا کیں۔ مگر قصبے والے گواہ تھے کہ زمین نے اس عورت کو قبول کیا تھا اور وہ لوگ جب نواب زادی کے پھٹے ہوئے وجود کو قبر میں ڈالتے تو قبر اس کی لاش کو باہر پھینک دیتی اور پھر ان لوگوں نے نواب زادی کی لاش باسون کے کہنے پر جلا دی اس کی راکھ کو قبر میں اتارا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی۔ نواب نے اپنی بچی کا نام گیت رکھ دیا۔ گیت سلونے رنگ کی تھی اس کی آنکھوں میں بڑی سحر انگیز کشش تھی اس بوڑھے کے منہ سے اس شیطان کی بیٹی کا نام گیت سن کر نشاء چیخنے لگی وہی وہ شیطان کی بیٹی ہے عفان مجھے اس سے بچا لو وہ آ گئی ہے۔ عفان لوگوں نے بھی اسے باتیں مجھے بتائی ہیں کچھ بوڑھی عورتوں کا بھی یہی کہنا تھا کہ اس حویلی میں شیطان کی بیٹی رہتی ہے لیکن پوری کہانی کسی نے بھی نہیں بتائی کی بابا.. اشاروں کناروں میں یہ بات بتائی تھی اور اب میں زندگی ہوں میں کسی بھی قیمت پر اس حویلی میں نہیں جاؤں گی۔

نشاء تم ذرا خاموش رہو مجھے اس بابا جی سے کچھ مزید باتیں کرنی ہیں اس کے بعد میں تمہیں کچھ باتیں بتاؤں گا۔ اس حویلی میں ہم نے اتنے دن گزارے ہیں مگر ہمارے ساتھ کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

نہیں عفان زندگی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے اور مجھے اپنی زندگی عزیز ہے کیونکہ یہ حویلی آسیب زدہ ہے اس میں وہی شیطان کی بیٹی گیت رہتی ہے اور گیت کی آنکھیں بھی بڑی سحر انگیز ہیں۔

نشاء کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاؤ عفان بولا بابا جی آپ ابھی تک باہر کھڑے ہیں۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جائیے مجھے کچھ اور معمولات بھی چاہیے وہ بوڑھا ابھی تک گاڑی سے باہر تھا۔ اور گاڑی کے قریب گاڑی رکی ہوئی تھی بوڑھا آدمی بیک سیٹ پر بیٹھ گیا نشاء نے گاڑی کی روشنی میں پہلی بار بوڑھے کا چہرے کا دیکھا تھا بوڑھے کا چہرہ زرد تھا اور جھریوں سے بھرپور تھا اس کا کرخت چہرہ نشاء کو کسی بھیانک عفریت کی طرح لگا تھا نشاء نے جلدی سے نگاہیں پھیر لیں اور عفان کی طرف دیکھنے لگی عفان نے بوڑھے آدمی سے پوچھا۔

تمہیں یہ کہانی کیسے معلوم ہوئی

بیٹا بڑا اچھا سوال کیا ہے یہ ان دنوں کی بات ہے جب نواب زادہ اور اس بیوی نے بڑی چاہ سے یہ حویلی بنوائی تھی ان دنوں میں یہاں اس کا چوکیدار ہوا کرتا تھا اور صاحب بڑے ٹھاٹ باٹ رکھنے والے آدمی تھے مگر پتہ نہیں قدرت کو انہیں کیا امتحان درکار تھا کہ ان کی اولادیں نہیں ہو رہی تھیں اور یوں جب ان کی اولاد ہوئی وہ شیطانی تھی وہ بچی سلونے رنگ کی کشش بچی تھی اس کی دو سامنے نوکیلے دانت تھے جو کہ بڑے عجیب لگتے تھے نواب صاحب بیوی کی موت پر حق دق رہ گئے تھے اور اپنی بچی کی پرورش ناز و نعم سے کرنے لگے کیونکہ پوری جائیداد کی وارث وہی گیت بن گئی تھی نواب نے گیت کی پرورش کے لیے ایک آیا رکھ لی گیت جوں جوں بڑی ہو رہی تھی اس کے مشغلے بہت ہی عجیب و غریب تھے اکثر یا پھر کسی انجانی طاقت سے مخاطب ہوتی تھی بوڑھے کی اس بات پر نشاء خوف سے جھرجھری لینے پر مجبور ہو گئی اور وہ امید بھری نظروں سے عفان کو دیکھنے لگی۔

پلیز عفان ہمیں اس حویلی کو چھوڑ کر رہنا چاہیے

نشاء پلیز خاموش ہو جاؤ بابا جی اس شیطان کی بیٹی کے حوالے سے مزید انکشافات کرنے والے ہیں

بابا بولا تم دونوں خاموش ہو جاؤ اور میری باتیں غور سے سنو کیونکہ میں ہی ہوں جو گیت کے ہر مشغل سے واقف ہوں بوڑھے نے اپنا سلسلہ کلام وہاں سے جوڑا گیت کے پاس اکثر ہڈیاں پانے لگی کیونکہ وہ بہت ہی چھوٹی تھی مگر اکثر اس کے قریب سے ہڈیاں ملنے لگیں وہ ہڈیاں چھوٹے بچوں کی ہوتی تھیں نواب زادی کی موت کے بعد نواب بھی گم سم رہنے لگے اور باسون جادوگر بھی اس حویلی میں آ گیا وہ گیت کو سرخ مشروب لا کر پلاتا تھا گیت پر وہ کوئی زیر لب منتر بھی پھونکتا تھا اور گیت اس سے بہت ہی زیادہ مانوس ہو گئی تھی گیت کا پرورش باسون کرنے لگا اور وہی اسے کوئی انجانی زبان میں جادو منتر پڑھانے لگا جب گیت پانچ سال کی ہوئی تو نواب صاحب کو فکر ستانے لگی کہ گیت کچھ پراسرار ہونے لگی ہے اور ان میں عجیب و غریب خصوصیات پائی جانے لگی ہیں لیکن باسون نے نواب صاحب کو دھیرے دھیرے نشے کا عادی بنا دیا تھا اور یوں وہ گیت سے لاپروا ہوتے چلے گئے۔

ایک رات میں کوارٹر میں چارپائی پر پڑا سو رہا تھا کہ اندھیرے میں باہر سے گیت کی ایک بھیانک چیخ سنائی دی اس رات میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور میں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی کوارٹر حویلی کے عقب میں واقع تھا اور باغ کے قریب ہے کوارٹر نواب صاحب نے ملازموں کے لیے بنوایا تھا اور ان دنوں میں اکیلا تھا باہر ہی گیت بھی تھا جو ملازموں کے لیے تھا میں بڑے باغ سے باہر نکل کر حویلی کی پچھلی طرف چلا گیا وہاں پر میں نے باسون کو دیکھا اس کے ہاتھ میں لالٹین تھی اور اس کی زرد روشنی گیت کے چہرے پر پڑ رہی تھی گیت کا سانولا چہرہ خوف سے زرد دکھائی دے رہا تھا۔

باسون کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی گیت تمہیں یہ کرنا ہوگا۔

میں یہ نہیں کر سکتی مجھے گھن آ رہی ہے

تم شیطان کی بیٹی ہو اور شیطانی طاقتیں تمہاری منتظر ہیں کیونکہ تمہیں تمہارے باپ نے نہیں بلکہ شیطان نے جنم دیا ہے غسل کرو اور اس کا خون پی جاؤ باسون کی منحوس گرجتی ہوئی آواز میرے کانوں میں پڑی میں اس وقت تھر تھر کانپ رہا تھا نواب صاحب بے سدھ پڑا ہوا تھا اور اندھیرے میں وہ صحیح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا جب میں نے گیت کو دیکھا اس رات اس نے بہت ہی عجیب قسم کے بندے پہن رکھے تھے ان بندوں میں تین قسم کی شیطانی کھوپڑی بنی ہوئی تھی اور ان کھوپڑیوں میں کوئی چیز چمک رہی تھی باسون بہت زیادہ منحوس دکھائی دے رہا تھا گیت اس وقت پانچ سال کی بچی تھی مگر وہ بلا کا ذہن رکھتی تھی اور تیز تھی باسون کوئی جنتر منتر پڑھ رہا تھا اور گیت حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی گیت کے لمبے گھنے بال اس کی پشت پر کسی سانپ کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور گیت خوف کی وجہ سے دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی۔

گیت اب وقت آ گیا ہے کہ تم شیطانی طاقتوں کو اپنا لو تم نے پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کی جان لے لی تھی اور اب تم اپنے باپ کے خون سے غسل کرو گی اور شیطان کی طاقتوں کو اپنا لو گی تمہاری پرورش میں نے بڑی محبت سے کی ہے نہ صرف تمہیں خون پلایا ہے بلکہ تم انسانی گوشت کی بھی عادی ہو گئی ہو۔

میں ٹرانس کی کیفیت میں کھڑا تھا اور ان دونوں کو دیکھ رہا تھا گیت پر انجانی طاقت اپنا اثر کرنے لگی اس نے منہ کھولا اس کے دو لمبے دانت کسی ستارے کی مانند چمکنے لگے گیت نے اپنے باپ کی طرف بڑھی اور اس کی شہ رگ پر اپنے دانت رکھ دیئے نواب صاحب نے کسلمندی سے کروٹ لی مگر وہ ہوش میں نہیں آئے گیت نے جب اس کی شہ رگ سے گردن منہ تک انجانی اس کا منہ خون سے بھرا ہوا تھا زرد روشنی

میں خون کا رنگ بہت ہی گاڑھا نظر آ رہا تھا اس کی تھوڑی اور منہ سے سرخ خون کے چھینٹے نیچے گر رہے تھے اچانک اچانک ہامون نے قہقہہ لگایا اور قبر کی ایک بڑے پتھر کو ٹھوکر ماری پتھر جو کہ اپنی جگہ سے سرک گیا

نواب صاحب کے بے سدھ جسم میں حرکت کی ہونے لگی اس کا جسم دھیرے دھیرے کھینچنے کی صورت میں جانے لگا پہلے اس کے پاؤں اٹھنے لگے پھر وہ ہوا میں الٹا لٹک کر جھولنے لگا نواب کے پاؤں میں رسی مضبوطی سے باندھی گئی تھی اور وہ پتھر اسی رسی پہ رکھا گیا تھا جب ہامون نے پتھر کو سرکایا تو درخت کی مضبوط شاخوں نے اسی کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا۔ اور نواب کی لاش یا پھر بے ہوش وجود رسی کے ساتھ الٹا لٹک گیا۔ ہامون نے اپنی کمر پیچھے سے خنجر نکالا اور نواب صاحب کی گردن پہ پھیر دیا۔ ہامون نے گیت کو حکم دیا کہ عین نواب صاحب کی گردن کے سامنے کھڑی ہو جائے گیت اٹھی ہوئی بل بل خون گر کر گیت کے جسم پہ گرنے لگا اور وہ خاموشی سے کھڑی رہی حتیٰ کہ اس کا پورا وجود خون سے سرخ ہو گیا۔ اور جب تک نواب کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نہ نکلا تب تک گیت وہیں کھڑی رہی اس کے قریب ہامون نامعلوم الفاظ میں کچھ پڑھنے لگا اور وہ الفاظ ہندی میں تھے وہ غالباً کسی شیطان کا نام لے رہا تھا جب تقریباً گیت کے پہلے سرخ بدن پہ جب الٹے لٹکے نواب کے خون کا آخری قطرہ پڑا اچانک روشنی سی پھیلنے لگی میں گھبرا کر پیچھے ہٹا درخت کے پیچھے ہو گیا تاکہ اس دلچسپی روشنی میں نہ آ جاؤں وہ روشنی جو سفید اور سرخ رنگ کی تھی وہ گیت کے جسم کے اندر منتقل ہو کر غائب ہو گئے اور گیت کے دونوں ہاتھ میں موجود تینوں کھوپڑیوں کی آنکھیں روشن ہوئی ان چھوٹی اور باریک کھوپڑیوں میں وہ روشنیاں قندیل کی مانند دکھائی دے رہی تھیں جب تک تمام

مرحلے کامیابی سے طے ہو گئے تب ایک بھاری بھر کم بھدی آواز سنائی دی۔

ہامون ہم نے گیت کو اپنی بیٹی تسلیم کر لیا ہے تمام ثبوت ہمیں فراہم ہو گئے ہیں اب اس لڑکی کو ایک آخری مرحلہ طے کرنا ہوگا اور وہ مرحلہ بہت ہی زیادہ دشوار گزار ہے کیونکہ جتنی چیزیں ناممکن ہوتی ہیں اتنی ممکن بھی ہوتی ہیں گیت کو امر ہونا حاصل کرنا ہوگا اور اسے آخری مرحلہ ہر صورت میں کامیابی سے طے کرنا ہوگا جب گیت امر ہو جائے گی اور تب وہ ہماری اصلی بیٹی بن جائے گی تمام شیاطین کی شہزادی کہلائے گی اسی لئے ہامون انجانی آواز سے سمت کا تعین کر کے اس کے سامنے سجدے میں گر گیا اس کے ساتھ گیت بھی ہامون کے دیکھتے ہی نڑاس کی سی کیفیت میں سجدے میں گر گئی جب وہ دونوں سجدے سے اٹھیں تب ہامون نے شیطان سے بہت ادب احترام کے ساتھ پوچھا۔

گیت یہ عمل کب کرے گی۔

شیطانی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی جب تک گیت اٹھارہ سال کی نہیں ہو جاتی۔ مگر یہ تمہیں یاد رکھنا ہے کہ تم نے اٹھارہ سال تک گیت کی پرورش کا ذمہ لینا ہے کیونکہ گیت کی پرورش بھی خون اور گوشت سے ہوتی ہے اس کے ہاتھوں میں کھلونوں کی جگہ ہڈیاں اور کھوپڑیاں ہونی چاہیے اور اس کے گلے میں لاکٹ کے بجائے شیطانی طاقتوں کی مالا ہونی چاہیے بالوں میں اسے کلف لگانے چاہیے جس پہ کھوپڑیاں بنی ہوں اس کا لباس مختصر اور آتشی ہونا چاہیے اس کے ہاتھوں میں خوفناک قسم کے کنگن ہونے چاہیے اور انگلیوں میں جادوئی انگوٹھیاں اس آواز کے ساتھ وہ انجانی خوفناک بھاری آواز غائب ہو گئی۔ اور گیت کے جسم پہ عجیب قسم کے کپڑے خود بخود نمودار ہو گئے اور گیت کے کھلے بال دھیرے دھیرے چھوٹی اور باریک چوٹیوں میں تبدیل ہو گئے وہ اس کے واقعی

شیطان کی بیٹی لگ رہی تھی اس لئے اگر میری جگہ کوئی کمزور دل والا ہوتا تو یہ تو بھیانک چیخیں مارتا ہوا یا پھر چکرا کر گر چکا ہوتا مگر شاید میرا دل مضبوط تھا کیونکہ میں رات کے اندھیروں میں گھومتا پھرتا رہتا تھا قبرستانوں سے پھر بھی رات کے سناٹوں میں گزرتا رہتا تھا اور ساری ساری رات چوکیدارا کرتا تھا۔

صبح ہامون نے مشہور کر دیا کہ نواب صاحب کی موت سانپ یا کسی اور موذی زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہے نواب صاحب کی تدفین اسی گن روڈ کی گئی میں بہت ڈرا ہوا تھا ورنہ اگر غریب نہ ہوتا اور بہادر ہوتا تب بھی میں شاید کچھ بھی نہ کر سکتا تھا کیونکہ ہامون اور گیت پر شیطانی طاقتوں کا قبضہ تھا اب حویلی پر ہامون قابض ہو گیا تھا اور وہ گیت کا پہلے کی طرح خیال رکھنے لگا ہر مہینے کی ایک تاریک رات کو وہ دونوں حویلی سے باہر نکل جاتے اور پھر صبح تک لوٹ کر آ جاتے ہیں میں نے چوری چوری ان دونوں پر نظر رکھنا شروع کر دی تھی ایک رات وہ دونوں حویلی سے باہر نکلے تھے مہینے کی سب سے تاریک رات تھی اس رات چاند بالکل بھی نہیں تھا اور اتنی گھمبیر تاریکی ہر سو چھائی ہوئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا وہ دونوں اندھیرے میں ایسے چل رہے تھے جیسے کہ اندھیرے میں واضح طور پر دیکھ رہے ہوں اور میں فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا میں بہت دنوں سے ان کی جاسوسی کر رہا تھا اور آج بالکل ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے قبرستان تک جا پہنچا یہ اسی قصبے کا قبرستان تھا جو کہ بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہوا تھا قبرستان میں بے شمار پکی اور کچی قبریں تھیں قبروں کے علاوہ قبرستان میں بے شمار سالوں پرانے درخت بھی تھے جو کہ رات کے اندھیرے میں آدم زادوں کے لیے کسی بھوت کے مانند کھڑے دکھائی دے رہے تھے گیت نے اپنے چھوٹے سے بیگ سے ہاتھ نکالا وہ چیز اس نے قبر پر رکھی اور پھر دیا سلائی کی مدد

سے اسے روشن کر دیا وہ ایک چراغ تھا گیت نے ایک چراغ قبر پر روشن کر دیا۔ اور خود قبر پہ بیٹھ گئی یہ لڑکی اندر سے کتنی سفاک تھی مگر دور سے کتنی معصوم اور ناداں دکھائی دیتی تھی گیت نے بلند آواز میں شیطانی منتر پڑھنا شروع کر دیا اور بلند آواز سے وہ اجنبی زبان میں یہ منتر تب تک پڑھتی رہی جب تک چراغ نہ بجھے اور میں بت بنا اس کی بہادری پہ حیران تھا جب چراغ بجھا گیت قبر سے اتری اور ہامون نے اس کے پینے کے لیے کوئی بوتل دے دی وہ بوتل خون سے بھری ہوئی تھی اور گیت نے اسی لمحے وہ پوری بوتل خالی کر دی وہ دونوں اب واپس حویلی کی طرف جانے لگے اور میں درخت کی اوٹ میں چھپ گیا۔

جاری ہے اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کے اگلے ماہ کا شمارہ ضرور پڑھیے۔

غزل

بے چین اشکوں کو بہا کے چلے جانا
ہم تم کو نہ روکیں گے بس آ کے چلے جانا
ملنے جو نہ آئے تم، تھی کون سی مجبوری
جھوٹا کوئی افسانہ دہرا کے چلے جانا
جو آگ لگی دل میں وہ سرد نہ ہو جائے
بجھتے ہوئے شعلوں کو بھڑکا کے چلے جانا
اجڑی نظر آتی ہے جذبات کی ہریالی
تم اس پہ کوئی بادل برسا کے چلے جانا
فرقت کی اذیت میں کچھ صبر بھی لازمی ہے
یہ بات میرے دل کو سمجھا کے چلے جانا

☆☆........................ ایم امیر عاصم ملک۔ میانوالی

خوفناک چڑیل

تحریر: زاہد اقبال۔ اٹک۔

تم نے یہاں آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے اس شخص نے طوطوں کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے اوپر حملہ کر دیا طوطے میرے جسم کی بوٹیاں نوچنے لگے میں نے بچنے کی بہت کوشش کی مگر میں ناکام رہا وہ شخص وہاں کھڑا زور زور سے ہنسنے لگا میرے پورے جسم سے خون نکلنے لگا جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک طوطا وہاں پر ہی بیٹھا ہے وہ مجھے مارنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ وہی طوطا ہو جس میں مہاراجہ کی جان قید ہے میں فوراً اس طوطے کی طرف بھاگا اور جا کر اسے پکڑ لیا جیسے ہی طوطا میرے ہاتھ لگا تو دوسرے طوطے غائب ہو گئے وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے کھڑا ہنس رہا تھا چیخنے لگا۔ یہ طوطا میرے حوالے کر دو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میں سمجھ گیا کہ یہی شخص مہاراجہ ہے وہ شخص میری منتیں کرنے لگا کہ میں اس کو طوطا دے دوں مگر میں نے اس کی ایک نہ مانی اور طوطے کی ایک ٹانگ توڑ دی جیسے ہی میں نے طوطے کی ٹانگ توڑی تو مہاراجہ کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی مہاراجہ میرے سامنے گر گیا اسے لگا کہ مجھے مہاراجہ پر ترس آ جائے گا۔ میں نے طوطے کی گردن توڑ دی اور مہاراجہ ختم ہو گیا مہاراجہ کے ختم ہوتے ہی پوری پہاڑی ہلنے لگی اور پتھر گرنے لگے میں فوراً وہاں سے بھاگا اور پہاڑی سے باہر نکل آیا میرے پہاڑی سے باہر آتے ہی پوری پہاڑی زمین بوس ہو گئی اگر میں چند سیکنڈ کی بھی دیر کر دیتا تو شاید اس پہاڑی کے نیچے آ کر مر جاتا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وادی میں سے ہوتا ہوا جن کے پاس پہنچ گیا اور جن نے کہا اب وہ مجھے واپس میری دنیا تک پہنچا دے میری بات سن کر جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم غائب ہو گئے۔ جن مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاراجہ کو تو میں ختم کر دیا تھا مگر کال بانو کی مشکل جس کے پاؤں کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ ابھی زندہ تھی میں نے قبرستان جا کر اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو نکالا اور اپنے ساتھ اپنے گھر لے آیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی

میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک سیل فون کی گھنٹی سے میری آنکھ کھل گئی جب میں کال اٹینڈ کرنے لگا تھا کہ اتنی دیر میں کال بند ہو گئی مجھے یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ عاقب مجھے کیا ... دفعہ کال کر چکا تھا میں نیند کی وجہ سے مجھے پتہ ہی نہیں ... چلا ابھی میں اپنے سیل فون کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک بار پھر سیل فون کی گھنٹی بجی یہ عاقب کی کال دیکھ کر میں نے فوراً کال اوکے کی اور کہا۔

یار خیریت تو ہے ناں اتنی صبح صبح کال کیوں کر رہے ہو مجھے تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا یار خیریت ہے تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے آج کالج نہیں جانا کیا میں نے فوراً جواب دیا۔

ہاں یار کالج جانا ہے۔

وہ بولا یار دس بجے تک تم ... کر میں فوراً

بستر سے اترا میرے ذہن میں خیال آیا کہ کل
رات بہت دیر سے سونے کی وجہ سے میری آنکھ جلدی نہ
کھل سکی بہرحال میں نے ثاقب سے کہا۔
یار میں ابھی کچھ دیر میں تیار ہو کر کالج کے لیے
نکلتا ہوں بس تم میرا انتظار کرو۔
ٹھیک ہے جلدی کرنا تم تیار ہو جاؤ میں خود ہی
تمہارے پاس آ جاتا ہوں۔ ثاقب نے کہا اور ساتھ
ہی فون بند کر دیا۔
میں جلدی سے تیار ہو کر باہر نکلنے لگا کہ باہر
ڈور بیل بجی میں نے جا کر دروازہ کھولا تو ثاقب
میرے سامنے کھڑا تھا میں نے کہا۔ ایک منٹ میں
بائیک نکالوں پھر کالج چلتے ہیں۔
ثاقب اور میری دوستی بچپن سے تھی ثاقب
میرے گھر سے تھوڑا ہی دور رہتا تھا بچپن سے
ہی میں اور ثاقب اکٹھے ہی سکول جاتے تھے۔ جب
ہم دونوں نے کالج جوائن کیا تو پھر بھی ہماری روٹین
یہی رہی میرا گھر چونکہ ثاقب کے راستے میں آتا تھا
اس لیے وہ پہلے میرے پاس آتا پھر ہم دونوں اکٹھے
کالج جاتے ثاقب کے علاوہ مظہر اور اعجاز بھی میرے
دوست تھے وہ بھی ہمارے ہی گاؤں کے تھے لیکن وہ
ثاقب اور میرے گھر سے تھوڑے فاصلے پر تھے اس
لیے ان سے ملاقات کالج میں ہی ہوتی تھی مظہر ہم
تینوں دوستوں سے عمر میں بڑا تھا اعجاز ثاقب اور مجھ
سے بڑا تھا جبکہ میں اور ثاقب ہم عمر تھے مظہر اور اعجاز
سے میری دوستی سکول ٹائم سے تھی مظہر چونکہ ہم سب
سے بڑا تھا اس لیے وہ ساتھ ساتھ ہمیں گائیڈ بھی
کرتا رہتا تھا وہ ہم تینوں کو کبھی کسی بری محفل یا لڑائی
جھگڑوں سے دور ہی رکھتا تھا اسی وجہ سے ہم بھی مظہر کو
اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتے تھے اور جس کام سے
مظہر ہمیں منع کرتا تھا وہ کام ہم نہیں کرتے تھے۔
مظہر کے والد ایک بزنس مین تھے وہ اکثر بزنس
کے سلسلے میں گھر سے دور ہی رہتے تھے جبکہ مظہر کی
والدہ اس دنیا فانی سے جا چکی تھی مظہر کی ایک ہی بہن
تھی جو اس سے بڑی تھی اس کی بھی شادی ہو چکی تھی
اس لیے مظہر زیادہ تر گھر میں اکیلا ہی رہتا تھا ان دنوں
بھی مظہر کے والد ایک بزنس میٹنگ کے سلسلے میں
ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اور تقریباً ایک ماہ بعد ان
کی واپسی تھی اس لیے مظہر زیادہ وقت ہم دوستوں
کے ساتھ گزارتا تھا مظہر کو بھی اکیلا رہنا بہت عجیب
لگتا تھا لیکن جب وہ ہمارے ساتھ ہوتا تو بہت خوش
خوش رہتا اور اسے اپنے والد کی کمی بھی اتنی محسوس نہیں
ہوتی تھی گرمیوں کا موسم تھا اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہوئی
تھی جس کی وجہ سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا تھا
ہمارے گاؤں میں ایک نہر گزر کر جاتی تھی اور ہم شام
کے وقت اس نہر کے کنارے بیٹھے رہتے اور گپ
شپ لگاتے رہتے آج بھی ہم رات گئے تک اس نہر
کے کنارے بیٹھے رہے جب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے
جھونکے جسم سے ٹکراتے تو بہت ہی سکون ملتا دوسری
طرف لہلہاتے کھیت دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بھی بجھ
جاتی شام کے وقت جب سورج پہاڑوں کے پیچھے
غروب ہوتا تو دل کو بھا جانے والا منظر پیش کرتا۔
کافی دیر ہم وہاں بیٹھے رہے اور جب اندھیرا
ہونے لگا تو ہم نے واپس اپنے اپنے گھر جانے کا
فیصلہ کر لیا ہم وہاں سے اٹھے اور پھر اپنے اپنے گھر
آ گئے مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی میں نے جلدی
سے کھانا کھایا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھوڑی دیر
بیٹھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ آج چھت پر جا کر
سوؤں گا کیونکہ موسم بھی بہت خوشگوار تھا میں چھت پر
آ گیا اور بستر پر لیٹ گیا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی
تھی میں نے ساتھ ساتھ میوزک بھی لگایا اور انجوائے
کرنے لگا۔ رات گئے تک میں میوزک سنتا رہا اسی
لیے مجھے سونے میں بہت دیر ہو گئی اور صبح جلدی آنکھ
نہ کھل سکی۔
میں نے اپنی بائیک نکالی پھر ثاقب اور میں

بائیک پر بیٹھ کر کالج کی طرف چل پڑے تھوڑی ہی
مسافت کے بعد ہم کالج پہنچ گئے میں نے ثاقب کو
بائیک سے اترنے کو کہا اور خود بائیک پارک کرنے لگا
ہم دونوں لیکچر اٹینڈ کرنے کے لیے کلاس روم میں
چلے گئے لیکچر ختم ہونے کے بعد ہم کینٹین پر آ گئے
تھوڑی دیر بعد مظہر اور اعجاز بھی آ گئے مظہر مجھ سے
بولا۔
لیٹ آنے کی کوئی وجہ۔
میں نے کہا۔ کل رات بہت دیر سے سونے کی
وجہ سے صبح میری آنکھ جلدی نہ کھل سکی جس وجہ سے
میں لیٹ ہو گیا اور ثاقب کو میرا انتظار کرنا پڑا اور ساتھ
ہی میں نے ویٹر کو چائے لانے کے لیے اشارہ کیا اور
تھوڑی دیر میں چائے لے کر آ گیا ہم سب نے مل کر
چائے پی گپ شپ لگائی اور پھر ہم وہاں سے باہر
نکلے اور لیکچر اٹینڈ کرنے کے لیے دوبارہ کلاس روم
میں چلے گئے۔
کالج سے واپسی پر میں نے اپنی بائیک نکالی اور
ثاقب کو بائیک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا مظہر اور اعجاز سے
ہم نے اجازت لی اور اپنے گھر واپس آ گئے شام کے
وقت ہم کافی دیر تک گپ لگاتے رہے پھر جب رات
کا اندھیرا ہوا ہم سب نے اپنے اپنے گھر جانے کا
فیصلہ کر لیا رات کو میں گھر کی چھت پر بیٹھا چاند کو دیکھ
رہا تھا جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا موسم بھی بہت
خوشگوار تھا لیکن نجانے کیوں مجھے نیند نہیں آ رہی تھی
میرا ذہن سوچوں میں گم تھا اور میری نظر کرہ چاند پر
تھیں کہ اچانک میرے کان کے پردوں سے پائل کی
آواز ٹکرائی پہلے میں نے اتنی توجہ نہ دی لیکن جب
دو تین دفعہ مجھے آواز سنائی دی تو میں اپنے بستر سے
اٹھا اور چھت سے نیچے کی طرف دیکھنے لگا لیکن مجھے
کافی دور تک کوئی دکھائی نہیں دیا مگر پائل کی آواز
مسلسل آ رہی تھی میں آواز سن کر بہت حیران تھا کہ یہ
کون ہو سکتا ہے پھر تھوڑی دیر بعد آواز آنا بند ہو گئی
میں دوبارہ اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا کافی دیر گزر گئی
لیکن پائل کی آواز مجھے دوبارہ سنائی نہیں دی مجھے
آہستہ آہستہ نیند آنے لگی اور میں سو گیا ابھی میں نیند کی
لپیٹ میں آیا ہی تھا کہ پائل کی آواز سے میری آنکھ پھر
کھل گئی پہلے تو میں سمجھا کہ یہ میرا وہم ہے لیکن جب
میں نے غور سے سنا تو واقعی پائل کی آواز سنائی دے
رہی تھی میں پھر سے اپنے بستر سے اترا اور چھت سے
نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔
اس بار میں نے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی
کو راستے پر جاتے ہوئے دیکھا میں نے اسے دیکھ کر
سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی مسافر ہو اور کسی کے گھر
مہمان آئی ہو لیکن جب میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی تو
رات کے دو بج رہے تھے پہلے تو میں ڈر گیا اور سوچنے
لگا کہ اتنی رات گئے ایک اکیلی لڑکی بے خوف و خطر
کس طرح گھوم سکتی ہے میں انہی سوچوں میں گم تھا
کہ وہ لڑکی میری طرف دیکھنے لگی میں نے جب اس
کی طرف نگاہ دوڑائی تو اس کا حسن و جمال دیکھ کر میں
حیران رہ گیا کیونکہ اس سے پہلے میں نے اتنی
خوبصورت لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی پہلے تو اس کی طرف
دیکھتا رہا پھر جب غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی مجھے ہی
دیکھ رہی ہے پھر وہ لڑکی میری طرف دیکھ کر مسکرائی
اور تیزی سے پیچھے پلٹی اور تیز تیز چلنے لگی میں مسلسل
اس لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے دیکھتے ہی
دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی میں واپس اپنے
بستر پر آ کر لیٹ گیا اور اس لڑکی کے بارے میں
سوچنے لگا اور سوچتے سوچتے ہی میں نا جانے کب
آنکھ لگی اور سو گیا۔
ثاقب کی منگنی بچپن میں ہی اس کے چچا کے گھر
طے ہوئی تھی ثاقب بھی اپنے چاچا کی بیٹی کرن سے
بہت پیار کرتا تھا کرن بھی بچپن سے ہی ثاقب کو بہت
چاہتی تھی ثاقب کا ایک بھائی اور ایک بہن تھی جو
ثاقب سے بڑی تھی اور اس کی شادی اپنے ہی

خاندان میں کی گئی تھی جبکہ اس کے بھائی کی منگنی بھی اس کے بڑے چاچا کے گھر ہوئی تھی ان دنوں ثاقب کے گھریلو حالات کو دیکھ کر اس کے چاچا نے منگنی توڑ دی تھی اور شادی سے انکار کر دیا تھا ثاقب اور کرن کیونکہ بچپن سے ہی ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے تو انہیں اپنے گھر والوں کی انکاری پر بہت غصہ آیا پہلے تو ثاقب نے اپنے چاچا کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ نہ مانے تو ثاقب نے اپنی ماں سے بات کی اور ان کو چاچا سے بات کرنے پر راضی کر لیا ثاقب کی ماں نے ثاقب کے کہنے پر کرن کے گھر والوں سے بات کی مگر کرن کا والد نہ مانا کرن کے والد کا کہنا تھا۔

جس وقت ہم نے یہ رشتہ طے کیا تھا اس وقت آپ کی مالی حیثیت ہم سے زیادہ اچھی تھی لیکن آج کل آپ کی اتنی حیثیت نہیں رہی کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ آپکو دے سکوں میں اپنی بیٹی کو ایسے گھر میں ہرگز نہیں بھیج سکتا جہاں لوگ خود گھٹ گھٹ کر زندگی بسر کرتے ہوں ثاقب کی والدہ نے کرن کے والد کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن کرن کا والد نہ مانا تو ثاقب کی والدہ واپس اپنے گھر آ گئی والدہ کے گھر داخل ہوتے ہی ثاقب نے بڑی۔۔ بے تابی۔۔ سے پوچھا تو ثاقب کی والدہ نے کہا۔

کرن کو بھول جاؤ۔

کیوں ماں کیوں۔ وہ رونے والے انداز میں بولا اور اس کے چہرے پر غصے کے آثار بھی نمایاں تھے بتائیں مجھے کہ کرن کے باپ نے کیا کچھ کہا پہلے تو ثاقب کی والدہ چپ رہی لیکن جب ثاقب نے بہت اصرار کیا تو والدہ نے کہا۔

ہماری حیثیت اتنی نہیں کہ ہم تمہارے چاچا کے ہاں رشتہ کر سکیں اتنی بات کہہ کر ثاقب کی والدہ چپ ہو گئی ثاقب والدہ کی بات سن کر آپے سے باہر ہو گیا جب اس نے کرن کو یہ بات بتائی تو کرن نے تڑپتے ہوئے کہا۔

دیکھو ثاقب میں تم سے کچھ نہیں چاہتی بس اتنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں کرن کی بات سن کر ثاقب کو تسلی ہوئی وہ بولا۔

پھر اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ پاک جو بھی کرے گا بہتر ہی کرے گا۔

ثاقب میں بہت پریشان ہوں کہ اب کیا ہوگا مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے۔

ثاقب بولا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس اچھے وقت کا انتظار کرو۔۔

میں نے اپنا سیل فون نکالا اور ثاقب کو کال کرنے لگا لیکن جب میں نے ثاقب کا نمبر ڈائل کیا تو اس کا نمبر بند جا رہا تھا میں نے دوبارہ ٹرائی کی لیکن اس کا فون بند ہی ملا میں سوچنے لگا کہ سیل کیوں بند جا رہا ہے اس نے اگر فون بند بھی کرنا ہو تو مجھے ضرور بتا دیتا ہے یا کوئی میسج کر دیتا ہے میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے کہ کہیں ثاقب نے کوئی ایسا ویسا کام تو نہیں کر دیا۔ میں نے فوراً اپنی بائیک نکالی اور اس کے گھر کی طرف چل دیا جب میں ثاقب کے گھر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ ثاقب تو ہسپتال میں ایڈمٹ ہے تو یہ بات سن کر جیسے میرے پاؤں سے زمین نکل گئی میں نے ثاقب کے گھر والوں سے پتہ لیا اور ہسپتال چلا گیا۔ راستے میں میں نے مظہر اور اعجاز کو بھی ثاقب کے بارے میں بتایا اور ہدایت کی کہ وہ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جائیں اس کے بعد میں نے کال بند کر دی اور تھوڑی دیر میں ہسپتال پہنچ گیا ہسپتال پہنچ کر میں نے ثاقب کے گھر والوں سے ثاقب کی طبیعت کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ ثاقب ابھی تک بے ہوش ہے میں نے ثاقب کے گھر والوں سے پوچھنا چاہا کہ اس کو کیا ہے مگر جب اس کے گھر والوں کی حالت دیکھی

میں نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور ایک سائیڈ پر جا کر بیٹھ گیا میرے ذہن میں ایک ہی خیال بار بار آ رہا تھا کہ کہیں ثاقب نے کرن کی خاطر کوئی الٹا پلٹا کام تو نہیں کر دیا۔

میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ مظہر اور اعجاز بھی ہسپتال پہنچ گئے اور مجھ سے ثاقب کے بارے میں پوچھنے لگے میں نے ان کو بتایا کہ ثاقب کے بارے میں مجھے ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے بس اتنا معلوم ہے کہ وہ ابھی تک بے ہوش ہے جب مظہر بولا۔

تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ہسپتال میں ہے

میں نے کہا میں نے صبح اس کو فون کیا تھا لیکن اس کا فون مسلسل بند جا رہا تھا میں نے کئی بار کوشش کی لیکن اس کا فون بند ہی ملتا رہا مجھے پریشانی ہوئی میں اس کے گھر چلا گیا وہاں جا کر پتہ چلا کہ ثاقب ہسپتال میں ایڈمٹ ہے میں نے اس وقت یہی مناسب سمجھا کہ تم دونوں کو بھی اطلاع کر دوں ہم ڈاکٹر کی بات سن کر فوراً وہاں سے اٹھے اور سیدھے ثاقب کے روم میں چلے گئے اور ڈاکٹر سے کہا۔

ڈاکٹر اب کیسی طبیعت ہے مریض کی۔

ڈاکٹر بولا اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے دو تین دن تک وہ ہسپتال سے بھی ڈسچارج ہو جائے گا۔

ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے پھر شام کو ہم واپس آ گئے رات کو میں کافی دیر تک ثاقب کے بارے میں سوچتا رہا اس لیے مجھے نیند بہت دیر سے آئی جب میں صبح اٹھا تو تیار ہو کر سب سے پہلے ثاقب کو دیکھنے کے لیے ہسپتال جا پہنچا وہ ہوش میں تھا لیکن بات طریقے سے نہ کر رہا تھا میں جو بھی بات ثاقب سے پوچھتا وہ جواب نہ دیتا اور بیٹھے بیٹھے اس کا جسم کانپنے لگتا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے ثاقب بہت خوفزدہ ہو میں ثاقب کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ اس کو اچانک کیا ہو گیا ہے میں کافی دیر تک ثاقب کے پاس بیٹھا رہا مظہر اور اعجاز بھی وہاں آ گئے مظہر کی بھی لاکھ کوشش تھی کہ ثاقب کسی طرح ان سے بات کرے لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا ہم نے اس بارے میں ڈاکٹر سے پوچھا۔ تو وہ بولا۔

اس کے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے جس وجہ سے یہ خوفزدہ ہے باقی وہ بالکل ٹھیک ہے اور آج اس کو ڈسچارج کر دیا جائیگا۔۔ اور پھر ہم اس کو لے کر گھر آ گئے دوسرے دن ہم سب اس کے گھر گئے ہم نے کئی دفعہ اس سے پوچھنے کی کوشش کی۔

یار تم ہمیں بتاؤ کہ تمہیں کیا پریشانی ہے تم اتنے زیادہ خوفزدہ کیوں رہتے ہو اگر کوئی بات ہے تو ہم سے شیئر کرو آخر ہم تمہارے دوست ہیں جب تک تم اپنے دل کی بات شیئر نہیں کرو گے تو تمہارے دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا۔

مگر ثاقب نہ مانا ہم جب بھی کچھ پوچھنے کی کوشش کرتے تو وہ ہمیں منع کر دیتا اور کہتا۔

مجھے آپ کو کسی بھی بات کا جواب نہیں دینا۔ تم میں سے کوئی میری حالت کے بارے میں پوچھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

میرے لاکھ سمجھانے پر جب اس نے ہمیں کچھ نہ بتایا تو ہم نے اپنی دوستی کا واسطہ دیا تو ثاقب ہمیں بتانے پر مجبور ہو گیا۔ یار بڑی مشکل سے میں اس کی یادوں کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک تم ہو کہ بات کو سمجھتے ہی نہیں ہو اور جب بھی اس نے ہمیں کچھ بتانے کی کوشش کی اس کا جسم کانپ اٹھتا اور ڈر کے مارے اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا پھر ثاقب نے دل پر پتھر رکھ کر تمام حقیقت ہمیں سنا دی۔ اس نے کہا۔

جب شام کو میں تم دوستوں سے گپ شپ لگا کر گھر کی طرف آیا۔ اور سونے کے لیے اپنے میں گیا تو کافی دیر تک مجھے نیند نہیں آئی میں کمرے سے نکلا اور چھت پر چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ گیا اور اپنی پرانی

یادوں میں کھو گیا کہ اچانک مجھے ایک زوردار چیخ سنائی دی جسے سن کر میں ڈر سا گیا اور میرے ماتھے پر پسینہ آ گیا میں اپنے بستر سے اٹھا اور چھت پر کھڑا ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا پھر اچانک مجھے ایک خوبصورت لڑکی نظر آئی جس کے کندھوں پر ایک نوجوان بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا وہ لڑکی نوجوان کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر آواز لگائی اور کہا۔

تم کون ہو اور اتنی رات گئے اس نوجوان کو کہاں لے کر جا رہی ہو تو اس لڑکی نے میری ایک نہ سنی بلکہ تیزی سے چلنے لگی میں بھاگتا ہوا گھر سے باہر نکلا اور اس لڑکی کے پیچھے چلنے لگا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لڑکی کسی مشکل میں ہے مجھے اس کی مدد کرنا چاہیے مگر وہ لڑکی جنگل کی طرف جا رہی تھی میں بھی اس کے پیچھے تیز تیز قدموں سے چلنے لگا کافی دور جا کر وہ لڑکی جنگل میں جا کر ایک ویران جگہ پر رکی اور اس لڑکی نے نوجوان کو کندھوں سے نیچے اتار کر نیچے زمین پر لٹا دیا۔

اس لڑکی نے ابھی تک مجھے نہیں دیکھا تھا جہاں وہ لڑکی رکی میں بھی وہاں سے کچھ دور رک گیا میری نظریں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اب کیا کرتی ہے پھر اچانک ہی اس لڑکی نے اپنا منہ کھولا تو اس کے منہ سے بڑے بڑے دانت نمودار ہوئے لڑکی کے دانت دیکھ کر میں ڈر سا گیا پھر اس لڑکی نے اپنے نوکیلے دانت نوجوان کی گردن میں گاڑھ دیئے اور نوجوان کے جسم کا خون پینا شروع کر دیا جب اس لڑکی نے نوجوان کے جسم کا سارا خون پی لیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی تو میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ لڑکی بہت ہی بھیانک شکل اختیار کر گئی اس کا چہرہ دیکھ کر میرا جسم کانپنے لگا اس کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور اس کی ناک آگے کی طرف بڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی بہت ہی بھیانک تھے اور ہاتھ پاؤں کی ناخن بہت بڑے تھے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی تیز دھار خنجر ہو اور اس کے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے سر کے بال بھی بہت لمبے تھے جس کی وجہ سے اس کے بال اس کے چہرے پر بھی آ رہے تھے میں یہ سب دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کوئی انسان نہیں ہے بلکہ کوئی چڑیل ہے اس چڑیل نے اپنے ہاتھ نوجوان کے دل پر رکھے اور نوجوان کا دل نکال کر باہر لے آئی اور پھر وہ چڑیل آرام سے بیٹھ کر اسے کھانے لگی دل کھا لینے کے بعد اس چڑیل نے اپنے تیز دھار ناخنوں سے نوجوان کی گردن دھڑ سے الگ کر دی اور پھر اس چڑیل نے آہستہ آہستہ اس نوجوان کا گوشت کھانا شروع کر دیا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نوجوان کا سارا گوشت کھا گئی وہ چڑیل گوشت کھا کر ہڈیاں ایک سائیڈ پر پھینک رہی تھی۔

یہ سب دیکھ کر میرا جسم سا کن ہو گیا پھر جب مجھے کچھ ہوش آیا تو چڑیل کو دیکھ کر میں منہ سے ایک چیخ نکلی میری چیخ سن کر چڑیل نے میری طرف دیکھا اور پاس پڑی ہوئی ہڈیاں میری طرف پھینکیں تو میں ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ نکلا وہ چڑیل بھی میرے پیچھے بھاگنے لگی اس چڑیل نے مجھے پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر میں اس کے ہاتھ نہ آیا بھاگتے بھاگتے جنگل سے باہر آ گیا اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں موجود تھا۔

ثاقب کی سنائی ہوئی داستان سن کر ہم سب ہی ڈر گئے اور ہمارا جسم کانپنے لگا وہ بھی سارا واقعہ سنا کر بہت زیادہ ڈرنے لگا میں نے ہمت کر کے پانی کا گلاس اٹھایا اور ثاقب کو پینے کے لیے دے دیا پانی پینے کے بعد ثاقب کچھ ہوش میں آیا پھر ہم نے ثاقب کو تسلی دی اور کہا۔

اب تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ ہم دوست تمہارے ساتھ ہیں جو کچھ ہوگا ہم دیکھ لیں گے۔

ہماری تسلی سے اس نے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ گاؤں والوں کو بھی یہ سارا واقعہ سنا دیا۔ لوگوں کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا مگر ہم دوستوں کو اس کی باتوں پر یقین آ گیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا ہم دوستوں نے مل کر یہ طے کیا کہ اب ہم اپنا زیادہ وقت ثاقب کے ساتھ گزاریں گے تاکہ اس کے ذہن میں یہ واقعہ بار بار نہ آئے۔ اسی طرح کافی دن گزر گئے اور ثاقب اب پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔

ایک شام جب میں چھت پر بیٹھا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے ابھی ابھی کوئی میرے پاس سے گزرا ہو پہلے تو میں تھوڑا گھبرا گیا پھر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہو میں اپنے خیالوں میں کھو گیا کہ اچانک مجھے پائل کی آواز آنے لگی میں پائل کی آواز سن کر چونک گیا کیونکہ آج سے کئی دن پہلے بھی میں نے اسی طرح کی پائل کی آواز سنی تھی اور آج جب دوبارہ پائل کی آواز میں نے سنی تو میں فوراً اٹھا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا جس نے یوں محسوس کیا جس طرح ابھی ابھی میرے پاس سے کوئی گزرا ہو پھر اچانک میرے سامنے وہی لڑکی نمودار ہوئی جسے میں نے کافی دن پہلے دیکھا تھا میں نے جب اس لڑکی سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو تو وہ لڑکی وہاں سے بھاگ گئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی میں اپنے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے اور یہ مجھ سے کیا چاہتی ہے میں کافی دیر ان سوچوں میں گم رہا آخر کار جب وہ لڑکی دوبارہ مجھے نظر نہیں آئی تو میں سو گیا۔

صبح جب میں کالج پہنچا تو میں نے اپنے دوستوں کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا مگر میرے دوستوں کو میری بات پر یقین نہ آیا وہ میری بات کو مذاق سمجھنے لگے اور کہنے لگے۔

یار پہلے ثاقب کو کوئی لڑکی دکھائی دی تھی اور اب تمہیں بھی لڑکی دکھائی دینے لگی میں نے جب ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ نہ مانے تو میں غصے سے ان کے پاس سے اٹھا اور لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد سیدھا گھر واپس آ گیا۔ رات کو میں جلدی ہی سو گیا کیونکہ پچھلی رات بھی میری نیند پوری نہیں ہوئی تھی ابھی میں گہری نیند میں تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے میرے پاؤں کے نزدیک کوئی بیٹھا ہوا ہے جب میں نے اس طرح محسوس کیا تو فوراً میری آنکھ کھل گئی میں نے جب دیکھا تو وہی لڑکی جس کو میں پہلے دو دفعہ دیکھ چکا ہوں وہ میرے پاؤں کے نزدیک بیٹھی ہے تو میرے پاؤں سے جیسے زمین ہی نکل گئی اور سوچنے لگا کہ یہ لڑکی یہاں میرے بستر پر کیسے پہنچ گئی میں نے گھبراتے ہوئے اس لڑکی سے پوچھا۔

ت۔۔۔ت۔۔۔تم یہاں کیسے پہنچی۔ میری بات سن کر اس لڑکی نے فوراً میری طرف دیکھا جیسے ہی اس لڑکی نے میری طرف دیکھا تو میں اس کی خوبصورتی میں کھو گیا اور سب کچھ بھول گیا میں صرف اس کا چہرہ ہی دیکھتا رہا اس کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اس کی آنکھیں گلابی اور بڑی بڑی تھیں جو اس کے حسن میں مزید اضافہ کر رہی تھیں اس کے سر کے بال بڑے بڑے تھے جب ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے سر کے بالوں سے ٹکراتے اور اس کے چہرے پر پڑتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی چاند بادلوں میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہو اس کے ریشم جیسے نرم و ملائم جسم پر نیلے رنگ کے کپڑے اس کے حسن میں اضافہ کر رہے تھے۔

میری نظر جب اس کی آنکھوں پر پڑی تو وہ لڑکی بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی اور ساتھ ساتھ اس کے نرم و ملائم گلابی ہونٹوں پر

تھوڑی تھوڑی مسکراہٹ آنے لگی میں کافی دیر تک اس لڑکی کے حسن میں کھویا رہا پھر اچانک میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

کون ہو تم۔

میں گل بانو ہوں اس نے مسکراتے ہوئے کہا

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔

میں تم سے ملنے کے لیے یہاں آئی ہوں

مجھے ملنے آئی ہو۔ لیکن میں کسی بھی گل بانو کو نہیں جانتا۔

ہاں میں جانتی ہوں کہ تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تمہیں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں ۔دیکھو میری بات غور سے سنو میں کئی عرصے سے تم سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر میری ہمت ہی نہیں ہوئی تھی آج بڑی مشکل سے میں نے تم سے بات کرنے کی ہمت کی ہے میں نے گل بانو سے کہا۔

تم نے مجھ سے کیا بات کرنی تھی۔

وہ بولی میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی۔ اتنی بات کرنے کے بعد وہ اٹھی اور تیزی سے بھاگتے بھاگتے چھت سے نیچے چلی گئی میں اس کو چھت سے نیچے اترتا ہوا دیکھتا رہا اس کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر میں حیران سا رہ گیا اور میرا دماغ چکرا گیا۔ کیونکہ جس طرح گل بانو کو اس طرح چھت سے اتری اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو یقیناً میرے جسم کا کوئی اعضا ضرور ختم ہو جاتا یا میرا کوئی اور نقصان ہو جاتا میں یہی سوچتا رہا کہ چھت سے نیچے گل بانو اتنی جلدی اتری کیسے میں نے جب دوبارہ گل بانو کی طرف دیکھا تو وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی میں پریشانی کے عالم میں اپنے بستر پر دوبارہ آ گیا اور اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا پھر میرے ذہن میں ثاقب کی سنائی ہوئی داستان آئی اور میں سوچنے پر مجبور ہو گیا پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں گل بانو ہی تو وہ لڑکی نہیں ہے کیا جس کو ثاقب نے نوجوان کا گوشت کھاتے دیکھا تھا یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی مجھے جھٹکا سا لگا اور میں بہت گھبرا گیا۔ کیونکہ گل بانو کو یوں چھت سے بھاگتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی انسان نہیں ہو سکتی ثاقب نے جس طرح بتایا تھا اس لڑکی کے بارے میں تو گل بانو بھی مجھے ویسی ہی لگ رہی تھی مگر بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے مجھے گل بانو کا پیچھا کرنے پڑے گا۔

انہی سوچوں میں گم میں رات گئے تک بیٹھا رہا۔

ثاقب کے بھائی کی شادی طے ہو گئی تھی جب میں نے ثاقب سے پوچھا، کہ اچانک تمہارے گھر والوں نے شادی اتنی جلدی کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تو ثاقب نے مجھے بتایا کہ میرے بھائی کا سسر آج کل بہت سخت بیمار ہے اور اس کی بیماری دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے اس لیے اس نے جلدی شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے اچانک شادی کا سن کر ثاقب نے مجھے کہا۔

یار آج کل میں بہت مصروف ہوں اور اتنے تھوڑے وقت میں گھر کے تمام کام کرنے کروانے میرے ذمہ ہیں۔

میں نے کہا یار تم اتنے پریشان نہ ہو ہم تمام دوست تمہارے ساتھ ہیں۔

ہاں یہ تو ہے اس نے کہا۔

اور پھر ہم سب دوست اکٹھے ہو گئے اور اس کا ہاتھ بٹانے لگے ثاقب ہم کو یوں کام کرتا دیکھ کر بہت خوش تھا اور ہم نے چند ہی دنوں میں سارے کام ختم کر لیے ثاقب کے بھائی کی شادی بھی اس کے بڑے چاچا کی بیٹی سے ہو رہی تھی پہلے تو ثاقب کے گھر والے بھی اچانک شادی کا سن کر بہت پریشان ہوئے مگر ہم سب نے جب اتنے جلدی کام ختم کر لیے تو ثاقب کے گھر والوں کو بھی تسلی ہو گئی اور

ثاقب کے بھائی کی شادی بڑی سادگی سے ہو گئی شادی ختم ہونے کے بعد ہم دوستوں نے ثاقب سے اجازت مانگی اور اپنے اپنے گھر واپس آ گئے ثاقب نے ہمارا شکریہ ادا کیا دو دن بعد جب ثاقب کالج آیا تو میں نے ثاقب سے کہا۔

یار کیا تم مجھے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو جس کو تم نے نوجوان کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا میری بات سن کر ثاقب نے حیرانگی سے مجھے دیکھا اور کہا۔

خیر تو ہے تم کیوں اس لڑکی کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔

میں نے کہا۔ بس ویسے ہی۔

وہ بولا چھوڑو یار اس لڑکی کو میں پرانی باتوں کو یاد نہیں کرنا چاہتا پہلے ہی میں بڑی مشکل سے ان یادوں سے پیچھا چھڑایا ہے ثاقب کی یہ بات سن کر میں خاموش ہو گیا اور میں نے مزید گفتگو نہیں کی۔

رات کو جب میں اپنے کمرے میں گیا تو گل بانو کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہ میرے کمرے میں پہنچ کیسے۔ میرا کمرہ تو صبح سے لاک تھا میں یہی سوچ رہا تھا کہ گل بانو نے مجھے پکارا۔ مجھے ایک بار پھر جھٹکا لگا۔ میں نے کہا۔

تم میرا نام کیسے جانتی ہو۔

میں نہ صرف تمہارا نام ہی جانتی ہوں بلکہ تمہاری ہر ایک چیز کو جانتی ہوں جتنی میں تم سے واقف ہوں اتنے شاید تم خود بھی واقف نہیں ہو گل بانو کی اس بات پر میرا سر چکرا گیا اور میں اس کو دیکھنے لگا گل بانو نے کہا۔

دیکھو میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور اب پھر کہہ رہی ہوں کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی میں تم سے آج سے نہیں بلکہ کافی عرصہ سے پیار کرتی آ رہی ہوں اور ہر وقت میں تمہارے آس پاس ہی رہتی ہوں۔

گل بانو کی تمام باتیں سن کر میں حیران رہ گیا اور میرے ذہن میں خیال آیا کہ اکثر میں بھی اس طرح محسوس کرتا تھا کہ جیسے میرے آس پاس کوئی ہے اور کبھی کبھی تو ایسا بھی محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے مجھے چھوا ہو لیکن میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی تھی کہ جو کچھ میں محسوس کرتا ہوں وہ گل بانو کی وجہ سے ہی محسوس کرتا ہوں میں نے گل بانو سے کہا۔ تم مجھے انسان نہیں لگتی ہو۔

ہاں میں انسان نہیں ہوں۔ وہ تیزی سے بولی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ ایک انسان سے میں بہت پیار کرتی ہوں بس ایک بار تم بھی مجھ سے یہ کہہ دو کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتے ہو تو میں ساری زندگی تمہاری غلام بن کر رہوں گی اور تمہاری ہر ایک خواہش کو پورا کروں گی مجھے گل بانو کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے کہا۔

میں کسی سے بھی پیار نہیں کرتا اور نہ ہی کرنے کی ضرورت ہے میں نے آج تک کسی انسان سے پیار نہیں کیا پھر تم سے پیار۔ میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا اور پھر میں نے کہا خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو اور مجھے تنہا چھوڑ دو میری یہ بات سن کر وہ اٹھی اور دیوار کے پار باہر غائب ہو گئی۔

صبح جب میں کالج جانے لگا مجھے پتہ چلا کہ میرے محلے میں چاچا رفیق کا بیٹا نعیم کل رات سے غائب ہے نعیم کی عمر چودہ سال کی تھی اور وہ ابھی سکول پڑھ رہا تھا میں نے چاچا رفیق سے نعیم کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

وہ اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا اور کمرہ بھی بند تھا مگر جب صبح دیکھا تو نعیم کمرے میں نہیں تھا میں نے نعیم کے دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی بتایا کہ کل شام کے بعد نعیم کو ہم نے نہیں دیکھا میں نے چاچا رفیق کی ساری باتیں سن لیں کہ ایک آدمی نعیم

کے غائب ہونے کی خبر سن کر آیا اور اس نے بتایا کہ کل رات کو میں جب اپنے کام سے لیٹ ہونے کی وجہ سے گھر دیر سے آ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان کسی انجان لڑکی کے ساتھ جنگل میں جا رہا تھا میں نے جب غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ تو ہمارے ہی گاؤں کا لڑکا نعیم ہے نعیم کو دیکھ کر میں نے اسے آواز دی کہ نعیم تم اس انجان لڑکی کے ساتھ جنگل میں کیا کر رہے ہو اور اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہو مگر نعیم نے میری آواز نہ سنی میں نے نعیم کو بعد میں کافی آوازیں دیں مگر اس نے میری کسی آواز کو بھی نہیں سنا اور تھوڑے فاصلے پر جا کر نعیم اور وہ لڑکی میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور میں اپنے گھر واپس آ گیا۔

جب آج صبح میں نے سنا کہ نعیم کل رات سے غائب ہے تو آپ کو بتانے آ گیا اس شخص کی باتیں سن کر جیسے میرے پاؤں سے زمین نکل گئی کیونکہ میرے پوچھنے پر جب اس شخص نے اس لڑکی کا حلیہ بتایا تو وہ حلیہ تو گل بانو جیسا تھا گل بانو کا خیال ذہن میں یہ خیال آیا کہ ثاقب نے بھی جس لڑکی کو دیکھا تھا وہ بھی گل بانو ہی تھی جنہیں کی تمام باتیں میرے ذہن میں جب آئیں تو میرا دماغ چکرا گیا۔ میں نے گاؤں والوں کو بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے ثاقب نے بھی ایک لڑکی کو دیکھا تھا جو جنگل کی طرف نوجوان کو لے کر جا رہی تھی اور جنگل میں لے جا کر اس لڑکی نے آپ سب کو یہ واقعہ سنایا تھا تو کسی نے بھی ثاقب کی بات پر یقین نہیں کیا تھا اگر اس وقت ثاقب کی بات کا آپ لوگ یقین کر لیتے تو شاید آج آپ کو یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا میری باتیں سن کر گاؤں والے سوچ میں پڑ گئے گاؤں والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ نعیم کو ڈھونڈنے کے لیے جنگل میں جائیں گے تو میں بھی گاؤں والوں کے ساتھ جنگل کی طرف چل دیا سارا دن گاؤں والے نعیم کو جنگل میں ڈھونڈتے رہے مگر نعیم نہیں ملا تو گاؤں والے مایوس ہو کر واپس آ گئے گاؤں

والوں نے پولیس کو اطلاع دے دی پولیس والے بھی نعیم کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑے پولیس نے بہت چھان بین کی مگر نعیم کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

اس بات کو کافی دن بیت گئے تھے گاؤں میں کسی نے دوبارہ گل بانو کو نہیں دیکھا اور نہ ہی گل بانو مجھے نظر آئی میں نے جب گل بانو کے بارے میں سوچا کہ وہ نعیم کو کہیں لے کر گئی ہے میرے ذہن میں طرح طرح کے خیال آنے لگے میں نے جب سوچا کہ کہیں گل بانو نے نعیم کا گوشت بھی کھا تو نہیں لیا تو یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی میرا جسم ساکن ہو گیا ابھی سوچوں میں گم تھا کہ میں نے محسوس کیا جیسے میرے آس پاس کوئی ہے پھر مجھے ہلکی ہلکی پائل کی آواز سنائی دی میں پائل کی آواز سن کر چونک گیا اور اٹھ کر باہر دیکھنے لگا تو میری نظر گل بانو پر پڑی میں نے جب دیکھا کہ گل بانو نے تو اپنے کندھے پر ایک نوجوان کو اٹھایا ہوا ہے اور وہ نوجوان بے ہوشی کے عالم میں ہے اور گل بانو جنگل کی طرف جا رہی ہے تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ آج میں دیکھتا ہوں کہ گل بانو نوجوان کو کہاں لے کر جاتی ہے میں بغیر کچھ سوچے سمجھے گھر سے نکلا اور اس کا پیچھا کرنے لگا گل بانو مجھ سے کافی فاصلہ پر جا رہی تھی تو میں بھی تیز تیز قدموں سے اس کے پیچھے چلنے لگا مگر گل بانو تک پہنچ نہ سکا کیونکہ گل بانو جنگل میں جا کر کہیں غائب ہو گئی تھی میں مایوس ہو کر اپنے گھر واپس آ گیا۔

جب صبح ہوئی تو میرے گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی کہ کل رات کو ایک اور نوجوان غائب ہو گیا ہے یہ واقعہ کافی دنوں کے بعد ہوا تھا حیرانگی کی بات تو یہ تھی کہ اس نوجوان کی عمر بھی انیس سال ہی تھی اور پہلے بھی جو نوجوان غائب ہو گیا تھا اس کی عمر بھی انیس سال ہی تھی بہر حال میں نے اپنے گاؤں کے کسی فرد سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ کل رات کو میں نے اس نوجوان کو گل بانو کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا

کیونکہ میری بات سن کر شاید گاؤں والے خوفزدہ ہو جاتے مجھے گل بانو پر بہت غصہ آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ گل بانو ایسا کیوں کر رہی ہے۔

رات کو جب گل بانو کو میں نے دیکھا تو میں گل بانو کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا جب میں نے دیکھا کہ گل بانو ایک اور نوجوان کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے میں نے گل بانو کو غصے سے پوچھا

تم کیوں نوجوان لڑکوں کو اپنے ساتھ لے جاتی ہو اور ان کا کیا کرتی ہو۔

گل بانو بولی۔ میں صرف نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتی ہوں اور ایک غار میں لے جا کر انہیں چھوڑ آتی ہوں اور میں اس کام کے لیے کسی کی غلام ہوں اگر میں نوجوانوں کو لے کر غار میں نہ جاؤں تو میرا آقا مجھے بہت اذیتیں دیتا ہے میں نے گل بانو سے کہا۔

تم ان نوجوانوں کے ساتھ کیا کچھ کرتی ہو۔

وہ بولی۔ میں غار میں نوجوانوں کو چھوڑ کر واپس آ جاتی ہوں اس کے بعد وہ نوجوان کہاں جاتے ہیں مجھے کچھ نہیں معلوم اتنی بات کہہ کر گل بانو نے اس نوجوان کو اٹھایا اور غائب ہو گئی۔

صبح ہوئی تو میں اپنے دوستوں کو گل بانو کے بارے میں بتایا تو وہ ڈر گئے لیکن میں نے انہیں حوصلہ دیا کہ تم لوگوں کو کچھ نہیں ہوگا۔

ہمارے گاؤں سے تقریباً پندرہ نوجوان اب تک غائب ہو چکے تھے جس کی وجہ سے گاؤں والے بہت پریشان تھے گل بانو نے جتنے بھی نوجوانوں کو اٹھایا تھا ان کی عمریں انیس بیس سال تک تھیں جب یہ بات میرے ذہن میں آئی میں نے سوچا کہ میری اور ثاقب کی عمر بھی بیس سال سے تھوڑی ہی کم ہے یہ بات میرے ذہن میں آتے ہی میں کانپ اٹھا کہ کہیں گل بانو مجھے اور ثاقب کو لے گئی۔۔

گاؤں میں سے نوجوانوں کے غائب ہونے کا مجھے بہت دکھ تھا میں نے سوچا کہ اگر گل بانو کو ختم کر دیا جائے تو گاؤں میں نوجوانوں کا قتل بند ہو جائے گا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ گل بانو تو کوئی انسان نہیں ہے جس کو میں اتنی آسانی سے مار دوں گا گل بانو کے پاس تو بہت سی طاقتیں ہیں اور میرے پاس تو ایک بھی طاقت نہیں ہے کہ میں اس کو چھو بھی سکوں خیر میں نے اس کو مارنے کے لیے اپنے گاؤں سے تھوڑے فاصلہ پر رہنے والے باباجی سے مشورہ لیا اور باباجی کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ مجھے باباجی نے کہا۔

اس لڑکی مجھے پتہ ہے مگر وہ لڑکی بہت طاقتور ہے اس کو مارنے کے لیے پہلے طاقتیں حاصل کرنا ہوں گی اور اس کے لیے چلہ کرنا ہوگا مگر بیٹا چلہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر کرنا ہے اور مجھ میں اب اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں یہ چلہ کر سکوں جو بھی چلہ مکمل کرے گا تو اس میں اتنی طاقتیں آ جائیں گی کہ اس لڑکی کو کیا اس سب کے ساتھ ملے ہوئے ہر شخص کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

باباجی کے باتیں سن کر میرے دل کو کچھ تسلی ہوئی اور میں نے کہا۔ باباجی کیا میں بھی یہ چلہ کر سکتا ہوں۔

باباجی نے کہا۔ ہاں بیٹا تم بھی کر سکتے ہو مگر یہ چلہ کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو یہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

ہاں جانتا ہوں باباجی مگر میں گاؤں والوں کے لیے چلہ تو کیا کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ میرا حوصلہ دیکھ کر باباجی نے کہا۔

بیٹا مجھے تمہارے جذبے سے خوشی ہوئی ہے مگر اس چلے کے دوران تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔ ان کی اس بات پر میں تھوڑا سا ڈر گیا مگر پھر میں نے ہمت کی اور کہا۔

باباجی آپ مجھے چلہ لکھ دیں میں اپنی پوری طاقت سے چلہ مکمل کرنے میں لگا دوں گا چاہے کچھ

بھی ہو جائے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میری باتیں سن کر باباجی نے مجھے چلہ کرنے کے لیے اور کہا

دیکھو بیٹا یہ چلہ تمہیں سات دن تک کرنا ہوگا اور کسی پرانے قبرستان میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کرنا ہوگا چلے کے دوران مجھے ہر طرح سے روکا جائے گا اور بہت ڈرایا بھی جائے گا اور جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہوگا تمہاری جان کو ہمیشہ خطرہ رہے گا پھر باباجی نے کہا۔

یاد رکھنا اگر چلے کے دوران تمہارا پاؤں غلطی سے بھی زمین پر لگ گیا تو تمہاری عبرتناک موت یقینی ہے اور ہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ چلے سے پہلے تم جو حصار بناؤ گے اس کے اندر کوئی بھی طاقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی تمام طاقتیں تمہیں حصار سے باہر ہی ڈرائیں گی تم نے ایک قدم بھی حصار سے باہر نکالا تو تمہاری موت یقینی ہو جائے گی اور تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا میں بھی نہیں

باباجی کی تمام باتیں سن کر پہلے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں یہ چلہ ہرگز نہیں کروں گا مگر گاؤں والوں کا خیال میرے ذہن میں آتے ہی میں نے باباجی سے کہا آپ مجھے چلہ لکھ دیں میں چلہ مکمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا میری بات سن کر باباجی نے مجھے چلہ لکھ کر دیا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی اور میرا دماغ پگھلا جا رہا تھا کیونکہ گل بانو کی شکل سے بھی مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ میں جلد سے جلد گل بانو کو ختم کر دوں میں نے باباجی سے کہا۔

باباجی کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میں پہلے گل بانو کو ختم کر سکوں کیونکہ ہو سکتا ہے گل بانو مجھے چلہ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دے میری بات سن کر باباجی نے کہا۔

بیٹا گل بانو کو قابو کرنا کوئی مشکل تو نہیں ہے۔

میں نے کہا کس طرح میں گل بانو کو اپنے قابو میں لے سکتا ہوں۔

میری بات سن کر وہ بولے بیٹا جب گل بانو کسی نوجوان کو اپنے ساتھ لے کر جنگل کی طرف جاتی ہے تو تم اس کا پیچھا کر کے اس جگہ تک پہنچ جاؤ جہاں وہ نوجوان رکھتی ہے اس جگہ سے تم نے اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی حاصل کرنی ہے پھر اس مٹی کو کسی لال رنگ کے کپڑے میں ڈال کر کسی پرانے قبرستان میں دو قبروں کے درمیان تین فٹ کا گہرا گڑھا لگا کر اس میں دفن کرنی ہے اور مٹی کو دفن کرتے وقت جو سبق میں تم کو دے رہا ہوں وہ بھی کرنا ہے جب تک وہ مٹی تمہارے پاس رہے گی وہ لڑکی تمہارے قبضے میں رہے گی جب وہ مٹی حاصل کر لے گی تو تمہیں نہیں چھوڑے گی بیٹا یہ کام بھی اتنا آسان نہیں ہے اس کے لیے تم کسی بڑی مشکل میں بھی پڑ سکتے ہو۔

میں گل بانو کو قابو کرنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں اس لیے میں نے گل بانو کے پاؤں کی مٹی حاصل کرنے کے لیے گل بانو کا انتظار کروں گا۔ میں ان سے اجازت لے کر گھر آ گیا۔ میں اب کچھ مطمئن تھا۔

کئی دن گزر گئے تھے ہمارے گاؤں سے کوئی نوجوان غائب نہیں ہوا تھا میں نے گل بانو کا بہت انتظار کیا مگر گل بانو مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی آج رات کو گل بانو میرے پاس آئی تو گل بانو کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا وہ بولی۔

دیکھو مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے مجھے ختم کرنے کے لیے باباجی سے چلہ لیا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے جب تک تم کو ختم نہیں کروں گا مجھے سکون نہیں ملے گا میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی۔

اگر تم میرے لیے ہی چلہ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے ہوں تم مجھے ابھی مار دو میں تمہارے

ہاتھوں سے مر کر بہت خوشی محسوس کروں گا مگر تم یہ چلہ ہرگز نہیں کرو کیونکہ اگر مہاراجہ کو پتہ چل گیا کہ تم چلہ کر رہے ہو تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا اور میں کبھی بھی ایسا نہیں چاہتی کہ تم میرے سامنے مر جاؤ مگر میرے ذہن پر جیسے جنون سوار تھا اس لئے میں نے کہا گل بانو میں یہ چلہ ضرور کروں گا چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میری بات سن کر ایک بار پھر سے گل بانو نے مجھے کہا۔

تم کو میں کیسے سمجھاؤں کہ تمہاری جان کو کتنا خطرہ ہے اگر میں یہ چلہ نہ کروں تو مجھے کچھ نہیں ہوگا گل بانو نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی گل بانو جب تھک گئی تو میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اور میرا ہاتھ چھونے لگی تو مجھے بہت ہی سکون ملا اور میں بالکل ٹھنڈا ہو گیا گل بانو نے مجھ سے کہا۔

مہاراجہ نے آج مجھے تمہیں یہاں سے لانے کے لیے بھیجا ہے میں نے بہت کوشش کی ہے کہ میں تمہیں نہیں لاؤں مگر جب مہاراجہ نے مجھ سے کہا دیکھو گل بانو اگر تم یہ کام نہیں کرو گی تو کوئی اور کر لے گا تو میں مان گئی گل بانو کی بات سن کر مجھے جھٹکا لگا اور میں گھبرا کر گل بانو سے کہا۔

گل بانو۔۔۔ت۔۔۔تت۔۔۔تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔

میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی تم پریشان مت ہو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں میں تو کیا کوئی بھی نہیں لے جا سکتا کیونکہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور اپنے سامنے میں تمہیں مرتا ہوا کیسے دیکھ سکتی ہوں اتنی بات کر کے گل بانو میرے پاس سے اٹھی اور واپس چلی گئی۔

میں کافی دیر گل بانو کے بارے میں سوچتا رہا نجانے کیوں مجھے اس کی باتیں سچی لگنے لگی تھیں لیکن جب میرے ذہن میں نوجوانوں کا خیال آتا تو میں آپے سے باہر ہو جاتا اگلے دن پھر گل بانو میرے پاس آئی تو گل بانو کی حالت دیکھ کر میں گھبرا گیا گل بانو کے چہرے پر زخموں کے نشان تھے اور وہ ڈری ہوئی لگ رہی تھی میں نے کہا۔

تمہیں کیا ہوا ہے تمہاری یہ حالت کس نے کی ہے میری بات سن کر گل بانو نے میری طرف دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر کہا۔

مہاراجہ نے میری یہ حالت کی ہے کل جب میں کوئی بھی نوجوان کو لے کر نہیں گئی تو مہاراجہ نے مجھے بہت اذیتیں دی گل بانو کی بات سن کر مجھے گل بانو پر ترس آ گیا پھر گل بانو بولی۔

مجھے آج پھر مہاراجہ نے تمہیں لانے کو کہا ہے کیونکہ مہاراجہ تمہارا گوشت کھائے گا تو تمہاری طاقتیں بھی اس کے اندر آ جائیں گی۔ جب میں نے تمہیں مہاراجہ کے پاس لے کر نہ جانے کو کہا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور مجھے مارنے لگا لیکن تم پریشان مت ہونا میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گی پہلے تو میں گل بانو کی باتیں سن کر بہت گھبرا گیا تھا مگر پھر ہمت کر کے گل بانو سے کہا۔

اگر تم مجھے آج نہ لے کر گئی تو مہاراجہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

وہ مجھے اذیتیں دینے کے بعد ہمیشہ کے لیے قید کر لے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں اذیتیں دے دے کر مار دے گا۔

ہاں۔۔۔وہ ایسا ہی کرے گا کیونکہ اس کے اندر ترس نام کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ وہ بہت سخت دل ہے مگر اپنے پیار کو بچانے کے لیے میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔

میں نے کہا۔ گل بانو اگر مہاراجہ تمہیں قید کر لے تو کوئی اور تو یہ کام کرے گا کہ نہیں۔ میری بات سن کر وہ بولی۔

اگر اس نے مجھے قید کر لیا تو پھر وہ کسی کو بھی اس

کام میں لگا دے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بھی بھوت کو انسانی شکل میں یہاں بھیج دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ میری ہی شکل میں کسی کو بھیج دے۔ اس کی باتیں سن کر میں ڈر سا گیا اور کہا۔

مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ جو نوجوانوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے وہ تم نہیں کوئی اور ہے۔ مجھے کوئی خاص بات بتا سکتی ہو جس سے میں جان سکوں کہ وہ تم نہیں کوئی اور ہے۔ میری بات سن کر گل بانو نے مجھے غور سے دیکھا اور بولی۔

تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو۔

میں نے کہا، دیکھو گل بانو نجانے کیوں مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ مجھے بھی تم سے پیار ہونے لگا ہے میری بات سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور مسکرا دی۔ اور پھر کہنے لگی۔

مجھے یہ بات سننے کے لیے نجانے کتنا عرصہ انتظار کرنا پڑا ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی تمہاری یہ بات سن کر میرے پورے بدن کا درد ختم ہو گیا ہے اب اگر میں مر بھی جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے وہ بولتی رہی اور میں سنتا رہا۔ پھر اچانک گل بانو کہنے لگی۔

اگر مہاراجہ نے تمہیں ذرا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں مہاراجہ سے ٹکرا جاؤں گی چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ اب تم نے جو پوچھا ہے میں اس کا جواب دے رہی ہوں کہ تم جانتے ہو کہ جب میں تمہارے پاس آتی ہوں تو تم کو محسوس ہو جاتا ہے کہ تمہارے پاس کوئی ہے تم دیکھ نہیں سکتے لیکن محسوس کرتے ہو۔

ہاں ہاں۔ میں نے جلدی سے کہا۔

اب اگر میرے علاوہ میری شکل کا کوئی بھی آئے گا تو تم کو اس طرح محسوس نہیں ہوگا جس طرح اب محسوس کرتے ہو تو تم سمجھ لینا کہ وہ گل بانو نہیں ہے گل بانو کے روپ میں کوئی اور ہے اور پھر اس نے ایک انگوٹھی مجھے دی اور کہا۔

تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو تو تم اس انگوٹھی کو رگڑنا میں جہاں کہیں بھی ہوئی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اور اگر تمہارے پاس نہ پہنچ سکی تو تم سمجھ لینا کہ مہاراجہ نے مجھے یا تو قید کر لیا ہے یا پھر مار دیا ہے۔

میں نے کہا گل بانو تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم آج کے بعد کسی بھی انسان کو اٹھا کر نہیں لے جاؤ گی۔ میری یہ بات سن کر پہلے تو وہ کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔

میں آئندہ تمہارے گاؤں تو کیا کسی بھی نوجوان کو مہاراجہ کے پاس لے کر نہیں جاؤں گی مگر ایک بات یاد رکھنا مہاراجہ کسی اور کو اس کام کے لیے مقرر کرے گا تب میں بھی کچھ نہ کر سکوں گی ان کو ختم کرنے کے لیے تمہیں چلہ کر کے طاقتیں حاصل کرنا پڑیں گی۔

گل بانو کی باتیں سن کر میرے دل میں اس نے اپنی اور جگہ بنا لی۔ مجھے اس سے پیار ہوتا ہی چلا گیا۔ اور جب بھی مجھے اس کی یاد آتی میں انگوٹھی کو رگڑتا تو گل بانو میرے پاس آ جاتی۔

گل بانو نے مجھے مہاراجہ کے بارے میں کافی معلومات فراہم کر دیں کئی دن گزر گئے ہمارے گاؤں میں کوئی نوجوان غائب نہیں ہوا گاؤں والے پہلے تو جوانوں کے غائب ہونے سے بہت ڈر گئے تھے مگر آہستہ آہستہ گاؤں والوں کے دل سے ڈر نکل گیا۔

انجاز کے بھائی کی شادی پر انجاز نے ہمیں دعوت انوائٹ کیا شام کو میں انجاز کے بھائی کی شادی کے فنکشن کے لیے تیار ہو کر نکلا اور رات گئے تک وہاں ہی رہا جب فنکشن ختم ہوا تو میں نے انجاز سے اجازت لی اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا رات کافی ہو چکی تھی مگر چاند کی روشنی سے راستہ صاف دکھائی دے رہا تھا تھوڑے فاصلہ پر جب میری نظر سامنے پڑی تو مجھے ایک لڑکی دکھائی دی جس نے اپنے کندھوں پر ایک نوجوان تھا جو بے ہوش تھا گل بانو کو

دیکھ کر مجھے جھٹکا لگا مگر جب میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے تو گل بانو کی آمد کا محسوس ہی نہیں ہوا پھر جب میں نے دیکھا کہ گل بانو تیزی سے جنگل کی طرف جا رہی ہے تو میں بھی گل بانو کا پیچھا کرنے لگا گل بانو جنگل میں داخل ہو گئی جنگل میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور عجیب قسم کا سناٹا پھیلا ہوا تھا میں کافی دیر تک اندھیرے میں گل بانو کا پیچھا کرتا رہا۔

گل بانو جنگل سے نکل کر پہاڑ کی طرف چل پڑی اور پہاڑ میں موجود غار میں داخل ہو گئی میں بھی فوراً غار میں بغیر کچھ سوچے سمجھے گھس گیا غار میں کافی دور جا کر ایک روشنی پر میری نظر پڑی گل بانو جب اس روشنی کے پاس گئی تو میری نظر اس کے کندھوں پر موجود نوجوان پر پڑی نوجوان کو دیکھ کر میرا جسم سا کن ہو گیا اور میرے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی کیونکہ وہ نوجوان کوئی اور نہیں میرا دوست ثاقب تھا گل بانو نے ثاقب کو اپنے کندھوں سے اتارا اور ایک طرف کو چلی گئی گل بانو ثاقب کو لٹا کر دوسری طرف موجود کمرے میں گھس گئی میں نے فوراً ہی موقع پا کر اس کے پاؤں کی مٹی اٹھائی اور اپنے رومال میں باندھ کر جیب میں رکھ لی میری نظر ثاقب پر پڑی جو بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا میں نے ثاقب کو واپس یہاں سے لے جانے کے لیے اٹھا لیا۔ اور وہاں سے بھاگنے لگا جیسے ہی میں ثاقب کو اٹھا کر بھاگا تو میری نظر ریچھ کی طرح دکھائی دینے والے ایک شخص اور گل بانو پر پڑی جو میری طرف ہی آ رہے تھے مگر میں ان کی نظروں سے بچ گیا میں نے فوراً ثاقب کو اسی جگہ واپس لٹا دیا اور خود وہاں ہی چھپ گیا۔

گل بانو ثاقب کے پاس آئی اور جب اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے بڑے بڑے دانت مجھے دکھائی دیئے جنہیں دیکھ کر میں ڈر گیا۔ گل بانو نے اپنے دانت ثاقب کی گردن میں گاڑ دیئے جس سے ثاقب کا جسم تڑپنے لگا گل بانو نے ثاقب کے جسم کا خون پینا شروع کر دیا جب گل بانو نے اس کے جسم کا تمام خون پی لیا تو اس کی شکل تبدیل ہونے لگی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے گل بانو کی شکل بہت ہی ڈراؤنی ہو گئی اس کا چہرہ ایسا ہو گیا۔ جیسے اس کے چہرہ پر کسی نے تیزاب ڈال کر اس کا چہرہ جلا دیا ہو اس کی ناک آگے کی طرف بڑی ہوئی تھی اور اس کے دانت اس کے منہ سے باہر نکل رہے تھے اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی عجیب و غریب قسم کے ہو گئے تھے اور ہاتھوں کے ناخن بہت بڑے تھے ناخنوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی تیز دھار خنجر ہو۔

گل بانو کی بھیانک شکل دیکھ کر میں بہت خوفزدہ ہو گیا اس کی زبان سے ثاقب کے خون کے قطرے ابھی تک ٹپک رہے تھے مجھے یہ سب دیکھ کر بہت غصہ آ رہا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں ابھی گل بانو اور اس کی ریچھ نما شخص کو ختم کر دوں مگر میرے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں ان کا مقابلہ کر سکوں خون پینے کے بعد ریچھ نما شخص اور گل بانو پھر سے اندر کمرے میں چلے گئے میری آنکھوں کے سامنے ثاقب کی لاش پڑی تھی اور میں ثاقب کی لاش کو دیکھ رہا تھا میرے اندر آگ لگی ہوئی تھی تھوڑی ہی دیر بعد جب گل بانو آئی تو اس نے اپنے کپڑے بدلے ہوئے تھے۔

میری نظر جب گل بانو پر پڑی تو اس کے ہاتھ میں چھریاں نوکیلے تھے پھر میں نے اندر سے آتے ہوئے ایک اور شخص کو دیکھا جس کا رنگ سیاہ تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھوں سے آگ برسا رہا ہو اور اس کا جسم بالکل ریچھ کی مانند تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے گل بانو نے چھریاں ایک سائیڈ پر رکھیں اور نوکیلا اٹھا کر ثاقب کی گردن پر مار دیا اور ثاقب کی گردن کو دھڑ سے الگ کر دیا پھر گل بانو

آہستہ آہستہ ثاقب کے جسم کو ٹکڑوں کی شکل میں علیحدہ کرنے لگی اور وہ ثاقب کے جسم کے ٹکڑے ریچھ نما شخص کو دیتی اور ریچھ نما شخص ان ٹکڑوں کو چھوٹے چھوٹے پیس بنا کر ایک برتن میں ڈال دیتا۔ تھوڑی ہی دیر میں ثاقب کے جسم کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا گیا گل بانو اور ریچھ نما شخص نے کھانا شروع کر دیا۔

یہ سب دیکھ کر میرے جسم سے جیسے روح ہی نکل گئی اور میری ہمت جواب دے گئی میں نے سب کچھ دیکھ کر اللہ کو یاد کیا اور سوچنے لگا کہ ایک دفعہ یہاں سے نکل جاؤں تو چلہ ضرور کروں گا اور طاقتیں حاصل کر کے ان سب کو تباہ کر دوں گا۔ میرے سامنے گل بانو اور ریچھ نما شخص نے ثاقب کے جسم کے آدھے ٹکڑوں کو کھا لیا۔ اور آدھے ٹکڑوں کو ایک برتن میں ڈال کر ایک طرف رکھ دیا میری آنکھوں کے سامنے ثاقب کی گردن پڑی تھی جسے دیکھ کر مجھے گل بانو پر بہت غصہ آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کو جلد سے جلد مار دوں گا۔

میں انہی سوچوں میں تھا کہ ریچھ نما شخص نے ثاقب کی گردن کو اٹھایا اور تیز دھار چھری لے کر اس کے منہ میں ڈالی اور کاٹنے لگا پھر ثاقب کی زبان کاٹ کر اس کو بھی برتن میں ڈال دیا اسی طرح اس ریچھ نما شخص نے ثاقب کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ریچھ نما شخص نے آدھے بچے ہوئے گوشت کو دوسری طرف رکھی ہوئی مشین میں ڈالا تو گوشت کا رس نکلنے لگا پھر گل بانو اور ریچھ نما شخص نے وہ رس پی لیا مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہو سکا اور میرا دل خراب ہونے لگا۔ مجھے قے آ گئی بہت کنٹرول کرنے کے باوجود بھی میری آواز ریچھ نما شخص کے کانوں تک پہنچ گئی جیسے ہی ریچھ نما شخص نے دائیں بائیں دیکھا تو میں ان کی نظروں سے بچ نہ سکا ریچھ نما شخص نے مجھے دیکھ لیا وہ بہت خوش ہوا اور میری طرف بڑھنے لگا میں بہت ڈر گیا تھا مگر ریچھ نما شخص نے آ کر فوراً میری گردن سے اتنے زور کے ساتھ پکڑا کہ میری سانسیں جیسے ختم ہو گئیں گل بانو نے ریچھ نما شخص سے کہا۔

وہ اسے بھی جلدی سے ٹیبل پر لٹا دے تا کہ میں اس کا بھی خون پی سکوں مگر ریچھ نما شخص نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا کہ ریچھ نما شخص مجھے کہاں لے کر جا رہا ہے اتنے میں میں نے ایسا محسوس کیا جیسے میں بہت تیزی کے ساتھ کسی بلندی سے گر رہا ہوں پھر جب میں زور سے نیچے گرا تو میرا پورا جسم جیسے ٹوٹ گیا۔

میں پہلے تو کافی دیر درد سے چلاتا رہا مگر جب تھوڑا تھوڑا درد ختم ہوا تو میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا میں سمجھ گیا کہ ریچھ نما شخص نے مجھے کہیں پھینک دیا ہے جہاں سے میں باہر نہ آ سکوں میں بہت بڑی مشکل میں پھنس چکا تھا میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے اس مشکل سے نکال مجھے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا تو میں تھک ہار کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہاں سے کس طرح باہر نکلوں میں سوچوں میں گم تھا کہ میں نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے میرے پاس کوئی ہے مگر مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جب مجھے تین بار ایسا محسوس ہوا تو میں نے گھبرا کر پوچھا۔

کون۔۔کون ہے۔

تمہاری گل بانو۔ مجھے آواز سنائی دی۔

گل بانو کا نام سن کر مجھے جیسے آگ لگ گئی۔ کیونکہ مجھے پہلے ہی گل بانو پر بہت غصہ آیا ہوا تھا میں۔۔نے گل بانو سے کہا۔

تم یہاں کیا کرنے آئی ہو اگر میرے پاس طاقت ہوتی تو میں تمہیں ابھی مار دیتا۔ مگر افسوس ایسا نہیں کر سکتا۔

میں جانتی ہوں کہ اس وقت تم کو میرے اوپر بہت غصہ ہے مگر تمہیں حقیقت کا کچھ بھی پتہ نہیں ہے تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو۔

میں نے غصہ سے کہا مجھے اب تمہاری صفائی میں کچھ بھی سننے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا گل بانو میں تمہاری باتوں میں آ کر بہت بڑی غلطی کی مگر میں جب یہاں سے نکل گیا تو تم کو اور اس ریچھ نما شخص کو میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا میری تمام باتیں سن کر گل بانو نے کہا۔

دیکھو تم نے جو کچھ بھی دیکھا ہے وہ سب سچ ہے مگر وہ میں نہیں میری کوئی ہمشکل ہے جس کو مہاراجہ نے تمہیں یہاں لانے کے لیے بھیجا تھا مہاراجہ کو علم تھا کہ تم اس لڑکی کے پیچھے یہاں تک ضرور آؤ گے اور جب تم یہاں آؤ گے تو وہ تمہیں قید کر لے گا اس کے بعد تمہیں مار کر تمہاری طاقتیں حاصل کر لے گا۔ پھر گل بانو نے کہا۔

تمہارے پاس اگر میں ہوتی تو تم کو محسوس ضرور ہوتا میں تو خود یہاں قید ہوں تمہارے پاس میری انگوٹھی بھی ہے تم اس کو رگڑو تو میں خود تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔

گل بانو کے کہنے پر میں نے فوراً انگوٹھی نکالی اور رگڑنے لگا تو گل بانو میرے سامنے آ گئی اس کے سامنے آتے ہی جہاں میں قید تھا تھوڑی تھوڑی روشنی ہو گئی مگر جب میں نے گل بانو کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اس کے چہرے اور اس کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے اور اس کے سر کے بال بھی جلے ہوئے تھے اس کی رنگت بھی پیلی پڑی ہوئی تھی اور کپڑے بھی جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس پر بہت ظلم کیا گیا ہو میں نے گل بانو سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا تو گل بانو کہنے لگی۔

جب مہاراجہ نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں لے آؤں اور قید کر لوں تو میں نے انکار کر دیا مہاراجہ نے تمہیں یہاں لانے کے لیے مجھے بہت اذیتیں دیں مگر جب میں نہ مانی تو اس نے مجھے قید کر لیا مگر خدا نے میری سن لی اور ریچھ نما شخص نے تمہیں بھی اسی جگہ قید کیا جہاں میں قید تھی اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تمہارے ذہن میں میرے بارے میں جو غلط فہمی تھی وہ بھی دور ہو گئی ہے گل بانو کی باتوں پر نجانے کیوں مجھے یقین آ گیا اور میں نے گل بانو کو کہا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم قید میں ہو اور جو کچھ میں نے دیکھا اگر تم بھی میری جگہ ہوتی تو یہی سوچتی میں نے گل بانو اپنے پاس بلایا اور گل بانو کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ میں نے گل بانو سے کہا۔ کوئی ایسا طریقہ نکالو کہ میں یہاں سے باہر نکل سکوں گل بانو نے میری بات سن کر کہا۔

میں تمہیں صرف واپس غار تک پہنچا سکتی ہوں اس سے آگے نہیں گل بانو کی بات سن کر میری جان میں جان آ گئی میں نے کہا۔

ٹھیک ہے لیکن تم کس طرح یہاں سے آزاد ہو سکتی ہو۔ وہ بولی۔

اگر تم کسی طرح ریچھ نما شخص کو آگ لگا دو تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی طاقتیں بھی ختم ہو جائیں گی اور جب اس کی طاقتیں ختم ہو جائیں گی تو میری طاقت اتنی بڑھ جائے گی کہ میں یہاں سے باہر نکل سکوں گی اگر میں اس غار سے باہر نکل گئی تو مہاراجہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

میں نے گل بانو سے کہا۔ مجھے اس قید سے نکال کر غار تک پہنچا دے تو میں ریچھ نما شخص کو مارنے کی پوری کوشش کروں گا میری بات سن کر گل بانو مسکرانے لگی پھر گل بانو نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے غار سے باہر پہنچا دیا اس کے بعد وہ واپس اس قید خانے میں چلی گئی میں نے غار سے باہر نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنا شروع کیا کافی فاصلہ پر مجھے تھوڑی روشنی دکھائی دی میں روشنی کی طرف چل پڑا مگر وہاں کوئی نہیں تھا

میں نے راستہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر اندھیرے کی وجہ سے مجھے راستہ دکھائی نہ دیا اور مایوس ہو کر وہیں بیٹھ گیا۔

ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ ریچھ نما شخص مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دیا میں فوراً ہی وہاں چھپ گیا اور ریچھ نما شخص میرے پاس سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کمرے تک پہنچ گیا ریچھ نما شخص کمرے میں گیا تو وہاں پر موجود گوشت کھانے لگا مجھے پہلے ہی ریچھ نما شخص پر بہت غصہ تھا کمرے کے ایک کونے میں ایک برتن کے نیچے آگ جل رہی تھی جب میری نظر آگ پر پڑی تو میرے ذہن میں بہت خیال آئے چنانچہ میں نے ہمت کر کے اس آگ میں سے ایک جلتی ہوئی لکڑی نکالی اور ریچھ نما شخص کے بالوں کو لگا دی۔

ریچھ نما شخص کو آگ لگنے کی دیر تھی کہ وہ آگ بجھانے کے لیے دائیں بائیں بھاگنے لگا جب وہ آگ کے نزدیک پہنچا تو میں نے بہت ہی تیزی سے بھاگ کر ریچھ نما شخص کو آگ میں دھکا دے دیا ریچھ نما شخص نے آگ سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل گیا ریچھ نما شخص کے جلتے ہی میں نے انگوٹھی کو رگڑا تو تھوڑی دیر ہی میں گل بانو میرے سامنے آ گئی میں نے گل بانو سے کہا۔

گل بانو جلدی سے مجھے یہاں سے باہر نکالو یہ نہ ہو کہ ہم کسی اور بڑی مصیبت میں پھنس جائیں میری بات سنتے ہی گل بانو نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ پڑھا تو ہم دونوں غار سے غائب ہو کر جنگل میں پہنچ گئے جنگل میں پہنچتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا پھر گل بانو نے مجھے کہا۔

تم جلد سے جلد چلہ کرنے کی تیاری کرو۔ میں نے فوراً اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دیکھنے لگا کہ جس لڑکی کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ میرے پاس ہی موجود تھی گل بانو بولی اس مٹی کو سنبھال کر رکھنا کیونکہ وہ تم سے ہر حال میں یہ مٹی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی جب تک میں یہ مٹی اس چڑیل کے اوپر نہ پھینک دوں گا تو وہ چڑیل تب بھی ختم نہ ہوگی مگر مٹی کو پہلے جس طرح بابا جی نے بتایا تھا دفن کرنا پڑے گا گل بانو کی باتیں سن کر میرا حوصلہ بلند ہوا میں نے کہا ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ وہ بولی۔

میں اب چلتی ہوں یہ نہ ہو کہ مہاراجہ کو میرا علم ہو جائے اور میں کسی مصیبت میں پھنس جاؤں اور ہاں جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہو جاتا میں تمہارے پاس ہی رہوں گی اور اگر کوئی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اتنی بات کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اور میں واپس گھر آ گیا۔ گاؤں والوں کو میں نے بتایا۔

میں تمام بری طاقتوں کو ختم کرنے کے لیے چلہ کرنے جا رہا ہوں اور جب چلہ کر لوں گا تو مجھے بہت سی طاقتیں مل جائیں گی میری بات سن کر گاؤں والے بہت خوش ہوئے میں گھر آیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

رات کے وقت میں اپنے گھر سے نکلا اور چلہ کرنے قبرستان چلا گیا قبرستان تک پہنچنے میں مجھے کوئی زیادہ دشواری نہیں ہوئی ایک دو دفعہ تو میں ڈر بھی گیا تھا مگر ہمت کر کے آگے بڑھتا رہا میں نے گل بانو کی ہمشکل لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو لال کپڑے میں ڈال کر قبرستان میں تین فٹ گہرا گڑھا لگا کر دفن کر دیا اور پھر اپنا حصار بنانے لگا ابھی میں نے چلہ شروع نہیں کیا تھا کہ گل بانو میرے سامنے آ گئی اور کہنے لگی۔

مہاراجہ تم کو ہر طرح سے چلہ کرنے سے روکنے پر مجبور کرے گا مگر تم نے کسی کی باتوں میں نہیں آنا چاہے میں ہی کیوں نہ ہوں اتنی بات کر کے گل بانو واپس چلی گئی۔ میں ٹھیک ٹائم پر کھڑا ہو گیا اور بابا جی نے مجھے جو سبق دیا تھا وہ پڑھنا شروع کر دیا چلہ شروع ہوتے ہی مجھے ریچھ نما شخص اپنی طرف

آتا ہوا دکھائی دیا اس کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا کیونکہ میں نے خود اس کو آگ میں جلایا تھا پھر وہ زندہ کیسے بچ گیا۔ وہ میرے پاس آ کر رک گیا۔ اور کہنے لگا۔

تم یہ چلہ چھوڑ دو میں تم کو کچھ نہیں کہوں گا لیکن تم نے اگر چلہ نہ چھوڑا تو میں تمہیں مار دوں گا میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنا چلہ کرتا رہا۔ مجھے بہت طاقتوں نے ڈرایا مگر میں اپنی جگہ ثابت قدم رہا جب صبح ہوئی تو تمام طاقتیں غائب ہو گئی میں نے خدا کا شکر ادا کیا دن کے وقت میں نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر رگڑی تو گل بانو میرے سامنے آئی اور کہنے لگی۔

تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔

میں نے کہا میں نے تم سے بات کرنی تھی اس لیے تمہیں یہاں بلایا میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی دیکھو جب تک تمہارا چلہ مکمل نہیں ہوتا تم مجھے نہیں بلاؤ گے اگر تم نے مجھے اس کے بعد بلایا تو میں اور تم دونوں کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے کیونکہ مہاراجہ کو میری ہر ایک حرکت کا پتہ ہے اس لیے گل بانو تمہیں منع کر رہی ہوں۔

پھر اتنا کہہ کر گل بانو چلی گئی۔ دوسری رات جونہی میں نے چلہ شروع کیا تو ایک چڑیل میرے سامنے آئی اور مجھے ڈرانے لگی اس چڑیل نے مجھے اپنے سبق سے غافل کرنے کی بہت کوشش کی مگر چڑیل کی طرف میں نے توجہ ہی نہیں دی تو وہ چڑیل واپس چلی گئی پھر مجھے ایک بہت ہی بھیانک شکل کا شخص اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا جسے دیکھ کر میں ڈر گیا وہ شخص میرے حصار کے قریب پہنچ کر رک گیا اور غصے سے چلانے لگا۔

اے لڑکے تو یہ چلہ چھوڑ دے تو بہت فائدے میں رہے گا اور میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔

پہلے تو میں اس کی باتیں سنتا رہا بعد میں میں نے اپنا سبق پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے دیکھا کہ میں اس کی بات نہیں مان رہا ہوں تو اس نے منہ میں کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار کے باہر چاروں طرف بہت سے ڈراؤنی شکلوں والے آدمی جمع ہو گئے اور مجھے ڈرانے لگے پہلے تو میں ان کی شکلیں دیکھ کر ڈر گیا مگر جب وہ غائب نہ ہوئے تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھوڑی ہی دیر میں صبح کی اذان کی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں نے آنکھیں کھول دیں میں نے دیکھا کہ میرے آس پاس کوئی بھی نہ تھا اسی طرح میرا چلہ مکمل ہونے میں آج آخری دن تھا اس کے بعد مجھے طاقتیں مل جانی تھیں جن کے ہوتے ہوئے میں تمام بری طاقتوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رات کے وقت میں نے جب چلہ شروع کیا تو ایک کالا شخص جس کا قد بھی کافی لمبا تھا اور شکل بھی بہت ہی ڈراؤنی تھی اور اس کی آنکھیں بالکل سرخ تھیں جس طرح وہ شخص آگ برسا رہا ہو وہ شخص جب میرے حصار کے پاس پہنچا تو زور سے چلایا۔ اس کی آواز سن کر میں لرز کر رہ گیا لیکن میں نے اپنا سبق نہیں پڑھنا چھوڑا اس شخص نے کہا۔

اے لڑکے تو نے چلہ کر کے اچھا نہیں کیا اگر تو اب بھی اپنا چلہ نہیں چھوڑتا تو تمہاری حفاظت کا ذمہ میں لیتا ہوں نہیں تو میں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے کہا ٹھیک ہے تو ایسے نہیں مانے گا اس نے اتنی بات کہہ کر کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار کے چاروں طرف آگ لگ گئی آگ کی تپش سے میرا پورا جسم جلنے لگا اور درد سے میرا برا حال ہونے لگا ایک دفعہ تو میرا پاؤں بھی جلن کی وجہ سے زمین پر لگنے والا تھا مگر بہت کنٹرول کر کے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے مجھے کہا۔

ابھی بھی تمہارے پاس وقت ہے ورنہ میں تمہیں مار دوں گا جب میں نے اس کی ایک نہ سنی تو

اس شخص نے پھر سے کچھ پڑھا اور پھونک ماری تو میرے حصار میں لگے درخت کو آگ لگ گئی جیسے ہی درخت کو آگ لگی تو میرا ہاتھ بھی آگ کی وجہ سے جل گیا میرا پورا جسم آگ کی تپش سے جلنے لگا مگر میں اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آگ ختم ہوگئی۔ مگر میرے جسم سے جلن ختم نہ ہوئی پھر تھوڑی دیر بعد ریچھ نما شخص نمودار ہوا اور مجھے کہنے لگا۔ میں حصار سے باہر آ جاؤں ورنہ میرے ساتھ وہ بہت برا سلوک کرے گا۔

میں اپنا سبق پڑھتا رہا پھر اس شخص نے دوبارہ کچھ پڑھ کر قبرستان کی طرف پھونک ماری تو قبرستان میں موجود تمام قبریں پھٹ گئیں اور قبروں سے مردے باہر نکلنے لگے اور میرے حصار کے چاروں طرف آ گئے اور مجھے ڈرانے لگے کافی دیر تک مردے مجھے اپنے چلے سے غافل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے مگر جب میں ان کے شکنجے میں نہ آیا تو وہ واپس قبروں میں چلے گئے۔

اس دفعہ وہ شخص بہت غصے میں آ گیا اس شخص نے اس دفعہ بھی کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر پھونک ماری تو بہت تیز بارش ہونے لگی جب بارش کے قطرے میرے جسم پر پڑتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے میرے اوپر کسی نے ابلتا ہوا پانی پھینک دیا ہو میں نے جب دیکھا تو حیران رہ گیا کہ وہ بارش ابلتے ہوئے خون کی تھی میرے جسم پر جب بھی ابلتے ہوئے خون کے قطرے گرتے تو میرا گوشت تک سڑ جاتا خون کی بارش سے میرا پورا جسم اپنی جگہ ساکن ہو گیا۔ اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے میں زمین پر گرنے والا ہوں۔ اور میرے گرتے ہی میری تمام محنت ضائع ہو جائے گی اور میں موت کے منہ میں چلا جاؤں گا ایک یا دو دفعہ تو میں زمین پر بھی گرا مگر میں نے اپنا پاؤں زمین پر نہیں لگنے دیا۔

میری حالت دیکھ کر حصار سے باہر کھڑے ہوئے شخص بہت زور زور سے ہنس رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے کہ اب تمہیں ہم سے کون بچائے گا درد سے میرا جسم بالکل ٹوٹ گیا تھا اور میری ہمت جواب دے گئی تھی اچانک ہی میرے کانوں کے پردوں میں بابا جی کی آواز سنائی دی بابا جی کہنے لگے بیٹا تھوڑی ہی دیر میں تمہارا چلہ ختم ہونے والا ہے ہمت کرو اور اپنا سبق جاری رکھو بابا جی آواز سن کر مجھے کچھ آسرا ہوا میں نے بہت ہمت کر کے اپنا سبق تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا تھوڑی ہی دیر بعد صبح کی آذان ہونے لگی۔

آذان ہوتے ہی وہ شخص غائب ہو گیا مگر میرے جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں وہاں سے اپنے گاؤں جا سکوں میں اپنے حصار سے باہر نکلا اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے لگا مگر میری ایک ٹانگ بالکل حرکت کرنا چھوڑ گئی تھی کیونکہ ایک جگہ ٹانگ کو رکھ کر میری رگوں کا خون جم گیا تھا میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا راستے میں مجھے گل بانو ملی میں نے گل بانو کو دیکھا تو گل بانو کی یہ بات سن کر میرے جسم میں جیسے جان آ گئی مگر گل بانو مجھے بہت پریشان لگ رہی تھی میں نے پوچھا۔

گل بانو کیا بات ہے تم کیوں اتنی پریشان ہو میری بات سن کر گل بانو کہنے لگی۔

چلہ تو تم نے ختم کر لیا ہے لیکن تم مہاراجہ کو نہیں جانتے وہ بہت ہی خطرناک اور بہت ہی طاقتور آدمی ہے وہ تمہیں مارنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا مگر میں تمہیں مرتا ہوا دیکھ نہیں سکتی گل بانو کی بات سن کر میں نے کہا۔

دیکھو گل بانو کتنی مشکلوں سے چلہ کیا ہے یہ میں جانتا ہوں کہ میں اس چلہ کو کرنے میں کس قدر اذیت سے گزرا ہوں اور اب میں جانتا ہوں کہ میں مہاراجہ کو ختم کر سکوں گا۔ تم اب فکر نہ کرو۔

مجھے تمہاری ہی تو فکر لگی ہوئی ہے وہ اداس لہجے میں بولی تو میں نے اس کو تسلی دی تو وہ چلی گئی میں گاؤں جانے کے بجائے سیدھا بابا جی کے پاس چلا گیا۔ بابا جی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

بیٹا تم نے بہت تکالیف اور مشکلوں کا سامنا کیا ہے اس کے لیے تمہیں ضرور داد دیتا ہوں بابا جی باتیں سن کر میں بہت خوش ہوا میرے جسم سے ابھی تک درد اور جلن کا احساس ختم نہیں ہوا تھا میں نے جب بابا جی کو ساری حقیقت بتائی تو وہ کہنے لگے۔

بیٹا اگر تم اتنی ہمت نہ کرتے تو وہ تمام چیزیں تمہیں مار دیتیں۔ اور پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر میرے اوپر پھونک ماری تو میرے جسم کا تمام درد اور جلن ختم ہو گئی۔ اور میں پہلے کی طرح ہو گیا پھر میں نے بابا جی سے کہا۔

بابا جی مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھ میں کون کون سی طاقتیں آئی ہیں میری بات سن کر وہ مسکرانے لگے اور بولے۔

بیٹا۔ تم میں اب اتنی طاقتیں آ گئی ہیں تو سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ سامنے درخت کو کہو کہ اس کو آگ لگ جائے دیکھنا پھر۔

میں نے فوراً درخت کی طرف دیکھ کر کہا آگ لگ جا تو درخت کو آگ لگ گئی اور تھوڑی دیر میں درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ پھر ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ پھٹ جا تو میرا ایسا کہنا تھا کہ پتھر پھٹ گیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں اپنی طاقتیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر میں نے بابا جی سے اجازت لی اور اپنے گاؤں آ گیا۔

جب گاؤں پہنچا تو گاؤں والے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے سارا گاؤں جمع ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا کیا تم نے چلہ کر لیا ہے جب میں نے گاؤں والوں کو بتایا کہ میں نے چلہ مکمل کر لیا ہے اور مجھے بہت سی طاقتیں مل گئیں تو میری بات سن کر گاؤں کے ایک بزرگ نے پوچھا۔

بیٹا تم کو کیا طاقتیں ملی ہیں ہمیں بھی تو پتہ چلے یہ بات سن کر میں نے گاؤں والوں کو ایک طرف آنے کا اشارہ کیا تو گاؤں والے ایک طرف ہو گئے میں نے ایک بڑے سے درخت کی طرف دیکھا اور کہا۔

جل جاؤ فوراً ہی درخت کو آگ لگ گئی اور وہ درخت تھوڑی ہی دیر میں جل کر راکھ بن گیا پھر میں نے ایک بڑے سے پتھر کی طرف دیکھ کر کہا۔

پھٹ جاؤ تو وہ بڑا پتھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا میری یہ طاقتیں دیکھ کر پہلے تو گاؤں والے بہت حیران ہوئے پھر جب میں نے ان سے وعدہ لیا کہ میں اپنے گاؤں کے ہر نوجوان کا بدلہ لوں گا تو میری بات سن کر گاؤں والوں کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی میں نے گاؤں والوں سے اجازت لی اور اپنے گھر آ گیا۔

••

مظہر اور اعجاز میرے پاس آ گئے انہوں نے مجھ سے چلہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں ساری تفصیل بتائی جسے سن کر وہ بہت خوفزدہ ہو گئے اور جب میں نے ان کو ثاقب کے بارے میں بتایا تو ان کو بہت دکھ ہوا مگر میں نے ان سے کہا۔

میں اپنے دوست ثاقب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گا میں نے مظہر اور اعجاز سے کہا مجھے اس وقت سخت نیند آ رہی ہے اور تھکاوٹ بھی بہت زیادہ ہو رہی ہے مجھے کچھ دیر سونا ہے وہ دونوں ہی چلے گئے مظہر اور اعجاز کے جانے کے بعد میں نے گل بانو کو بلایا اور اس سے مہاراجہ کے بارے میں پوچھنے لگا گل بانو نے کہا۔

میں تمہیں مہاراجہ تک ضرور پہنچا دوں گی مگر اس کام کے لیے تمہیں میرے ساتھ جانا ہوگا میں نے گل بانو سے کہا۔

ٹھیک ہے تم مجھے مہاراجہ تک پہنچا دو۔

اتنی بات گل بانو سے کر کے میں نے گل بانو سے کہا مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے میں سونے لگا ہوں صبح تمہارے ساتھ مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے جاؤں گا وہ چلی گئی۔

صبح میرے جاگنے سے پہلے ہی گل بانو میرے گھر پہنچ گئی تھی تھوڑی دیر کے بعد میں اور گل بانو جنگل کی طرف نکل پڑے گل بانو مجھ سے تھوڑے فاصلہ پر چلنے لگی جبکہ میں اس کے پیچھے پیچھے جنگل کی طرف نکلنے لگا گل بانو اس لیے آگے چل رہی تھی کہ کہیں مہاراجہ یا اس کا کوئی چیلا ہمیں دیکھ...... لے اگر انہوں نے مجھے گل بانو کے ساتھ دیکھ لیا تو میں اور گل بانو دونوں کسی مشکل میں پھنس سکتے تھے تھوڑا دور جا کر اچانک میرے سامنے سے ریچھ نما شخص نمودار ہوا ریچھ نما شخص نے غصے سے میری طرف دیکھا پہلے تو میں اس کا چہرہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا مگر دوسرے ہی لمحہ میں مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

میں آج تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تم دھار میں تھے جس وجہ سے بچ گئے مگر آج تمہیں بچ نکلنے میرے دیکھتے ہی۔ دیکھتے ریچھ نما شخص نے منہ سے آگ برسانا شروع کر دی جیسے ہی ریچھ نما شخص نے میرے اوپر آگ برسانا شروع کی تو میں فوراً ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا مگر میرا بایاں ہاتھ آگ کی زد میں آ گیا جس سے میرے پورے بازو میں جلن ہونے لگی ریچھ نما شخص نے میرے چاروں طرف آگ لگا دی تھی آگ برسانے کے ساتھ ساتھ وہ زور زور سے کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں کافی دیر تک اس پتھر کے پیچھے چھپا رہا اور موقع پا کر میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

آگ لگ جا تو ریچھ نما شخص کو فوراً آگ لگ گئی وہ آگ لگنے کے بعد چیختا ہوا ادھر ادھر بھاگتا رہا مگر مجھے اس پر ذرا بھی ترس نہ آیا۔ اور وہ جل کر ختم ہو گیا اس کے ختم ہوتے ہی میں نے ادھر ادھر دیکھا مجھے گل بانو کہیں بھی نظر نہیں آئی میں نے اس کو آوازیں دیں تو دور سے اس کی آواز مجھے سنائی دی وہ کہہ رہی تھی۔

میں اس ریچھ نما شخص کو دیکھ کر دور چلی گئی تھی تاکہ اسے نظر نہ آ سکوں اگر میں پہلے اسے نظر آ جاتی تو وہ مجھے مار دیتا گل بانو... کے کہنے پر میں نے دوبارہ آگے بڑھنا شروع کر دیا راستے میں بہت ساری چڑیلوں اور جنوں نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کو جلا دیا کافی دور رہ کر گل بانو ایک جگہ رک گئی اور کہنے لگی۔

میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہیں جا سکتی کیونکہ اس سے آگے مہاراجہ نے اپنا حصار بنا رکھا ہے اگر میں نے اس کے اندر پاؤں رکھا تو میں جل جاؤں گی پھر گل بانو نے کہا۔

سامنے پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے اس وادی میں مہاراجہ رہتا ہے اس سے زیادہ میں کچھ بھی نہیں جانتی گل بانو کی بات سن کر میں نے گل بانو سے کہا۔

ٹھیک ہے میں اس سے آگے خود ہی چلا جاتا ہوں گل بانو بولی۔

مہاراجہ بہت طاقتور ہے وہ تمہیں نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اس کے لیے تم بہت محتاط رہنا بس میں یہاں ہی تمہارا انتظار کروں گی میں نے گل بانو سے اجازت لی اور آگے بڑھ گیا۔ ابھی میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ مجھے ایک جھٹکا لگا اور میں منہ پر گر گیا بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور چلتے چلتے وادی کے نزدیک پہنچ گیا۔

وہ وادی بہت ہی خوبصورت تھی اتنی خوبصورت کہ میں بیان نہیں کر سکتا وادی پہاڑوں کے درمیان تھی اور چاروں طرف سے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے پھر میں وادی میں داخل ہو گیا وادی میں موجود

مکانوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے یہ مکان ہیرے کے بنے ہوئے ہیں وادی سے گزرتے ہوئے مجھے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا ساری وادی ویران تھی پھر میری نگاہ ایک غار پر پڑی تو میں غار کی طرف چل پڑا غار کے نزدیک پہنچ کر میں نے دیکھا تو مجھے ایک شخص نظر آیا۔ میں اس شخص کے پیچھے جانے لگا وہ شخص غار میں جاتے ہی کہیں غائب ہو گیا۔

میں کافی دیر اس غار میں پھرتا رہا لیکن وہ شخص مجھے کہیں بھی نظر نہ آیا۔ غار میں بہت دور نکل چکا تھا کہ میری نظر گل بانو کی ہمشکل لڑکی پر پڑی تو اس وقت بھی اپنے کندھوں پر کچھ اٹھائے ہوئے جا رہی تھی میں نے اس لڑکی کا پیچھا کیا اور جہاں وہ گئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا پھر وہ لڑکی ایک جگہ رکی اور ایک کمرے میں داخل ہو گئی میں نے کمرے میں دیکھا تو حیران رہ گیا کہ کمرے میں تقریباً دس کے قریب انسانی گردنیں لٹک رہی تھی اور ان گردنوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا شخص بیٹھا ہوا تھا وہ لڑکی اس شخص کے پاس گئی اور اسے کچھ کہنے لگی تو اس شخص نے لڑکی کو مارنا شروع کر دیا اور پھر کچھ پڑھ کر اس لڑکی پر پھونکا تو وہ تڑپنے لگی پھر وہ شخص غصے سے اٹھا اور ایک بت کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور اس سے باتیں کرنے لگا اس بت نے اس شخص کو کہا۔

وہ اور دس نوجوانوں کی گردنیں یہاں لانے اس کے بعد وہ بہت طاقتور ہو جائیگا یہ سب کچھ سن کر میں سمجھ گیا کہ یہی مہاراجہ ہے میں بہت گھبرا گیا اور سوچنے لگا کہ اس کو ختم کرنے کے لیے کیا کیا جائے میں سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی جس پر شخص نے کچھ پڑھ کر پھونکا تھا اس کے پیٹ سے ایک اور انسانی گردن نکل آئی گردن نکلتے ہی وہ شخص اٹھا اور اس نے گردن اٹھا کر باقی گردنوں کے ساتھ لٹکا دی گردن لٹکانے کے بعد وہ شخص لڑکی کو کہنے لگا۔

میں نے تم کو کتنی مرتبہ کہا ہے کہ تم لوگوں نے گردن کو نہیں کھانا مگر میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم ایسا ہی کرتی ہو پھر اس شخص نے غصے سے اس لڑکی کو کہا اگلی بار مجھے نو گردنیں چاہیے وہ بھی ان نوجوانوں کی جو بیس سال سے کم عمر ہوں گوشت بے شک تم کھا لینا۔ مگر گردن نہیں کھانی اتنی بات کر کے اس شخص نے لڑکی کو کہا۔

دفع ہو جاؤ اور جلد سے جلد گردنیں لے کر آؤ اس کی بات سن کر وہ لڑکی باہر نکل گئی اور غائب ہو گئی میں کافی دیر تک اس شخص کو دیکھتا رہا مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ میں اس کو کس طرح ماروں میں اس کمرے سے باہر آ گیا اور آگے چلنے لگا تو مجھے غار کا دروازہ نظر آیا میں غار سے باہر نکلا تو میرے سامنے ایک اور وادی آ گئی یہ وادی پہلی والی وادی سے مختلف تھی میں پہلے سوچنے لگا کہ شاید اس وادی میں مجھے مہاراجہ کو مارنے کے لیے کچھ نہ کچھ مل جائے میں اس وادی کی طرف چل دیا۔ اس وادی میں بھی بہت خوبصورت گھر بنے ہوئے تھے میں وادی میں چلتا گیا۔

میری نظر ایک پرانی حویلی پر پڑی پہلے تو میں اس حویلی کو دیکھتا رہا پھر میں نے اس حویلی کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا جیسے ہی میں حویلی میں داخل ہوا تو مجھے عجیب سا خوف محسوس ہونے لگا حویلی میں ایک عجیب قسم کا سناٹا چھایا ہوا تھا پھر میری نظر اس حویلی پر موجود ایک خوبصورت مجسمے پر پڑی جو بالکل انسانی روپ میں تھا میں کافی دیر اس مجسمے کو دیکھتا رہا اور جب میں نے اس مجسمے کو چھو کر دیکھا تو مجھے زور دار جھٹکا لگا میں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ اس حویلی سے باہر نکل کر دوبارہ غار کی طرف چلا جاؤں۔ جب میں حویلی سے نکلنے ہی والا تھا کہ مجھے اس مجسمے سے آواز سنائی دی۔

رکو میں یہ آواز سن کر چونک گیا اور مجسمے کو پھر سے دیکھنے لگا ایک بارت پھر مجھے مجسمے سے آواز سنائی دی۔

درومت میں تم کو کچھ نہیں کہوں گا میں کوئی جن نہیں بلکہ تمہاری طرح کا انسان ہوں میں مجسمے کو دیکھنے لگا کہ پھر سے مجھے آواز آئی مجھے معلوم ہے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو تم مہاراجہ کو ختم کرنے آئے ہو مجسمے کی بات سن کر میں حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ میں مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں پھر مجسمے سے آواز آئی وہ کہنے لگا۔

میں بھی کافی عرصہ پہلے مہاراجہ کو ختم کرنے آیا تھا مگر اس مہاراجہ کو ختم نہ کر سکا تو اس نے مجھے قید کر لیا اس وادی میں موجود تمام مخلوق کو مہاراجہ یا تو ختم کر چکا ہے یا پھر قید کیا ہوا ہے اگر آج تم مجھے نہ چھوتے تو میں کبھی بھی تم سے بات نہ کرتا۔

میں نے کہا۔ مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا۔ مجسمہ بولا۔

یہاں سے سات سمندر پار ہیرے کی وادی ہے اس وادی سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک کالے رنگ کی پہاڑی ہے اس پہاڑی میں ایک طوطا ہے اور مہاراجہ کی جان اس طوطے میں ہے اگر تم اس طوطے کو حاصل کر لو تو مہاراجہ خود بخود تمہارے قبضے میں آجائیگا طوطے کے اردگرد کئی جن اور چڑیلیں اس کی حفاظت کے لیے موجود ہیں جو تمہیں ہر طرح سے روکنے کی کوشش کریں گے۔

میں مجسمے کی باتیں سن کر اس حویلی سے باہر نکل آیا اور سوچنے لگا کہ سات سمندر پار کیسے جایا جائے میں نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر رگڑی تو گل بانو میرے پاس آگئی میں نے گل بانو سے کہا میں طوطے کو مارنا چاہتا ہوں کیسے ماروں۔

وہ بولی میں تم کو مشورہ دے سکتی ہوں آگے تمہارا کام ہے۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ میں نے کہا تو وہ بولی۔

مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں آگے جاسکوں لیکن جب تم اس وادی سے باہر نکلو گے تو آگے جا کر تمہارے سامنے خون کا دریا آئے گا جس میں انسانی شکل کی گردنیں تیر رہی ہوں گی جب تم ان گردنوں کو باہر نکالو گے تو ان گردنوں کے ساتھ دھڑ بھی لگ جائیں گے اور وہ کسی انسانی شکل میں تمہارے سامنے آجائیں گے تم ان کو جہاں بھی کہو گے وہ تمہیں وہاں لے جائیں گے میں نے وجہ پوچھی کہ وہ انسانی گردنوں والے شخص جو دریا میں ہوں گے وہ کون ہیں میری بات سن کر گل بانو نے کہا۔

وہ سب مسلمان جن ہیں جن کو مہاراجہ نے قید کر رکھا ہے اور ایک تم ہی ہو جو انہیں آزاد کروا سکتے ہو اتنی بات کر کے گل بانو بھی چلی گئی میں وادی سے نکل کر آگے چلتا رہا اور کافی فاصلہ پر جا کر مجھے خون کا دریا نظر آیا گل بانو نے جو بات بتائی تھی اسی طرح میں نے خون کے دریا میں سے ایک گردن کو نکالا تو وہ بالکل انسانی شکل میں آگیا مگر وہ انسان نہیں تھا جن تھا جن نے مجھے کہا۔

میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہاں سے آزاد کرایا اسی طرح میں نے دریا میں قید سارے جنوں کو آزاد کر دیا تمام جنوں نے میرا شکریہ ادا کیا پھر میں نے ایک بزرگ جن سے کہا۔

آپ مجھے سات سمندر پار اس کالی پہاڑی تک پہنچا دیں جہاں مہاراجہ نے طوطے میں اپنی جان ڈالی ہوئی ہے میں وہ طوطا حاصل کر کے مہاراجہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

میری بات سن کر بزرگ جن نے کہا۔

میں تمہیں وہاں تک پہنچا دیتا ہوں پھر اس جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ پڑھا تو ہم وہاں سے غائب ہو گئے اور ہیرے کی وادی میں پہنچ گئے ہیرے کی وادی سے تھوڑا آگے جا کر جن ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔

میں نے رکنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔

میں اس سے آگے نہیں جاسکتا اگر میں آگے گیا تو ختم ہو جاؤں گا کیونکہ آگے مہاراجہ کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے میں نے جن سے کہا۔

تم یہاں پر ہی میرا انتظار کرو میں وہ طوطا لے کر آتا ہوں پھر تم مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ دینا اس کے بعد تم سب آزاد ہو۔

جن نے کہا ٹھیک ہے میں یہاں ہی آپ کا انتظار کروں گا احتیاط کر کے میں آگے کی طرف چلنے لگا میری نظر کالی پہاڑی پر پڑی میں جلدی سے پہاڑی کی طرف چلنے لگا تھوڑی دیر بعد رات کا اندھیرا چھانے لگا میں چلتے چلتے اس پہاڑی کے پاس پہنچ گیا جیسے ہی میں پہاڑی کے اندر داخل ہونے لگا تو ایک چڑیل نے میرے اوپر حملہ کر دیا میں نے اس سے بیچ بچا کر کے اسے ختم کر دیا اس کے علاوہ اور بھی کئی جنوں اور چڑیلوں نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر میں نے سب کو جلا دیا میری نظر طوطے پر پڑی مگر جب میں نے دائیں بائیں دیکھا تو وہاں تین طوطے اور بھی تھے یہ سب دیکھ کر میرا دماغ چکرا گیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طوطے میں مہاراجہ کی جان ہے۔

اچانک سے میرے سامنے وہی کالا شخص آگیا جس کو میں نے غار میں دیکھا تھا اس شخص نے مجھے کہا کہ تم نے یہاں آکر بہت بڑی غلطی کی ہے تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتے اس شخص نے طوطوں کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے اوپر حملہ کر دیا طوطے میرے جسم کی بوٹیاں نوچنے لگے میں نے بچنے کی بہت کوشش کی مگر میں ناکام رہا۔

وہ شخص وہاں کھڑا زور زور سے ہنسنے لگا میرے پورے جسم سے خون نکلنے لگا جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک طوطا وہاں پر ہی بیٹھا ہے وہ مجھے مارنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ وہی طوطا ہو جس میں مہاراجہ کی جان قید ہے میں فوراً اس طوطے کی طرف بھاگا اور جا کر اسے پکڑ لیا جیسے ہی طوطا میرے ہاتھ لگا تو دوسرے طوطے غائب ہو گئے وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلے کھڑا ہنس رہا تھا کہنے لگا۔

یہ طوطا میرے حوالے کر دو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میں سمجھ گیا کہ یہی شخص مہاراجہ ہے وہ شخص میری منتیں کرنے لگا کہ میں اس کو طوطا دے دوں مگر میں نے اس کی ایک نہ مانی اور طوطے کی ایک ٹانگ توڑ دی جیسے ہی میں نے طوطے کی ٹانگ توڑی تو مہاراجہ کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔

مہاراجہ میرے سامنے گڑگڑانے لگا مگر مجھے مہاراجہ پر ترس نہ آیا۔ اور میں طوطے کی گردن توڑ دی اور مہاراجہ ختم ہو گیا مہاراجہ کے ختم ہوتے ہی پوری پہاڑی جلنے لگی اور پتھر گرنے لگے میں فوراً وہاں سے بھاگا اور پہاڑی سے باہر نکل آیا میرے پہاڑی سے باہر آتے ہی پوری پہاڑی زمین بوس ہو گئی اگر میں چند سیکنڈ بھی لیٹ ہو جاتا تو شاید اس پہاڑی کے نیچے آکر مر جاتا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وادی میں سے ہوتا ہوا جن کے پاس پہنچ گیا اور جن کو کہا۔

وہ مجھے واپس میری دنیا تک پہنچا دے میری بات سن کر جن نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم غائب ہو گئے۔ جن مجھے واپس میری دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاراجہ کو تو میں ختم کر دیا تھا مگر گل بانو کی ہمشکل جس لڑکی کے پاؤں کی مٹی میں نے اٹھائی تھی وہ ابھی زندہ تھی میں نے قبرستان جا کر اس لڑکی کے پاؤں کی مٹی کو نکالا اور اپنے ساتھ اپنے گھر لے آیا تھوڑی ہی دیر میں گل بانو میرے پاس آگئی۔ میں نے کہا۔

میں نے مہاراجہ کو ختم کر دیا ہے۔ میری بات سن کر وہ بہت خوش ہوئی میں نے کہا میں اب مٹی کا کیا کروں گل بانو بولی۔

جب تک مٹی تمہارے پاس ہے وہ لڑکی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی مہاراجہ کو تم نے ختم کر دیا مگر اس

لڑکی کو ختم کرنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ وہ لڑکی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی میں نے گل بانو سے کہا۔

گل بانو تم مجھے اس لڑکی تک پہنچا دو تا کہ میں اسے بھی ختم کر سکوں گل بانو نے کہا۔

ٹھیک ہے میں اسے یہاں لانے کی کوشش کرتی ہوں اتنی بات کہہ کر گل بانو غائب ہو گئی شام کے وقت گل بانو کی ہمشکل لڑکی میرے پاس آئی اس کا چہرہ بہت ہی بھیانک تھا وہ مجھے غصہ سے کہنے لگی تم یہ مٹی میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی میں نے جیب سے مٹی نکالنا چاہی مگر جیسے ہی اس نے میری طرف دیکھا تو وہ مٹی میرے ہاتھ سے گر گئی اس لڑکی نے مجھے مارنے کی بہت کوشش کی مگر میں بچ گیا تھوڑی ہی دیر بعد گل بانو بھی وہاں آ گئی اس لڑکی کو دیکھ کر کہا۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی اگر تم نے اس لڑکے کو کوئی نقصان پہنچایا تو اس لڑکی نے گل بانو سے کہا۔

اگر یہ مٹی میرے حوالے کر دے تو میں اسے کچھ نہیں کہوں گی۔

میں نے کہا میں یہ مٹی ہرگز اس کو نہیں دوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

میرا ایسا کہنا تھا کہ اس لڑکی نے مجھ پر پتھر برسانا شروع کر دیئے گل بانو کو یہ سب دیکھ کر بہت غصہ آیا اس نے اس کو بالوں سے پکڑ لیا اور مارنے لگی کافی دیر تک وہ دونوں آپس میں لڑتی رہیں اور دونوں کے جسموں سے خون جاری ہو گیا تھا پھر اس لڑکی نے گل بانو کو اٹھا کر دور پھینک دیا اس لڑکی نے کچھ پڑھا تو اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر آ گیا اس نے تیزی سے وہ خنجر گل بانو کے پیٹ میں گاڑ دیا جس سے گل بانو گر گئی اور اس کے پیٹ سے خون جاری ہو گیا۔

گل بانو کی یہ حالت دیکھ کر میں بھاگتا ہوا گل بانو کے پاس گیا گل بانو درد سے تڑپ رہی تھی اس کی سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو جائے گی مجھے گل بانو کی یہ حالت دیکھ کر بہت غصہ آیا اور میں نے فوراً مٹی اٹھا کر اس لڑکی اوپر پھینک دی مٹی پڑتے ہی اس لڑکی کو آگ لگ گئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ختم ہو گئی۔

میں فوراً گل بانو کے پاس پہنچا اور دیکھا گل بانو اپنے آخری سانس لے رہی تھی گل بانو نے مجھے کہا۔

میں نے بہت سے نوجوانوں کو گمراہ کر کے مہاراجہ کے پاس پہنچایا تھا جس وجہ سے تم نے مہاراجہ کو ختم کرنے کے لیے اتنی تکالیف کا سامنا کیا ہے میں بہت ہی گنہگار ہوں میں خدا سے توبہ کرتی ہوں اگر ہو سکے تو تم بھی مجھے معاف کر دینا میں نے کہا۔

تم کون سا اپنی خوشی سے یہ سب کر رہی تھی اگر تم یہ کام نہ کرتی تو کوئی اور کر لیتا۔ میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

ہاں واقعی سچ کہتے ہو میں نے یہ سب کچھ اپنی خوشی کے لیے نہیں کیا تھا مجبور ہو کر کر رہی ہوں اگر میں یہ کام نہ کرتی تو وہ کسی اور سے یہ کام کروا لیتا تم بہت ہی اچھے انسان ہو اگر آج تم نہ ہوتے تو نجانے میں اور کتنے گناہ کرتی لیکن تمہاری وجہ سے میں سیدھی راہ پر آ گئی ہوں اتنی بات کر کے گل بانو ختم ہو گئی۔ اس کی موت پر میری آنکھوں میں آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا کیونکہ مجھے اس سے پیار ہو گیا تھا وہ بہت ہی خوبصورت تھی بہت ہی پیاری تھی اس کا جلتا ہوا جسم میرے سامنے تھا جو دھیرے دھیرے ختم ہو جا رہا تھا۔

میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ گھر آ گیا۔

دوسرے دن جب میں گھر سے باہر نکلا اور گاؤں والوں کو بلایا تو گاؤں والے مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے پھر میں نے گاؤں والوں کو کہا۔

میں نے سب کو ختم کر دیا ہے۔

گاؤں والوں کے چہروں پر رونق آ گئی ان کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ میں ایسا کر گیا ہوں۔ تب ایک عورت بولی۔

واقعی بیٹا تم نے اس چڑیل کو ختم کر دیا ہے۔

ہاں اماں میں نے صرف اس چڑیل کو ہی ختم نہیں کیا ہے بلکہ ان سب کو بھی مار دیا ہے جو اس چڑیل سے یہ کام کرواتے تھے اب ہمارے گاؤں میں کوئی بھی نوجوان غائب نہیں ہوگا اور کسی بھی گھر سے رونے کی آواز نہیں آئے گی میری بات سن کر ان سب نے سکون کا سانس لیا اور پھر سب گاؤں والوں نے مجھے بہت سی دعائیں دیں۔

آج پیپر اٹینڈ کرنے کے بعد جب میں مظہر اقبال کے ساتھ کینٹین پہ بیٹھا چائے پی رہا تھا تو ثاقب کی یاد آ گئی ہم دوستوں نے ثاقب کی کمی کو بہت محسوس کیا مگر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ایک شخص جو اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔ ثاقب اور وہ دوست تھا ہم سے ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلا گیا تھا اب ہمارے پاس اس کی یادوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ تھا اور اس کی یادیں تھیں۔

کچھ عرصے بعد ہمارے حالات چینج ہو گئے اور ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے میری بھی شادی ہو گئی اور آج ماشاء اللہ میرے تین بچے ہیں جب بھی میرے ذہن میں پرانی یادیں آتی ہیں تو میرا زخم ایک بار پھر تازہ ہو جاتا ہے لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ کافی عرصے سے ہمارے گاؤں میں کوئی اور ایسا واقعہ دوبارہ نہیں ہوا تھا سب گاؤں والوں کو پتہ چل گیا تھا کہ میں نے ان سے جو کچھ کہا تھا سب سچ ہوا تھا اب ہر کوئی اپنی زندگی جی رہا ہے کسی کو بھی کسی چڑیل کا خوف نہیں ہے۔

آج عرصہ بعد مجھے گل بانو کا خیال آیا تو میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے کیونکہ مجھے بھی گل بانو سے پیار ہو گیا تھا لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا تھا لیکن جب پرانی یادوں میں کھو جاتا ہوں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے گل بانو میرے آس پاس ہی کہیں ہو کسی نے سچ کہا ہے۔

کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور مجھے نوازیئے گا۔ میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
✪ .... عمر دراز۔کنڈیاں خاص

کون چھو کر انہیں گزرا ہے کہ کھلتے جاتے ہیں
اتنے سرشار تو پہلے نہ تھے ہونٹوں کے گلاب
✪ .... محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

وہ پتھر ہے تو ہمارا بھی یہ دعویٰ ہے کہ
جسے ہمارے لب چھو جائیں وہ پتھر بول اٹھتے ہیں
✪ .... ساجی۔منڈی بہاؤالدین

تیرا پیار جسے ساری عمر نصیب ہو گا
وہ شخص میری نظر میں سب سے خوش نصیب ہو گا
✪ .... ربیعہ ارشد۔منڈی بہاؤالدین

چہرہ تو چھپا لیا ہے اب آنکھیں بھی چھپا لو ظالم
ہم دل میں اتر جاتے ہیں آنکھوں کے راستے
✪ .... ربیعہ ارشد۔منڈی بہاؤالدین

صدا رہی ہونٹوں پہ آخری دم تک
دیکھا نہ تو نے ہونٹوں پہ تیرے پیام تھے
✪ .... ایس ڈی کنول۔سانگھڑ

تم جب مسکرا کر دیکھو تو سہی
تیری خاطر خوشیاں بھی لٹا دیں گے
✪ .... ایس ڈی کنول۔کھپرو

زمین کے آستانوں سے فلک کے چاند تاروں تک
کوئی اہل وفا ڈھونڈو اگر ہم بے وفا ہیں تو
✪ .... ایس اے جی۔سیت پور

نقیب لمحہ بہ لمحہ وقت کی آواز
نہ اب بہار کسی آمد کا انتظار کرو
✪ .... واجد نگینوی۔کراچی

غزل

یاد آیا وہ لمحہ جو ہمارا تھا
جو تم سنگ وہ دن گزارا تھا
تیری یاد نے مسکرانا سکھایا مجھے
تیری یاد میرے واسطے سہارا تھا
تیرے غم میں جو آنکھ سے نکلا
تمہارے نام کا دمکتا ستارہ تھا
جھوم ہی تو اٹھی تھی میں کہ
روٹھ کر بھی تم نے مجھے پکارا تھا
افسوس بخش دیا کسی اور کو
اس دل نے تیری چاہ میں کیا گزارہ تھا

ایم ایف محمد سعید ملک۔ بھاولپور

غزل

چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت نہیں ملتی
کبھی گھر کی صفائی سے کبھی اپنی پڑھائی سے
تمہیں سکول بھی جانا ہے وہاں سکھیوں سے ملنا ہے
چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت نہیں ملتی
کبھی [illegible] پکانے سے کبھی جھاڑو لگانے سے
کبھی [illegible] بنانے سے کبھی بازار جانے سے
چلو ہم مان لیتے ہیں تمہیں فرصت [illegible]
کبھی بہنوں کی چنگل سے کبھی بھائی کے [illegible] سے
کبھی امی کی خدمت سے کبھی بابا کی باتوں سے
چلو ہم مان لیتے ہیں یہ سب کچھ مان لیتے ہیں
مگر اب آرزو دل کی تمہیں سے بتاتے ہیں
کہ جب فرصت ملے تو اک لمحے کے لیے آ جانا
تمہیں ہم سے محبت ہے تمہیں ہم یاد آتے ہیں
تمہاری نیند میں اب بھی میرے خواب آتے ہیں
یقین جانو یہ اک لمحہ ہر اک دیوار ڈھا دے گا
تمہیں ہم سے ملا دے گا ہمیں خوشیاں دکھا دے گا

ارسلان علی۔ ریناله خورد اوکاڑہ

غزل

اس طرح سے مجھے ستایا نہ کرو
اس طرح سے میرے خوابوں میں آیا نہ کرو
تمہارا یوں آنا اور مجھے ستانا
میرے دل کی دھڑکنوں کو بے قرار کرنا
ایسے میری جان مجھے تڑپایا نہ کرو اتنا
میری یادوں میں آنا اور آنسو دے جانا
ایسے میرے دل کو ستایا نہ کرو
ایسے میرے خوابوں میں آیا نہ کرو
دھڑکتا ہے دل جب بھی تیرا نام لیتا ہے سویرا
ایسے میرے دل کو دھڑکایا نہ کرو
اس طرح میری جان مجھے ستایا نہ کرو
اس طرح میرے خوابوں میں آیا نہ کرو

سویرا شیخ۔ شجاع آباد

غزل

مجھے کچھ کہنا ہے
وہ پیار بھری باتیں
وہ چند لمحوں کی ملاقاتیں

پھر بے قرار ہو کے جدائی کے غم سے تو رویا کرتی ہوگی

تمہارا مجھ سے کہنا
میری زندگی ادھوری ہے
تمہارے بغیر سویرا
مجھے کچھ کہنا ہے
تمہاری خوشی ہے میری خوشی
تمہارے غم ہے سارے میرے
بس اک بار کہہ دو تم
کہ تم میری ہو جاناں ایسی

سویرا شیخ۔ شجاع آباد

غزل

میرے دل پہ میرا کوئی اختیار نہیں ورنہ میں اسے یوں تڑپنے
نہیں دیتا یوں آہیں بھرنے نہیں دیتا یوں بے قرار ہونے نہ دیتا
یوں تجھے پکارنے نہ دیتا یوں اسے اضطراب نہ ہونے دیتا پر کیا
کروں یہ جب جب دھڑکتا ہے صرف تیرا نام لیتا ہے
افسوس میرا اس پہ کوئی اختیار نہیں ہے

ایم ندیم اعوان۔ منڈی بھاؤ الدین

غزل

تو بھی ہر روز مجھے یاد کرتی ہوگی
میری طرح دل بے قرار کرتی ہوگی
اکیلے میں بیٹھ کر یونہی اکثر
تصور میں مجھ سے باتیں کرتی ہوگی
جب بھی بھولے میرا نام تیرے ہونٹوں پہ آتا ہوگا
رو کر دعا میں خدا سے مجھے مانگا کرتی ہوگی
آنسوؤں کی لڑی تیری آنکھوں کے ساگر سے بہتی ہوگی
جب جب تجھے میری یاد آتی ہوگی
ٹپ ٹپ سے آنسو گرتے ہوں گے
بوند گرتی ہوگی دل پہ دھڑکن بھیگ جاتی ہوگی
اداس تڑپتے ہیں ہم اس وقت جب

گزار دیں زندگی ندیم تیری یادوں میں
دل کے کسی کونے سے پکار تو اٹھتی ہوگی
اس کی یادوں میں صدیاں گزار دیں یا بھی کم لگتا ہے
اب تو ہر افسانہ ہر کہانی غم لگتی ہوگی
شاید اب اک پل بھی نہ رہ سکیں تم سے جدا
اپنی سانسوں سے ہمارا رشتہ باندھ بیٹھی ہوگی
اگر قسمت نے ملا دیا تو ملے کہیں اک دن ندیم
یہی سوچ کر دل کو سہارا اپنے دیتی ہوگی

ایم ندیم اعوان۔ منڈی بھاؤ الدین

غزل

وہ جس دن سے میرا دلبر بنا ہے
اسی دن سے یہ دل شاعر بنا ہے
تیرے ہونٹوں پہ یہ بانکا سا تبسم
محبت کا میری محور بنا ہے
بدلتا ہے میرے آنگن کا موسم
کسی دیوار میں جب آنگن بنا ہے
یہ دل تھا جو کبھی پیار کا پیکر
کسی کے پاؤں کی ٹھوکر بنا ہے
کبھی احساس ہوتا تھا میرا دل
وہی سینے میں اب ٹھوکر بنا ہے
وہ بہت خوش ہیں پڑھ کر غزلیں
میرا ہر شعر جادو گر بنا ہے

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

چوم لوں ہونٹ تیرے دل کی یہی خواہش ہے
بات اتنی میری نہیں پیار کی فرمائش ہے
سندر ہاتھ سنہری زلفیں کوئی تو ان کو چھوتا ہوگا
پھولوں سے لب کچھ کہتے ہوں گے قسمت والا سنتا ہوگا

کونسی منزل ہے یہ کون سا مقام ہے
آنکھوں میں کوئی چہرہ ہونٹوں پہ کوئی نام ہے
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
اے ستارو بے بسوں پہ مسکرانا چھوڑ دو
جس کی دنیا لٹ چکی ہو اسے ستانا چھوڑ دو
محبت ترک کی میں نے گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش رہو زہر یہ پی لیا میں نے
حسین وعدہ تو کرتے ہیں نبھانا بھول جاتے ہیں
لگا کر آگ سینے میں بجھانا بھول جاتے ہیں
یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی
کسی کے دور رہنے سے محبت کم نہیں ہوتی
دل چیز کیا ہے جاناں یہ جاں بھی تمہاری ہے
تیری بانہوں میں دل نکلے حسرت یہ ہماری ہے
چھو کر چاند جس کو آسماں نے دل میں رکھا ہے
میرے محبوب کی ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ٹکڑا ہے

عمیر ممتاز میئو احمد پور۔ جھنگ

غــــــــزل

پتھر سے دل لگا کر اچھا نہیں کیا ہے
یوں خود کو آزما کر اچھا نہیں کیا ہے
ممکن تھی یہ کبھی تو وہ مہربان ہوتا
جذبات کو مٹا کر اچھا نہیں کیا ہے
ہرگز یقین نہیں تھا اس کو میری وفا پہ
محفل میں اس کی آ کر اچھا نہیں کیا ہے
یقین وفا کے کی بازار میں کہاں سے
ہم نے اسے لگا کر اچھا نہیں کیا ہے
آئے گا آج کون اس اجڑے ہوئے نگر میں
شمع وفا جلا کر اچھا نہیں کیا ہے
وہ بے وفا رہا ہے بے وفا رہے گا
ایس کو اپنا بنا کر اچھا نہیں کیا ہے

ایس احسان علی قریشی۔ گجرات

غــــــــزل

رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا ہے یہ بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا
وہ یوں گیا کے باد صبا یاد آگئی
احساس تک بھی ہم کو دلا کر نہیں گیا
بس ایک لکیر کھینچ گیا درمیان میں
دیوار راستے میں بنا کر نہیں گیا
شاید وہ مل ہی جائے مگر جستجو ہے شرط
وہ اپنے نقش پا تو مٹا کر نہیں گیا
برباد ہم کو چھوڑ گیا اضطراب میں
لوٹے گا کب بھی وہ بتا کر نہیں گیا
چپ چاپ اس نے ہم کو کرایا نگاہ سے
وہ آنسوؤں کو سر پر اٹھا کر نہیں گیا
بے رنگ سی نہیں نظر آتی ہے کائنات
اب کے وہ کوئی رنگ دکھا کر نہیں گیا
گھر میں آج بھی وہی خوشبو بسی ہوئی
لگتا ہے یوں کے جیسے کہ وہ آ کر نہیں گیا
جب تک تو پھول بنی تھی تازہ تھی اس کی یاد
جب تک وہ پتوں کو جدا کر نہیں گیا
رہنے دیا نہ اس نے کسی کام کا مجھے
اور خاک میں بھی مجھ کو ملا کر نہیں گیا
عمران یہ گلہ ہی رہا اس کی ذات سے
جاتے ہوئے وہ کوئی گلہ کر نہیں گیا

عمران اللہ ساحل۔ میانوالی

جب جلتی شمع کے اٹھتے شعلے
تم اپنے دامن کو خود بچانا
یہ دل ہے میرا ہجر کی صورت
ہے کتنا گہرا یہ کس نے جانا
ہے کیا ناصر یہ شوق تیرا
ہے درد لوگوں سے دل لگانا

ناصر اعوان۔ طارق آباد۔ مظفر آباد

غــــــــزل

یہ دنیا ہی محفل میرے کام کی نہیں
کس کو سناؤں حال دل بے قرار کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں اپنے مزار کا
اے کاش بھول جاؤں اسے کو مگر بھولتا نہیں
اپنا پتہ ملے نہ ملے خبر یار کی ملے
دشمن کو بھی نہ ایسی سزا پیار کی ملے
ان کو خدا ملے ہے خدا کی جنہیں تلاش ہے
مجھ کو بس ایک جھلک میرے یار اسے کی ملے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان

غــــــــزل

فنا کے بعد مجھ کو ستا رہا ہے کوئی
نقش میری قبر کا مٹا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے
اداس میرے جنازے سے جا رہا ہے کوئی
خدائی ہوتی ہے آنسو بہا رہا ہے کوئی
فرشتوں عرش سے گلاب کے پھول برساؤ
میری قبر کو دلہن بنا رہا ہے کوئی
میرے خدا مجھے تھوڑی سی زندگی دے

نصر اللہ خان مگسی۔ بوچلستان

غــــــــزل

میرے ہم نفس میرے ہم نوا مجھے بھول جا تجھے کیا پتہ
یہ دکھوں کی لمبی مسافتیں کبھی قربتیں کبھی چاہتیں
میرے زاد راہ کی رنجشیں کہیں کر نہ دے پھر ہمیں جدا
میرے ہم نفس میرے ہم نوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا
میں غریب مفلس بے اماں میرے ساتھ تو جائے گی کہاں
میری بات بگڑی تو مان لے ذرا سوچ لے ذرا جان لے
تجھے دے سکوں گا میں کیا بھلا مجھے بھول جا
میرے ہم نفس میرے ہم نوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا
تو ہے خوب صورت دل نشیں تجھے مل ہی جائے گا ہم نشیں
تو تلاش کر نیا ہم سفر تجھے پھر نہ دے یونہی در بدر
میرے پاس دکھوں کے سوا کیا میرے ہم نفس میرے ہم نوا
میرے ہم نفس میرے ہم نوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غــــــــزل

بچھڑ سے وفا بہت سے صدا مانگ رہا ہوں
کیوں آج میں صحرا سے گھٹا مانگ رہا ہوں
مدت سے کوئی دل کو دکھانے نہیں آیا
آجاؤ کوئی زخم نیا مانگ رہا ہوں
ہے دور بہت دور میرے دل رہا ہے
جو گھر میں جلے ایسا دیا مانگ رہا ہوں
جو جرم محبت میں تجھے میری بنا دے
ایسی ہی کوئی پیاری سزا مانگ رہا ہوں
معلوم ہے کہ تم غیر کی ہو جاؤ گی صنم
پھر بھی تمہیں پانے کی دعا مانگ رہا ہوں

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غــــــــزل

سنگ مر مر سے تراشا ہوا یہ دلکش پیکر
میرا بھگوان ہے یہ کس نے کہا ہے تم ....
صرف اس واسطے اس بت سے عقیدت ہے مجھے

کہ تراشنے جاتے میں بڑا درد سہا ہے اس نے

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غزل

کہاں آنسوؤں کی یہ سوغات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
میں ہر حال میں مسکراتا رہوں گا
تمہاری محبت اگر ساتھ ہوگی
اداس ہو تم بھی اداس ہوں میں بھی
کہیں نہ کہیں تو کوئی بات ہوگی
مسافر ہو تم بھی مسافر میں بھی
کسی موڑ پہ پھر ملاقات ہوگی
کسی موڑ پہ بے وفائی نہ کرنا صنم
ورنہ زندگی ہماری درد سے ذلیل ہوگی

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

روپے ابھی سے ہم اور درد انجان لگتے ہیں
ہم اپنے گھر رہتے ہیں مگر مہمان لگتے ہیں
نہ منظر میں تبدیلی نہ منظر بدلتے ہیں
قصہ ایک ہی ہے مگر کئی عنوان لگتے ہیں
سماعت سے پہلے ہی اگر سزا تجویز کی جائے
دلائل بے گناہی کے پھر بے جان لگتے ہیں

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

دل کی جو بات کبھی زبان پہ لا نہ سکے
ہاتھ اس کا بھی ساتھ تھا ہاتھ ہم ملا نہ سکے
اس کاتب تقدیر نے ہاتھ ایسا لکھ دیا
تنکے بھی موجود تھے آشیاں بنا نہ سکے
زندگی نے درد ایسے دیئے ہم کو

سر ایسا جھکایا کہ سر اٹھا نہ سکے
حقیقت میں وہ خار تھے جن کو پھول مانا
وہ مجھے چھوڑ گئے دوستی نبھا نہ سکے
باغ میری امید کے تو تھے بے شمار ناصر
جب بہار آئی تو وہ بھی مسکرا نہ سکے

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

لڑکپن سے میرا جوانی نہیں ہے
میں شاعر ہوں کیا تیری مہربانی نہیں ہے
حال دل پوچھا آج اس نے میرا
اسے کسی بات کی بدگمانی نہیں ہے
پیاسی ہیں آنکھیں تیری دید کو
عشق صحرا ہے اس میں پانی نہیں ہے
کیسے سیرابی ہوگی نسل الفت کی
دریائے عشق میں وہ پہلی سی روانی نہیں ہے
لے گیا اپنے ساتھ رونق شہر
کہتے ہیں ہر سو پھر بھی ویرانی نہیں ہے
لفظوں کو زباں تو مل سکتی نہیں
تو پیار ہے میرا یہ کہانی نہیں ہے
اکثر چونک گیا اہل دنیا کی باتیں یہ
دل کہتا ہے عشق نادانی نہیں ہے
پاگل جو بن گئے جس کے لیے ہم
وہ میری کبھی بھی دیوانی نہیں ہے
نہ توڑنا تم الفت کا آکاش
سنگ دل ہرجائی نے بات مانی نہیں ہے

محمد اظہر سعید آکاش۔ فیصل آباد

غزل

اس شہر کے ویران دل سے ہم نکلے
بنائے جو گھر شیشے کے وہ مٹی نکلے

قطرہ قطرہ جوڑا ہم نے پانی کے لیے
بچ گئے جو قطرے وہ سوکھے ہی نکلے
اس لڑائی ہم نے کیا کیا اس زمانے سے
جن کو مانا اپنا وہ بے گانے ہی نکلے
کرتے تھے دعا جس ہوا کے چلنے کی
مانگا ہوا تھی پہ وہ طوفان نکلے
جو بیت گیا اس کو کیا روگ لگانا پردیسی
بوئے محبت کے بیج پہ نفرت کے انبار نکلے

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

وہ جب بھی ملتا ہے خواب لگتا ہے
دل سادہ میرا سراب سا لگتا ہے
جس کسی سے کوئی سوال کرتا ہوں
وہ ہی مجھے لاجواب لگتا ہے
ہر بیتے سال تیری سوچ نئی نئی
تو بھی مجھ کو بہت بیقرار لگتا ہے
تیری خوشبو جس کے ساتھ نہ آئے
وہ جھونکا مجھے عذاب لگتا ہے آئیڈیل

ایس ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

وہ مسکراہٹ جس کا میں دیوانہ تھا
وہ ایک خواب تھا جھروکا تھا
میں نے تجھے ہر لمحہ چاہا
پھر تو کیوں کسی اور کی بنی
جب تم کسی جگہ ملنے آتی تھی
کہاں وعدے کیے تھے
مگر میں نے محبت کو پابند کر دیا
تجھ میں خود کو قید کر دیا
تیرے سوا کسی کو نہ چاہوں گا

لیے تیری مسکراہٹ ہی جب سے
پیار کی سچائی ہے
جیسے ویرانے میں بہار آئی ہے

ناصر پردیسی۔ راجہ پور

غزل

یوں میرے خط کا جواب آیا
لفافے میں بند اک گلاب آیا
فضا میں خوشبو بکھر رہی ہے
لگتا ہے ان کا آداب آیا
دیکھ نے جائے یہ دل دہاڑا
یہ ان پہ کیسا شباب آیا
محبت جن سے کی تھی بلال نے
آنکھیں میں اتر آئی تصویر کی
بڑی دیر کے بعد انہیں ہماری محبت کا یقین آیا

بلال احمد شینکہ۔ اٹک

غزل

تیری نظروں میں پیار دیکھا ہے
ہم نے آج اپنا وقار دیکھا ہے
ہوش آتا نہیں تجھ کو پل بھر بھی
کیا غضب کا سنگھار دیکھا ہے
موت ساحل سے کھیلنے والوں
کبھی دریا کے پار دیکھا ہے
رنج سب ہوگئے کافور
آج سرطور ہم نے یار دیکھا ہے
جن کو شوق رفو گری تھا بہت
ان کا دامن بھی تار دیکھا ہے
اب تو بھاتا نہیں کوئی بھی چہرہ
ہم نے جب سے اپنا یار دیکھا ہے
کیا ہوگیا ہے زمانے کے موسموں کو بلال

سب کا چہرہ سوگوار دیکھا ہے

بلال احمد۔ شینکہ اٹک

غـــــزل

نام جب بھی آئے گا تیرے نام کے ساتھ
یاد میری آپ کو آئے گی ہر کام کے ساتھ
میں تو بے چین جدائی میں رہوں گا لیکن
آپ بھی کہیں سو نہ سکیں گے آرام کے ساتھ
آج لایا تھا تیرا قاصد پریشان
شاید نام کسی اور کا لکھا تھا میرے نام کے ساتھ
ہے کشتی سے انہیں میں تجھے لیکن
یاد کرتا ہوں تیری آنکھوں کو ہر جام کے ساتھ

بلال احمد۔ شینکہ اٹک

غـــــزل

دوست کیا خوب وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں
ہر نئے موڑ پہ زخم اک نیا دیتے ہیں
تجھ سے تو میری گھڑی بھر کی ملاقات رہی
لوگ تو صدیوں کی رفاقت کو بھلا دیتے ہیں
کیسے ممکن ہے دھواں بھی نہ ہو اور دل بھی نہ جلے
چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں
اب کیوں وہ ہم سے ناراض اپنے لگے ہیں
ہم تو وہ جو ان کے قدموں میں دل کو بچھا دیتے ہیں

بلال احمد۔ شینکہ اٹک

غـــــزل

کسی کی آنکھ سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
ہر اک کو داستان سنا کر کچھ نہیں ملتا
نجانے کون سے جذبوں کی تسکین کرتا ہوں
بظاہر تو تمہارے خط جلا کر کچھ نہیں ملتا
یہ اچھا ہے کہ آپس کے بھرم نہ ٹوٹنے پائیں

ہزاروں خواب آنکھوں میں سجا کر کچھ نہیں
مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی یکی ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
میں راز کی ساری باتیں تم سے ہی کرتا تھا
بلال دل جلے بے فضول لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

بلال احمد۔ شینکہ۔ اٹک

غـــــزل

اتنے خاموش بھی رہا نہ کرو
غم جدائی میں یوں کیا نہ کرو
خواب ہوتے ہیں دیکھنے کے لیے
ان میں جا کر مگر رہا نہ کرو
کچھ نہ ہوگا گلہ کرنے سے
ظالموں سے مگر گلہ نہ کیا کرو
ان سے تکلیں حکایتیں شاید
حرف لکھ کر مٹا دیا نہ کرو
اپنے رتبے کا بھی کچھ خیال کرو
ذیشان عتیق یار سب کو بتایا نہ کرو

بلال عتیق ذیشان۔ شینکہ۔ اٹک

غـــــزل

افسوس نہ کر تیری زندگی ہی چھوڑ دیں گے
گر یہ بھی منظور نہیں تو تیری دنیا ہی چھوڑ دیں گے
تجھے روتے ہوئے اچھا لگتے ہیں ہم تو
کہنے پہ تیرے جینا بھی چھوڑ دیں گے
ساتھ چلنا گر ہمارا گوارہ نہیں میں تو
حکم ملنے پہ تیرے وہ راستہ ہی چھوڑ دیں گے
نہیں ہیں ہم بے وفا لوگوں میں سے
کیا جانے کے بعد تجھے یاد کرنا ہی چھوڑ دیں
کیا ہے بلال کے پاس کہ چھوڑ دے تجھے
یہ نہ سمجھ کہ تجھ سے محبت ہی چھوڑ دیں گے

بلال احمد ذیشان عتیق۔ شینکہ۔ اٹک

پھول اور کلیاں

تمنا تھی کہ کوئی ٹوٹ کر چاہتا ہمیں بھی عنصر
مگر ہم خود ہی ٹوٹ کر بکھر گئے کسی کی چاہت میں

ڈاکٹر عبدالرزاق عنصر۔ چہلاں

کوئی افسوس نہیں

پاکستان چیمپئن ٹرافی میں ہی ناکس نیوزی لینڈ سے ہار گیا جس کا افسوس ہوا بھی اور نہیں بھی ہوا۔ افسوس اس لئے نہیں ہوا کیونکہ ہم کو نیوزی لینڈ نے نہیں ہرایا ہم کو ایمپائر نے ہرایا۔ عمر اکمل ناٹ آؤٹ تھے انہوں نے آؤٹ قرار دے دیا۔ نیوزی لینڈ کے تین چار کھلاڑی ایل بی آؤٹ تھے لیکن ایمپائر کو نظر نہیں آیا۔ بہرحال ہم کو اپنی ٹیم سے کوئی گلہ کوئی شکایت نہیں انہوں نے بہت اچھا کھیل کھیلا۔ کچھ ہماری قسمت نے بھی اس دن ہماری ٹیم کا ساتھ نہیں دیا۔ خاص کر یونس سے اہم موقع پر کیچ چھوڑ دیا۔ بہرحال جب قسمت ساتھ نہ ہو تو اس طرح ہو جاتا ہے۔ بہرحال آئندہ ہماری دعا ئیں اپنی ٹیم کے ساتھ ہیں۔ خدا ایمپائرز کو بھی کچھ ہدایت دے۔

یونس عبدالرحمن گجر۔ تین ام مجھہ

عبدالحکیم

میں جب بھی تم سے جدا ہونے لگتا ہوں میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ دل تڑپنے لگتا ہے، دل رونے لگتا ہے۔ یہ ظالم دنیا مجبور ہی اتنا کر دیتی ہے کہ مجھے تم سے جدا ہو کر دور جانا پڑتا ہے اور جب میں تم سے دور چلا جاتا ہوں تو ہر وقت تمہارے ہی خیالوں میں ڈوبا رہتا ہوں۔ تمہارے ہی گیت گنگناتا رہتا ہوں۔ اللہ نے تجھے اتنا حسن دیا ہے کہ میں تمہاری جتنی بھی تعریف کروں کم ہیں، روشنیوں سے چمکتی ہوئی تیری گلیاں، وہ تیری خوبصورت سڑکیں، پھولوں سے سجی ہوئی زمینیں، میں کبھی نہیں بھول پاتا۔ تم سے جدا ہو کے دل کرتا ہے کہ کاش میں اڑ کے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے تمہاری بہت آتی ہے۔ اے میرے پیارے شہر عبدالحکیم مجھے تمہاری یاد بہت آتی ہے۔

آتی ہے یاد تیری اچھا ہے نام تیرا
اے دل میں رہنے والے تجھ کو سلام میرا

محمد عرفان۔ چک 9 ب عبدالحکیم

لطائف

ایک سہیلی نے دوسری سے پوچھا لغدہ چھوٹ رہے ہیں آخر بات کیا ہے؟ "میرے شوہر کو ٹی بی ہو گئی ہے اور سرکاری ڈاکٹر نے ٹی وہ ہم مری جانے کا لکھ دیا ہے۔ لہٰذا ہم کل مری جا رہے ہیں۔ یوں میری مری دیکھنے کی دیرینہ آرزو پوری ہو جائے گی، وہاں خوب سیر کروں گی"۔

- - - - -

ایک شخص اپنی بیوی کے کردار پر ہمیشہ نکتہ چینی کرتا رہتا۔ اُسے بُرا بھلا کہتا اور گھر کا ماحول اس وجہ سے خراب رہتا۔ ایک دن اس کے دوست نے اس کی وجہ پوچھی۔ یار کیا بتاؤں ایک دن دفتر کے کسی کام سے گھر کے سامنے سے گزرا اور گھر میں داخل ہو کر باورچی خانے میں کام کرتی بیگم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اس پر وہ مڑے بغیر بولی۔ "ابھی تمہارا دل نہیں بھرا، چھوڑو اب اُن کے آنے کا وقت ہو رہا ہے"۔

محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

سورۃ یٰسین پڑھنے کی برکتیں

- ★ بھوکا پڑھے گا تو سیر ہوگا۔
- ★ پیاسا پڑھے گا تو سیراب ہوگا۔
- ★ خوفزدہ پڑھے گا تو امن ملے گا۔
- ★ بیمار پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ★ قیدی پڑھے گا تو آزادی ملے گی۔
- ★ مسافر پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ★ مردہ پر پڑھا جائے تو عذاب تخفیف ہوگا۔
- ★ کسی گم شدہ کے لئے پڑھی جائے گی تو گم شدہ چیز مل جائے گی۔

حسنین عباس۔ شہباری سیداں

دوستی

زندگی کتنی خوبصورت کتنی پیاری لگتی ہے جب کوئی دوست بنتا ہے دکھ بانٹتا ہے۔ خوشیوں میں شامل ہوتا ہے جینے کی راہ دکھاتا ہے۔ دوست تو بہت مل جاتے ہیں مگر ایسا دوست تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جو اپنوں کی طرح چاہنے لگے کیونکہ دوستی تو خلوص پیار محبت اور اعتماد کی پیاس ہوتی ہے اور ایسی دوستی خوشیوں روشنی اور اجالے کا نام ہے۔ دوست کا دل گلاب کی مانند ہوتا ہے لیکن جب کوئی دوستی کی آڑ میں کسی کو دھوکہ دے دوست کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے تو گلاب سا دل مرجھا جاتا ہے۔ خوشبو اڑ جاتی ہے اور انسان ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ جب تم کسی کو دوست بناؤ تو اس کے دکھ درد بانٹو اسے خوشیوں میں شامل کرو اتنا پیار دو کہ دوستی جیسے مقدس رشتے پر کوئی آنچ نہ آنے پائے کیونکہ دوستی کا رشتہ خون کے رشتے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ وفادار دوست کے لئے جان تک دے دیں۔

وہ ابھی تو راہ میں یوں ملا
میں نظر ملا کے تڑپ گیا وہ نظر بچا کر گزر گیا

محمد آصف شی مہر۔ ہوشنگ چانڈیو

کل اور آج

- کل عورت نقاب خود کو ڈھانپنے کے لئے کرتی تھی۔
- آج عورت نقاب فیشن کے لئے کرتی ہے۔
- کل کے بچے پڑھائی کے پیچھے بھاگتے تھے۔
- آج کے بچے سکول سے بھاگتے ہیں۔
- کل کالج گرلز کے بیگ میں کتابیں ہوا کرتی تھیں۔
- آج کالج گرلز کے بیگ میں لپ سٹک اور لینز ہوتی ہے۔
- کل سڑکیں ٹریفک سسٹم کے لئے بنتی تھیں۔
- آج سڑکیں ٹوٹنے کے لئے بنتی ہیں۔
- کل کی عورت سادگی پر انحصار کرتی تھی۔
- آج کی عورت میک اپ پر انحصار کرتی ہے۔
- کل لوگ بس پر چڑھتے تھے۔
- آج بس لوگوں پر چڑھتی ہے۔

ظفران تبسم۔ ہاڑی شریف

محبت

پیار اتنا عظیم لفظ ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو محبت کرتے ہیں۔ یہ دو دلوں کا راز ہوتا ہے اور جو اپنا راز دوسروں کو بتاتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بلکہ نام پاس کرتے ہیں۔ لفظ محبت بہت چھوٹا ہے لیکن جن چار لفظوں کا یہ مجموعہ ہے اس کا مطلب ہے۔۔۔۔ م سے موت۔۔۔۔ ح سے ہلاکت۔۔۔۔ ب سے بربادی۔۔۔۔ ت سے تباہی۔۔۔۔ ان چار لفظوں سے مل کر بنتا ہے محبت۔ اگر ہر پیار کرنے والا ان لفظوں میں رہ کر محبت کرے تو پھر وہ کبھی دھوکا نہ کرے یا محبت کرنی چھوڑ دے گا۔ (نامعلوم)

فرمانِ رسول اللہ ﷺ

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیماری کے وقت حاضر ہوا۔ آپ کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کو تو بہت ہی سخت بخار ہے (شاید) اس لئے ہوگا کہ آپ کو دو اجر ملیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض گناہ نہ جھاڑ دیتا ہو جس طرح خشک درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (بخاری، کتاب المرضیٰ)

عبدالوحید ابرار۔ آوازان قوندو

شہروں کو کیا کہتے ہیں؟

- مصر کا شہر قاہرہ۔۔۔۔ بازاروں کا شہر۔
- جاپان کا شہر ٹوکیو۔۔۔۔ بانس اور کاغذوں کا شہر۔
- ایران کا شہر شیراز۔۔۔۔ بلبلوں اور پھولوں کا شہر۔
- پاکستان کا شہر حیدرآباد۔۔۔۔ ہواؤں کا شہر۔
- بھارت کا شہر کلکتہ۔۔۔۔ محلات کا شہر۔
- بھارت کا شہر ہرادوار۔۔۔۔ دیوتاؤں کا گھر۔
- سعودی عرب کا شہر مکہ۔۔۔۔ اللہ کا گھر۔
- انگلینڈ کا شہر بریڈفورڈ۔۔۔۔ لٹل پاکستان۔
- پاکستان کا شہر فیصل آباد۔۔۔۔ پاکستان کا مانچسٹر۔
- پاکستان کا شہر سرگودھا۔۔۔۔ شاہینوں کا شہر۔
- بھارت کا شہر بنارس۔۔۔۔ بندروں کا شہر۔
- اٹلی کا شہر وینس۔۔۔۔ خاموش گنڈولوں کا شہر۔
- ترکی کا شہر استنبول۔۔۔۔ مسجدوں کا شہر۔

میر قربان علی۔ حبیب آباد

نہیں کہیں کوئی تارا ہے اور کچھ بھی نہیں
ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
رواں دواں ہیں سفینے تلاش میں جس کی
وہ اک شکستہ کنارہ ہے اور کچھ بھی نہیں
یوں تو ہر شخص اکیلا ہے بھری دنیا میں
پھر بھی ہر دل کے مقدر میں تنہائی نہیں

ایم ایف محمد سعید ملک۔ بہاولپور

آلو بخارہ ہو گئے

ایک دن بیوی تنگ ہو کر خاوند سے بولی: آپ کوئی کام کیوں نہیں کرتے۔ بچے بھوک کی وجہ سے سوکھ کر چھوارے ہو گئے ہیں۔ خاوند بولا: اور کیا کروں، ایک دن ہم تربوز تھے اور اب آلو بخارہ ہو گئے ہیں۔

ملک طیب اعوان تلگن۔ کھیری شریف

خیرات

ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے، موضوع تھا "خیرات"۔ وعظ سننے والوں میں ایک کنجوس امیر بھی تھا۔ مولوی نے وعظ ختم کیا اور دولت مند شخص سے پوچھا "خیرات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" دولت مند بولا: "سبحان اللہ خیرات کی کیا برکات ہیں جی چاہتا ہے ابھی وقت بھیک مانگنے لگوں"۔

ملک طیب اعوان تلگن۔ کھیری شریف

کھیلوں کی معلومات

- پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے۔
- پاکستان نے 3 بار اولمپک گولڈ میڈل جیتے تھے۔
- ہاکی کھیل سب سے زیادہ تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مشہور اور مضبوط ہے۔
- کھیلوں کا صنعتی شہر سیالکوٹ ہے۔
- پاکستان میں سب سے زیادہ کھیلا جانے والا کھیل کرکٹ ہے۔
- کرکٹر محمد یوسف نے 2006ء میں دو عالمی ریکارڈ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز اور نو سنچریاں بنائی تھیں۔
- ون ڈے کرکٹ میں دس ہزار سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی سچن ٹنڈولکر، راہول ڈریوڈ، سارو گنگولی، انضمام الحق، سنتھ جے سوریا ہیں۔
- ون ڈے کرکٹ میں تیز ترین سنچری بنانے والا کھلاڑی شاہد خان آفریدی ہے۔
- ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار وکٹیں لینے والا کھلاڑی مرلی دھرن ہے۔
- آئس ہاکی کی ابتدا کینیڈا سے ہوئی۔
- اسکواش کی ابتدا انگلینڈ سے ہوئی۔
- ٹیسٹ کرکٹ میں آٹھ ہزار رنز مکمل کرنے والے پاکستانی کھلاڑی جاوید میانداد تھے۔

عبدالوحید ابرار۔ آوازان قوندو

تل شخصیت کا آئینہ دار

گال پر تل: نہایت گہری مستقل مزاج شخصیت کی علامت ہے۔ ایسا شخص ہر معاملے میں میانہ روی کا قائل ہوتا ہے۔ اسے روپے پیسے کی زیادہ ہوس نہیں ہوتی اور ہر حال میں خوشی محسوس کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

ٹھوڑی پر تل: کسی بھی جانب کیوں نہ ہو اچھی علامت ہے۔ اس تل کے حامل لوگ قابل رشک شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں گھومنے پھرنے کا خوب شوق ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی خوبیوں کو اپنانے کا فن انہیں خوب آتا ہے۔

ہونٹوں پر تل: اس تل کے حامل لوگ فیاض شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

ماتھے کے درمیان میں تل: یہ تل اعزاز، منصب اور دولت اور خوشیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

ہاتھ پر تل: بے حد باصلاحیت شخصیت کی پہچان ہے۔ ایسے شخص کو دولت، عزت، شہرت سب کچھ میسر آتا ہے۔

ناک پر تل: اس تل کے حامل لوگ مخلص دوست ہوتے ہیں مگر ان کے مزاج میں تلون بہت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر وقت دولت کے چکر میں رہتے ہیں خواہ منصوبے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔

کلائی پر تل: ایسے لوگ کفایت شعار طبعاً خوش تدبیر اور ایجادات کے ماہر ہوتے ہیں۔

بھنوؤں پر تل: ایسے افراد کو سخت محنت کرکے زندگی کی دشواریوں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔

بازوؤں پر تل: اس تل کا مالک شخص محنتی خوش مزاج اچھے تعلقات رکھنے والا ہوتا ہے۔ اگر اس کا تل اس کی کہنی کے نزدیک ہو تو ایسے شخص کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

انتخاب: خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف

آنکھوں ہی آنکھوں میں

خواتین کی آنکھوں سے اُن کی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

- بھوری آنکھوں والی دوشیزائیں بہت ہی مغرور ہوتی ہیں۔
- نیلی آنکھوں والی خواتین تنہائی پسند واقع ہوتی ہیں۔
- کالی آنکھوں والی صنف نازک حاضر جوابی میں ماہر ہوتی ہیں۔
- شربتی آنکھوں والی خواتین کی حس مزاح بہت تیز ہوتی ہے۔
- گلابی آنکھوں والی مستورات شاطر ذہن کی مالک ہوتی ہیں۔
- عنابی آنکھیں رکھنے والی خواتین کو نت نئے کام انجام دینے اور گھومنے پھرنے کا شوق ہوتا ہے۔
- چمکیلی آنکھوں والی حوا کی بیٹیاں ذہین ہوتی ہیں۔
- شرمیلی آنکھوں والی دیبیاں گھریلو امور میں ماہر ہوتی ہیں۔
- رسیلی آنکھوں والی خواتین کو لکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔
- نشیلی آنکھوں والی حسینائیں محفل کی جان ہوتی ہیں۔
- تلواری آنکھوں کی مالک صنف نازک منہ پھٹ ہوتی ہیں۔
- شہدی آنکھوں والی خواتین نایاب ہوتی ہیں۔ بڑی مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔
- مستانی آنکھوں والی خیالوں کے دل میں دھڑکن کی جگہ شک و شبہ ہوتا ہے۔

خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف

ماں کیا ہے

- ماں نہ ہوتی تو خوشی کے پھول نہیں کھلتے۔
- ماں کی قدر وہ جانتا ہے جس کی ماں نہیں ہوتی۔
- ماں ایک ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہان مہک جاتا ہے۔
- ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے۔
- ماں دنیا کا مقدس ترین رشتہ ہے۔
- ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

محمد نعیم خان۔سوہاوالی

آپ مانیں یا نہ مانیں

- ناک میں پودا: رومانیہ کے ایک چار سالہ بچے کے ناک میں پودا اُگ آیا تھا۔ جب وہ 2003ء میں معمول کے ایک چیک اپ کے لئے ڈاکٹروں کے پاس گیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے ناک میں پودا اُگ رہا ہے۔ یہ بچہ ایک پہاڑی گاؤں میں رہتا تھا۔ پودا برگ و بار بھی لا رہا تھا۔
- اگست 2004ء میں نارتھ کیرولینا کے شہر "ڈان" میں زبردست موسلا دھار بارش ہوئی اس بارش سے بجائے لوگ سڑک سے چپکنے والے بلبلوں کے ڈھیر سے محظوظ ہوئے جو ایک قریبی فیکٹری سے خارج ہونے والے کیمیائی مادے کے ساتھ آمیزش کے نتیجے میں جھاگ کے ساتھ بن رہے تھے۔ ان بڑے بڑے بلبلوں کی وجہ سے ٹریفک جام ہو گئی تھی۔
- انگریزی زبان میں کھیرے اور ککڑی دونوں کے لئے ایک ہی لفظ Cucumber مستعمل ہے۔ اب تک جو سب سے لمبی ککڑی کاشت کی گئی۔ وہ فورٹ ورتھ ٹیکساس کے ولیم ایچ ربی کے کھیت میں اُگائی گئی تھی جو 3 فٹ 11 انچ لمبی تھی۔
- چیک جمہوریہ سے تعلق رکھنے والے زدینک زہرہ کا نے جون 2004ء میں ایک نئے عالمی ریکارڈ کا دعویٰ کیا تھا یہ ریکارڈ ایک لکڑی کے تابوت میں غذا اور پانی کے بغیر دس دن تک زیر زمین گزارنے سے متعلق تھا۔ دس دن تک قبر میں رہنے کے دوران ان کا وزن 9 کلوگرام کم ہو گیا۔ باہر آ کر انہوں نے بتایا کہ تابوت میں انہوں نے زیادہ تر وقت سو کر گزارا تھا۔
- سائبیریا میں غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر والدین نے اپنے تین ماہ کے بچے کو جنگل میں چھوڑ دیا تھا لیکن قدرت کو اس کی زندگی منظور تھی اس جنگل میں موجود ایک کتے نے سات سال تک اس بچے کی دیکھ بھال کی اور پرورش کی۔ اگست 2004ء میں اس بچے کو ڈھونڈ نکالا گیا تو وہ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ وہ کتے کی طرح دونوں ہاتھوں دونوں ٹانگوں کے سہارے چل رہا تھا اور کتے کی طرح بھونک کر احساسات و جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔
- زرافے کے بارے میں یہ بات تقریباً ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ دنیا کا سب سے طویل القامت جانور ہے۔ بعض اوقات اس کی اونچائی 18 فٹ سے بھی زیادہ دیکھی گئی ہے لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کی زبان بھی بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے جو زرافہ کی زبان ایک فٹ سے بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے کان چاٹ سکتا ہے۔
- 16 ویں صدی عیسوی میں ڈنمارک میں پنیر کرنسی کے طور استعمال ہوتی تھی اور پنیر کے بدلے کوئی بھی چیز خریدی جا سکتی تھی۔ 1956ء میں مہم جوؤں کی ایک ٹیم جب قطب جنوبی پہنچی تو انہیں وہاں ایک چیز ملی جو ایڈم چیز کا ٹن تھا جسے کیپٹن اسکاٹ اور ان کی ٹیم 1912ء میں وہاں چھوڑ کر واپس آ گئی تھی۔ یہ پنیر 40 سال سے زیادہ عرصے پہلے ٹن میں محفوظ کی گئی تھی۔ یہ پنیر اس وقت بھی کھانے کے قابل تھی۔

خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف

اقوالِ زرّیں

- کھانے کی ابتدا نمک سے کرو اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔
- کمزور پر حملہ کرنا بزدلی کی علامت ہے۔
- پھولوں کی دوستی سے پہلے کانٹوں سے دوستی کرو۔
- اس چیز کے لئے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لئے بنی ہی نہ ہو۔
- غم کو زندگی میں شامل نہ کرو کیونکہ وہ ایک عارضی چیز ہے۔
- ایک لمحہ بھر کی خوشی کے لئے دوسروں کی خوشیاں مت چھینو۔
- اگر دکھوں کا سمندر عبور کرنا چاہتے ہو تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔
- وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

محمد ضمیر خان۔سوہاوالی

اقوالِ زرّیں حضرت حسن بصریؒ

خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیٹ اس کا اکھاڑہ ہے۔ اگر خدا سے ڈرتا ہے تو اس کی تفریحات میں کلام مت کر۔ کہتے ہیں دس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں۔ (1) وہ بھوکا رہتا ہے یہ آداب صالحین سے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامت صابرین کی ہے۔ (2) اس کا مکان نہیں ہوتا یہ علامت متوکلین سے ہے۔ (3) وہ رات کو کم سوتا ہے یہ صفات شب بیداروں اور علامات محسنین ہے۔ (4) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ صفات زاہدین کی ہے۔ (5) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گویا وہ اس پر جفا کرے اور اس کو مارے یہ علامت مریدین صادقین ہے۔ (6) یہ ادنیٰ جگہ پر راضی ہو جاتا ہے، یہ علامت متواضعین ہے۔ (7) اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ شمائل راضین کی ہے۔ (8) اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آ جاتا ہے مار کا کینہ نہیں رکھتا یہ علامت خاشعین سے ہے۔ (9) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے یہ علامت مساکین سے ہے۔ (10) کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا، یہ علامت محزونین سے ہے۔

اے عزیز قناعت کا سبق کتے سے حاصل کر تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ شکاری کتوں کو جب گلی کوچوں کے کتے دیکھتے ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں اے مسکینو! جب تم نے عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید ہو گئے اگر تم بھی گری پڑی اور روکھی سوکھی چیزوں پر قناعت کرتے تو ہماری طرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔

محمد عمران بٹ۔ڈھوک ڈال

معلومات قرآن پاک

- قرآن پاک میں 700 سے زائد بار نماز کی تلقین کی گئی۔
- سورۃ یٰسین کو قرآن پاک کا دل کہا جاتا ہے۔
- قرآن پاک میں 6666 آیات ہیں۔
- سورۃ رحمٰن کو قرآن پاک کی دلہن کہا جاتا ہے۔
- قرآن پاک میں کل چودہ سجدے ہیں۔
- قرآن پاک مضان المبارک میں نازل ہوا۔
- قرآن پاک رمضان المبارک میں نازل ہوا۔
- قرآن پاک میں کل تیس سپارے ہیں۔
- قرآن پاک کی سب سے لمبی سورۃ البقرہ ہے۔
- سورۃ توبہ ایک ایسی سورۃ ہے جس سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے۔
- قرآن پاک میں کل سات منزلیں ہیں۔
- قرآن پاک میں کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔
- قرآن مجید واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

مدثر سعید اداس۔مانڈی

ریشہ کباب

اجزا: بوٹیاں کم چکنائی والی ایک کلو، چنے کی دال آدھا کلو، پیاز آدھا کلو، ہرا مسالا حسب پسند، لیموں دو عدد، لہسن ثابت دو پوتھی، ادرک چار انچ کا ٹکڑا، سویا ساس دو کھانے کے چمچے، ثابت سرخ لال مرچ دس عدد، گرم مسالا پاؤڈر چار چائے کے چمچ، زیرہ پاؤڈر دو کھانے کے چمچ، نمک اور تیل حسب ضرورت۔

ترکیب: بوٹیاں دھو کر اس میں دال، لہسن، ثابت مرچ، پاؤڈر، پیاز اور پانی ملا کر دھیمی آنچ پر تقریباً دو گھنٹے تک گلنے کے لیے رکھ دیں۔ جب بوٹیاں اور دال ملائم ہو جائے تو نمک شامل کر کے پانی خشک کر لیں۔ سارا تیار آمیزہ سل پر باریک پیس لیں۔ جبکہ پیاز کو کدوکش کر کے ململ میں ڈال کر ہاتھ سے دبا کر اس کا تمام پانی نکال لیں اور اس میں ہرا مسالا، ادرک باریک کاٹ کر ڈال دیں۔ پھر اس مسالے کو پسے ہوئے آمیزے میں ہاتھ سے اچھی طرح مکس کر لیں اور کباب کی شکل دے کر دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ بوقت ضرورت پین میں تھوڑا سا تیل ڈال کر دونوں طرف سے فرائی کر لیں۔

بھنے سری پائے

اجزا: بکرے کے پائے چار عدد، سری ایک عدد، تیل آدھا پاؤ، زیرہ، خشک دھنیا دو چائے کے چمچ، خشخاش، تل اور کھوپرا دو دو چائے کے چمچ، لال مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، پسا ہوا لہسن، ادرک تین چائے کے چمچ، ہری مرچ چھ عدد، ہرا دھنیا پودینہ آدھی آدھی گڈی، پیاز ایک پاؤ، دہی ایک پاؤ۔

ترکیب: پائے اور سری اچھی طرح صاف کروا کر دھو لیں۔ تمام خشک مسالوں کو پانی میں ملا دیں لیں۔ پتیلی چولہے پر رکھ کر پسے ہوئے مسالے ڈال کر آنچ تیز کر دیں۔ چند منٹ بعد پانی شامل کر کے پکنے دیں۔ پھر دہی ڈال کر چند منٹ بعد سری پائے ڈال کر گلنے رکھ دیں۔ گل جائیں تو تیل میں پیاز ڈال کر گولڈن فرائی کر لیں۔ سری پائے کو پیاز میں شامل کر کے خوب بھونیں۔ جب مسالا تیل چھوڑ دے تو ہرا مسالا کاٹ کر ڈال دیں۔ مزید چند منٹ دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں۔ مزے دار سری پائے تندوری روٹی کے ساتھ گرما گرم سرو کریں۔

شاہی بریانی

اجزا: ہڈی والا گوشت ایک کلو، باسمتی چاول ایک کلو، پیاز ایک پاؤ، ٹماٹر ایک پاؤ، دہی ایک پاؤ، پودینہ ایک گڈی، لیموں دو عدد، ہری مرچیں چند عدد، آلو بخارے چند عدد، گرم مسالا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، لال مرچ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ، چھوٹی الائچی پسی بارہ عدد، جاوتری آدھا چائے کا چمچ، زیرہ دو کھانے کے چمچ، ثابت گرم مسالا ایک کھانے کا چمچ، کیوڑہ، فوڈ کلر حسب ضرورت، تیل ایک پاؤ، بریانی پھول چند عدد۔

یخنی کے لیے: پیاز ایک پاؤ، لہسن دو پوتھی، ادرک تین انچ کا ٹکڑا، ثابت دھنیا دو کھانے کے چمچ، سونف دو کھانے کے چمچ، نمک حسب ذائقہ، اجوائن آدھا چائے کا چمچ۔

ترکیب: گوشت میں یخنی کا سامان اور پانی ڈال کر پکنے رکھ دیں۔ گوشت گل جائے تو یخنی چھان لیں۔ یخنی کی مقدار بہت کم ہونی چاہیے۔ تیل پتیلی میں ڈال کر پیاز فرائی کریں۔ آدھی پیاز الگ کر کے رکھ دیں۔ باقی میں گوشت ڈال دیں پھر ہلکا سا بھون کر تمام مسالے شامل کر کے مزید بھونیں۔ یخنی بھی شامل کر لیں۔ پانی تقریباً خشک ہو جائے تو اتار لیں۔ اب چاول بھی ایک کنی ابال لیں۔ پھر ایک تہہ چاول کی اور ایک تیار سالن کی لگا لیں۔ پھر دوبارہ چاول کی ایک تہہ لگائیں۔ فرائی پیاز، کیوڑہ، فوڈ کلر اور لیموں کا رس ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ سرو کرتے وقت ہلکے ہاتھ سے مکس کر لیں۔

دھواں قیمہ

اجزا: ہاتھ کا قیمہ آدھا کلو، دہی ایک پاؤ، ٹماٹر پیوری دو چائے کے چمچ، پسا ہوا دھنیا آدھا چائے کا چمچ، ہلدی آدھا چائے کا چمچ، جائفل جاوتری ایک چٹکی، پسی کالی مرچ دو کھانے کے چمچ، نمک حسب ذائقہ، لہسن، ادرک کا پیسٹ تین چائے کے چمچ، پسی ہوئی لال مرچ آدھا کھانے کا چمچ، تیل ایک پیالی، کوئلے چند عدد بھاپ دینے کے لیے، ہرا دھنیا، ہری مرچیں (باریک کاٹ لیں)، ادرک کی ہوائیاں حسب ضرورت۔

ترکیب: سب سے پہلے تیل گرم کر کے اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر ہلکا بھون لیں، پھر قیمہ شامل کر دیں اور دو منٹ چمچہ چلاتی رہیں، پھر دہی، ٹماٹر پیوری اور باقی تمام مسالا ڈال دیں۔ صرف ہرا مسالا رہنے دیں۔ قیمے کو تقریباً پندرہ منٹ مزید بھونیں۔ پھر قیمے کے درمیان میں چھوٹی سی سٹیل کی کٹوری رکھ کر اس میں اچھی طرح سے دہکا ہوا کوئلہ رکھ کے اوپر ایک چمچ تیل ڈال دیں اور فوراً ڈھک دیں کہ بھاپ باہر نہ آ سکے۔ پھر پچیس منٹ کے لیے درمیانی آنچ پر پکنے دیں اور قیمے میں اچھی طرح چمچ چلا لیں۔ چپاتیوں کے ساتھ سرو کریں۔

مسز منیبہ ...

☆☆☆

گلاب کی تاریخ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک سے لہو کے قطرے زمین پر گرنے لگے تو اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے حبیب کا خون زمین پر گرے تو اللہ تعالیٰ نے احد کے میدان میں فوراً ایک گلاب کا پودا اگا دیا خون زمین پر گرنے کے بجائے گلاب پر گرا جس سے گلاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی خوشبو آ گئی۔ یوں گلاب کا پھول وجود میں آیا۔

☆..... (محمد نعمان - میر حسن چوہدری، لاہور)

دولت

ملیر کالونی کراچی شاہراہ لیاقت مارکیٹ نزد جناح سکوائر پر واقع منڈا اور ہاؤس میں محمد عاطف حسین صدیقی نے اپنے چچا محمد گوہر علی صدیقی سے کہا۔ چچا جان! آپ آنکھیں بند کر لیں۔ گوہر چچا (حیرت سے) کیوں بھئی، کیا بات ہے؟! محمد عاطف حسین صدیقی۔ چچا کو بڑا کی کہتی ہیں جب تمہارے چچا محمد گوہر علی صدیقی کی آنکھیں بند ہو جائیں تو ہمیں بہت ساری دولت جائیداد ملے گی۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

نمک

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی میرس روڈ پر واقع بنگلوں میں رہائش پذیر تین پروفیسران پروفیسر سید زاہد حسین نقوی، سید ساجد حسین نقوی اور پروفیسر سید واجد حسین نقوی رات کھانا نوش فرما رہے تھے تینوں مل کر کھانا کھا رہے تھے کہ نمک کم پڑ گیا۔ تینوں پروفیسران لڑ پڑے کہ بازار سے نمک کون لائے گا۔ پروفیسر سید زاہد حسین نقوی نے کہا کہ جو سب سے پہلے بولے گا وہی نمک لائے گا۔ تینوں خاموش ہو گئے۔ کئی دن گزر گئے لوگ سمجھے کہ شاید مر گئے کفن پہنانے کے بعد لوگ ان کو دفنا رہے تھے کہ پروفیسر سید واجد حسین نقوی بول اٹھا۔ میں زندہ ہوں۔ باقی دو پروفیسر سید زاہد حسین نقوی اور پروفیسر سید ساجد حسین نقوی بھی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور پروفیسر سید واجد حسین نقوی سے بولے۔ جا نمک لا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

لطائف

● چرسی قبرستان میں چرس پی رہا تھا۔ پولیس: کیا کر رہے ہو؟ چرسی: ابو کے لیے دعا۔ پولیس: یہ تو بچے کی قبر ہے۔ چرسی: ابو بچپن میں ہی مر گیا تھا۔

● ایک بوڑھی عورت میک اپ کر رہی تھی جس پر اس کے شوہر نے کہا۔ زلیخا: اس عمر میں تجھے کون دیکھے گا؟ بوڑھی عورت شرما کے بولی: کوئی دیکھے نہ دیکھے بشیرا تو ضرور دیکھے گا۔

● موٹی عورت نے چور پکڑا اور اس کے اوپر بیٹھ گئی اور کہنے لگی: جا پولیس کو بلا لا۔ نوکر: میری چپل کھو گئی ہے۔ چور چلایا۔ بھائی میری والی لے پر جلدی جا۔

☆..... فرحت ساجن - ضلع خوشاب

پانچ وقت کی نماز سے اللہ پاک کے پانچ وعدے

(1) رزق کی تنگی دور کر دوں گا۔ (2) قبر کا عذاب ٹال دوں گا۔ (3) اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دوں گا۔ (4) پل صراط سے بجلی کی رفتار سے گزار دوں گا۔ (5) جنت میں بغیر حساب کے داخل کر دوں گا۔ سبحان اللہ!

☆..... فرحت ساجن - ضلع خوشاب

پڑھیے اور سوچیے سمجھیے!

● دوست: کسی دوست کو فضول مت سمجھو کیونکہ جو درخت پھل نہیں دیتے وہ سایہ ضرور دیتے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

● تھوک: اے لوگو! تم کس دنیا پر فخر کرتے ہو جس کا بہترین مشروب مکھی کا تھوک (شہد) ہے اور بہترین کپڑا کیڑے کا تھوک (ریشم) ہے۔

☆..... محمد شہباز اصول - جڑانوالہ

درستگی نماز

اکثر غلطیاں جو نماز میں ہم سے ہو جاتی ہیں:

(1) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔
(2) پاؤں اور انگلیاں قبلہ رخ نہ ہونا۔
(3) ننگے سر نماز پڑھنا۔
(4) امام سے پہلے کسی رکن کو ادا کرنا۔
(5) نگاہیں ادھر ادھر گھمانا۔

شرط

ملیر کالونی ایف ساؤتھ نزد جناح اسکوائر کراچی قبرستان کے قریب ایک شخص سید ناظر علی زیدی مقیم تھا۔ اس کی ایک آنکھ صحیح اور دوسری مصنوعی (پتھر کی) تھی۔ غرضیکہ وہ کانا تھا۔ اس نے اپنے ایک رشتے دار سید منیر علی رضا سے شرط لگائی کہ میں تم سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ جب شرط منظور ہوگئی تو کانے سید ناظر علی زیدی نے کہا۔ میں جیت گیا ہوں کیونکہ میں تمہاری دونوں آنکھیں دیکھ رہا ہوں جبکہ تم میری صرف ایک ہی آنکھ دیکھ رہے ہو۔

چٹکلے

امید: ایک گدھا دوسرے گدھے سے۔ یار میرا مالک مجھے بھگاتا ہے۔ دوسرا گدھا تو بھاگ کیوں نہیں جاتا پہلا گدھا۔ میں بھاگ تو جاؤں لیکن مالک کی خوبصورت بیٹی جب کوئی شرارت کرتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے کہ میں تیری شادی اس گدھے سے کرادوں گا۔ بس اسی امید پر رکا ہوا ہوں۔

قسمت: ایک شخص کو گوری رنگت بہت پسند تھی شومئی قسمت کہ اس کی ہونے والی بیوی کا رنگ بہت کالا تھا۔ شادی کے دن قریب آرہے تھے اور اس شخص کی اداسی جوں بہ قرار تھی بلکہ اس کی اداسی میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ مذکورہ شخص کے دوست نے جو اسے یوں اداس اور چپ چپ دیکھا تو بولا۔ یار مجھے تو دال میں کچھ کالا لگتا ہے یہ تمہاری اداسی دیکھ کر۔ اپنی ایسی قسمت کہاں دوست یہاں تو ساری دال ہی کالی ہے۔ اس شخص نے جل کر کہا۔

پیغام اور پیغام رساں: میں نے اپنی محبوبہ کو خط لکھا اور جس میں اس بات پر خاص زور دیا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں میں خط میں نہیں لکھ سکتا کیونکہ سنسر آفس خطوط کھول لیتا ہے۔ چوتھے دن مجھے سنسر آفس سے خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا۔ ہم خط نہیں کھولا کرتے۔ یہ الزام غلط ہے۔

☆...... ثانیہ - ملتان

یہ وقت بھی چلا جائے گا

ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم میری انگوٹھی پر کچھ ایسا لکھ کر دو کہ اگر میں خوشی کے وقت اسے دیکھوں تو غمگین ہو جاؤں اور اگر اداسی میں دیکھوں تو خوش ہو جاؤں۔ وزیر نے کافی سوچ بچار کے بعد انگوٹھی پر یہ لکھ دیا۔ "یہ وقت بھی چلا جائے گا"۔

☆...... عفیفہ عندلیب - علی پور چٹھہ

لفظ لفظ موتی

☆ میں نے تجربہ علم کا سیدھا توڑ ہے اس پر لکھا تھا کامیابی ان کے لئے ہے جو کوشش کرتے ہیں۔
☆ جو شخص تعلیم کی سختیاں نہیں جھیلتا اسے ہمیشہ جہالت کی ذلتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔
☆ سچی امید سے نہیں علم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔
☆ عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے عبرت کا باعث بنے۔
☆ علم کی محبت اور استاد کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
☆ بانٹنے سے خوشی اس طرح بڑھتی ہے جس طرح زمین میں بویا ہوا بیج فصل بنتا ہے۔
☆ انسان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل اور زبان کو قابو میں رکھے۔
☆ عافیت اور امن درکار ہے تو آنکھ و کان سے زیادہ کام لو اور زبان کو بند رکھو۔
☆ قناعت وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔
☆ مفلسی ایک ایسی دوا ہے جسے خریدا نہیں جاسکتا۔
☆ دلوں میں اترنے کے لئے سیڑھی کی نہیں اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔
☆ کوشش کرو کہ تم دنیا میں رہو دنیا تم میں نہیں۔ کیونکہ کشتی جب پانی میں رہتی ہے خوب تیرتی ہے لیکن جب پانی کشتی میں آجاتا ہے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت مخلص دوست ہے۔
☆ جو مغرور ہوتا ہے وہ ذہنی معذور ہوتا ہے۔
☆ زیادہ باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔
☆ جھوٹ گناہوں کی ماں ہے اور سچ ساری بیماریوں کا علاج۔
☆ زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دیتی ہیں ایک وہ جس کو چاہو اس کا نہ ملنا اور دوسرا وہ جس کو نہ چاہو اس کا مل جانا۔
☆ اچھا دوست جتنی بار بھی روٹھے اسے منالو اس لئے کہ مالا جتنی بار بھی ٹوٹتی ہے اس کو پرونا پڑتا ہے۔
☆ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے اور جو خدا سے

☆ دنیا کا سب سے اونچا ڈیم "ڈیم ورگن" ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر "نیویارک" میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے مصروف ترین ائرپورٹ "شکاگو" میں ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی جھیل "مصر" میں ہے۔
☆ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے۔
☆ دنیا کا پہلا راکٹ میزائل (V-1) "جرمنی" نے بنایا۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن سنٹرل "امریکہ" میں ہے۔

☆...... خضر حیات - روڈہ تھل

لطیفہ

ایک بچہ اپنے پوتے سے: ہمارے زمانے میں خون پینا مشکل ہوا کرتا تھا۔ پوتا۔ وہ کیسے۔ دادا: کیونکہ اس وقت عورتیں پورے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔

☆...... محمد فاروق - رحیم یار خان

فالتو مٹی

ملیر کالونی نزد چھولا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کراچی کے کینڈل کے لاونج میں مالک سید ساجد حسین نقوی نے اپنے ملازم علی حسن سے کہا۔ ایک گڑھا کھود کر یہ فالتو مٹی اس میں ڈال دو۔ نوکر علی حسن: تو پھر اس گڑھے کی مٹی کہاں جائے گی۔ مالک سید ساجد حسین نقوی: ارے احمق! ایک گڑھا اور کھود کر اس میں ڈال دینا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

تسلی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بیمار ہو گیا اور سردی کے اثر سے اتنا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ ڈاکٹر سید واجد حسین نقوی نے اسے دیکھ کر چلتے ہوئے تسلی دینے کی غرض سے کہا۔ ٹھیک ہے میں کل صبح تمہیں پھر دیکھوں گا۔ پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بولا: آپ تو دیکھیں گے۔ ڈاکٹر صاحب میں بھی آپ کو دیکھ سکوں گا یا نہیں؟

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

کہکشاں

☆ ستارے آسمان کی اور تعلیم یافتہ افراد زمین کی زینت ہیں۔
☆ بخیل دولت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ دولت اس کی مالک ہوتی ہے۔
☆ فقیر کا ایک درہم کا صدقہ غنی کے لاکھ درہم سے بہتر ہے۔
☆ علم کی پذیرائی اور سوچ کی گہرائی ہو تو کوئی سچا موتی ذہن کے دریچوں میں تخلیق ہو جاتا ہے۔
☆ سڑک چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن پیدل چلنے والوں کو تھکا دیتی ہے۔
☆ اپنا حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو البتہ دوسروں کے غصب حق سے بچو۔
☆ فکر ہی سے فکر دور ہوتی ہے۔
☆ سچائی کا اب سے زیادہ مہنگی ہے۔
☆ حریص کی آنکھوں کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔
☆ آگے بڑھنے کے لئے چلنا بہت ضروری ہوتا ہے۔
☆ وقت سے پہلے اور مقدر سے زیادہ نہیں ملتا۔
☆ رواداری انسانیت کی جان ہے۔
☆ آپ انسان سے سب کچھ چھین سکتے ہیں مگر اس کے جذبے نہیں۔
☆ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں کیونکہ پھول کی کچھ پتیاں بکھر بھی جاتی ہیں۔

☆...... ایس امتیاز - کراچی

محبت کیا ہے؟

محبت ایک انوکھا جذبہ اور دلفریب احساس ہے۔ محبت اگر "بھائی" سے ہو جائے تو اخوت کی دیوار "بہن" سے ہو جائے تو حیا کی چادر "ماں" سے ہو جائے تو جنت کی ہوا اور "باپ" سے ہو جائے تو بازوؤں کی طاقت بن جائے اگر لڑکا یا لڑکی سے ہو جائے تو لیلیٰ مجنوں، "شوہر" سے ہو جائے تو سجدے کا رتبہ اور اگر "بیوی" سے ہو جائے تو شوہر کے لئے راحت و وفا بن جائے۔ محبت اگر ہمارے "پیارے آقا سرکار مدینہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم" سے ہو جائے تو دنیا و آخرت سنور جائے اور اگر یہی محبت "اللہ تعالیٰ" سے ہو جائے تو ساری محبتیں اس میں سما جاتی ہیں۔

☆...... ایس امتیاز احمد - کراچی

ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔
☆ سب سے زیادہ محتاج وہ ہے جس نے قناعت نہیں کی۔
☆ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔
☆ خدا ہر طائر کو خوراک دیتا ہے مگر گھونسلے میں نہیں۔

☆...... عفیفہ عندلیب۔ علی پور چٹھہ

معلومات پاکستان

☆ انسان کے ہاتھوں سے بویا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل "چھانگا مانگا" پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا قلعہ رنی کوٹ (سندھ) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان کا ہے اس کی لمبائی چالیس ہزار میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے لمبا بیراج "سکھر بیراج" پاکستان میں ہے۔ یہ دریا سندھ پر واقع ہے اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ڈیم "تربیلا ڈیم" ہے جو پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان کھیوڑہ (جہلم) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی "کے ٹو" (سکردو شمالی علاقہ جات) پاکستان میں ہے۔ اس کی بلندی تقریباً 28250 فٹ ہے۔

☆...... عفیفہ عندلیب۔ علی پور چٹھہ

مشکل سوال

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل ہائر سیکنڈری اسکول کی کلاس ششم میں استاد سید ساجد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ اگر کسی کی عمر پچیس سال ہے تو پچیس سال کے بعد اس کی عمر کتنی ہوگی؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ یہ بہت مشکل سوال ہے۔ استاد سید ساجد حسین نقوی۔ اس میں مشکل والی کون سی بات ہے؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ آپ نے یہ بتایا نہیں کہ کس کی عمر پوچھی ہے عورت کی یا مرد کی؟

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

کلیاں

☆ کسی کو اتنا مت چاہو کہ اس کی جدائی برداشت نہ کر سکو۔
☆ ہر گمشدہ چیز اسی جگہ ملتی ہے جہاں گم ہوئی ہو سوائے محبت کے۔
☆ وہ غم اچھا جس کے بعد خوشی میسر ہو۔ وہ خوشی کس کام کی جس کے بعد غم ہو۔
☆ طاقت سے کسی کو حاصل کرنا آدھی فتح ہے اور محبت سے کسی کو حاصل کرنا مکمل فتح ہے۔
☆ زندگی ہمارے بس میں نہیں مگر دوسروں کو خوش رکھنا اختیار میں ہے۔
☆ کامیاب وہ معاشرہ ہے جس میں چپکے سے فرائض ادا ہوتے ہیں اور چپکے ہی سے حقوق ادا ہوتے ہیں۔

☆...... انعام علی۔ جنڈ

غزل

میں جب بھی لکھتا ہوں اپنی داستاں شعروں کی صورت میں
ابھر آتا ہے آنکھوں میں جہاں اپنا شعروں کی صورت میں
بکھر جاؤں نہ میں ایک ان ہواؤں میں یوں ڈرتا ہوں
میں اپنے آپ کو رکھوں کہاں شعروں کی صورت میں
سر محشر اگر چاہوں تو پڑھ دینا ترنم سے ذرا
مجھے بھی ساتھ لے جانا وہاں شعروں کی صورت میں
میں شاعر ہوں میں ہونٹوں پہ کہانی بن کے بیٹھوں گا
میں آنکھوں میں سماؤں گا جو ان شعروں کی صورت میں
یہ مجھ سے ہو گئی سرزد طلسماتی فسوں کاری
حقیقت سے نکل آیا کہاں شعروں کی صورت میں
وہ جب بھی چاہتا ہے پوچھ لیتا ہے کوئی مصرعہ
میرے دل میں ہے میرا رازداں شعروں کی صورت میں
جنوں تھا یہ سمندر کو اپنی غزل کہنے واجد
یوں ناؤ پہ لگایا بادباں شعروں کی صورت میں

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

طلب کریں تو میں اپنی آنکھیں بھی ان کو دے دوں اقدس
مگر یہ لوگ میری آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں

داغ سجود اگر تیری پیشانی پہ ہوا تو کیا
کوئی ایسا سجدہ بھی کر کہ زمین پہ نشان رہے

☆...... شاہد نواز اعجاز احسان علی

● اس دماغ کا جو اچھے کاموں کی ترغیب نہ دے۔
● ان کانوں کا جو چغلی سنیں۔
● اس علم کا جو اپنے تک محدود رہے۔
● اس دل کا جو دنیا کی رنگینیوں میں کھو جائے۔

☆...... انعام علی۔ جنڈ

انمول موتی

● اپنا راز ہمیشہ پوشیدہ ہی رکھو کیونکہ انسان کے کئی روپ ہیں۔
● والدین کی نافرمانی جہنم میں جگہ بنانے کے مترادف ہے۔
● اپنے آپ کو حسن اخلاق اور علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کرو۔
● سچائی سے کام لینے والے کبھی ذلیل نہیں ہوتے۔
● اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جس پر عمل نہ کیا جائے۔
● آسمان پر نظر ضرور ڈالو مگر اپنے پاؤں زمین پر ہی رکھو۔
● اپنا زخم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس مرہم نہ ہو۔
● خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔
● کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ خود اس قابل بن جاؤ کہ لوگ تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

☆...... محمد ثمیر منظور سی۔ جھگیاں

قصیدہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے محلے پچادریان میں ایک دفعہ امیر شہر حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے اپنا لکھا ہوا قصیدہ ملا اچھن کو سنایا اور دائے طلب کی۔ ملا اچھن نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ کچھ اچھا نہیں۔ امیر شہر حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے ملا اچھن کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ملا اچھن دو دن بعد قید سے رہا ہو کر واپس آ گئے۔ ایک دفعہ پھر امیر حکمران نواب آف حسین پور صاحب بہادر نے قصیدہ لکھا اور ملا اچھن سے رائے طلب کی۔ پہلے تو ملا اچھن خاموش رہے پھر اٹھ کر چل دیئے۔ امیر شہر حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے پوچھا۔ ملا اچھن جی! کدھر جا رہے ہو؟ ملا اچھن برا سا منہ بناتے ہوئے بگڑے موڈ میں اچانک بولے۔ قید خانے میں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

جنت کی قیمت

صحاح ستہ میں شامل ایک کتاب سنن ابو داؤد کے جامع امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مشہور محدث اور بزرگ تھے انہوں نے اپنی کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بھی ذکر کی ہے کہ جب کسی شخص کو چھینک آئے وہ "الحمدللہ" کہے اس کے پاس والے "یرحمک اللہ" کہیں اور پھر ان کو "یھدیکم اللہ و یصلح بالکم" جواب میں کہے۔ ایک بار امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد الحمدللہ کہتے ہوئے سنا امام صاحب کی کشتی کافی آگے نکل چکی تھی تو آپ نے ایک چھوٹی کشتی کرائے پر لی اور ایک درہم کشتی والے کو دیا اور چھینکنے والے کے پاس آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق "یرحمک اللہ" کہا۔ اس (چھینکنے والے) شخص نے جواب میں "یھدیکم اللہ و یصلح اللہ" کے الفاظ کہے یوں امام صاحب نے ایک درہم ادا کر کے سنت کی تعمیل کی اور واپس آ گئے ساتھیوں نے اس تکلف کی وجہ پوچھی تو آپ فرمانے لگے مجھے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص مستجاب الدعوات ہو اور اللہ کے یہاں اس کی دعائیں مقبول ہوتی ہوں اور یہ میرے حق میں جب "یھدیکم اللہ" کہے تو اس کی یہ دعا میرے حق میں بھی قبول ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سفر کرتے ہوئے رات کو سب مسافر سو گئے تو سب نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی۔ کشتی والو! ابو داؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ تعالیٰ سے جنت خرید لی؟

☆...... مہر شوکت علی۔ بستی غلام والی

شناخت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے پروفیسر سید زاہد حسین نقوی صاحب نے لڑکوں سے پوچھا کہ یہ انسانی کھوپڑی مرد کی ہے یا عورت کی؟ ایک ایم بی بی ایس کے طالب علم سید واجد حسین نقوی نے جواب دیا۔ عورت کی۔ پروفیسر سید زاہد حسین نقوی نے تعریفی لہجے میں کہا۔ شاباش لیکن آپ نے اتنی جلدی کیسے معلوم کر لیا؟ طالب علم سید واجد حسین نقوی سر اس کا پنی کے گھسے ہوئے جبڑے سے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

شوق

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے بارہ دری ملاں کے رہائشی نگینہ سٹی چیئرمین سید محمد سبطین زیدی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) کے صاحبزادے سید محمد اقبال سبطین متعلم نویں کلاس کی پرنسپل مصطفیٰ میونسپل کالج سید زاہد حسین نقوی صاحب نے شکایت کی۔ آپ کے بیٹے سید محمد اقبال سبطین کو پڑھنے لکھنے کا بالکل شوق نہیں ہے۔ باپ چیئرمین سید محمد سبطین زیدی صاحب نے جواب دیا۔ مصطفیٰ یہ بات نہیں ہے اگر میرے بیٹے کو پڑھنے کا شوق نہ ہوتا تو ہر کلاس میں تین تین سال کیوں لگاتا؟!

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

10 محرم الحرام کے اہم واقعات

اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز جودی نامی پہاڑ پر ٹھہری تھی۔ اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا اور اسی روز نمرود سے محفوظ رکھا۔ اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت واپس ملی۔ عاشورہ کے روز ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلامتی سے سمندر پار کرایا اور فرعون کو غرق کیا۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات فرمائی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ اسی روز سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام قید سے آزاد ہوئے۔ اسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ اسی روز سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔

☆......خضر حیات-روڈہ تھل

آئینہ معلومات

- ❁ پاکستان کے شہر فیصل آباد کا پرانا نام "لائل پور" ہے۔
- ❁ پاکستان کے شہر ژوب کا پرانا نام فورٹ "سنڈیمن" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر پشاور کا پرانا نام "پرش پور" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر کوئٹہ کا پرانا نام "کوٹ پاس" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر جھنگ کا پرانا نام "جنگلی سیال" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر ساہیوال کا پرانا نام "منٹگمری" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر گوجرانوالہ کا پرانا نام "خان پور" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر ہزارہ کا پرانا نام "ہوزار" تھا۔
- ❁ پاکستان کے شہر سوات کو پاکستانی "سوئٹزرلینڈ" کہا جاتا ہے۔

☆......خضر حیات-روڈہ تھل

خوبصورت باتیں

- ❁ اس عقل کا کوئی فائدہ نہیں جو پچھتاوے کے ساتھ آئے۔
- ❁ کانٹوں سے بھری ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنا دیتا ہے۔
- ❁ ذہانت پر غرور کے نتیجے کا نام موت ہے۔
- ❁ محبت ایک کھیل ہے۔ جس میں ہمیشہ عقل ہار جاتی ہے۔
- ❁ اخلاق جسمانی حسن کی کمی کو پورا کرتا ہے۔
- ❁ محبت کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے اور جذبات کبھی پائیدار نہیں ہوتے۔
- ❁ دل ایک عجیب ذہانت ہے جو کبھی پتھر بن جاتا ہے اور کبھی موم۔
- ❁ تعلیم کا پہلا اصول یہی ہے کہ اپنی آواز نیچی رکھو اور اپنے لفظوں میں احترام پیدا کرو۔
- ❁ گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے قرار رکھتا ہے۔
- ❁ بھوکا سونا مقروض ہو کر اٹھنے سے بہتر ہے۔
- ❁ غنی وہ ہے جو اللہ کی تقسیم پر راضی ہو۔
- ❁ دوسروں کے چراغ سے روشنی ڈھونڈنے والے ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے ہیں۔
- ❁ نفسانی خواہشات کا جنون تھوڑی دیر تک رہتا ہے مگر اس کا پچھتاوا بہت دیر تک رہتا ہے۔

☆......لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

عالمی معلومات

- ❁ دنیا میں سب سے پہلے ماچس "برطانیہ" نے ایجاد کی۔
- ❁ دنیا کا سب سے غریب ملک "روانڈا" ہے۔
- ❁ دنیا کا سب سے خوبصورت شہر "پیرس" ہے۔
- ❁ دنیا کا سب سے بڑا محل "برونائی" کے سلطان کا ہے۔
- ❁ دنیا میں سب سے زیادہ جانور "جنوبی افریقہ" میں ہیں۔
- ❁ دنیا میں سب سے زیادہ "کیلے" بھارت میں ہیں۔
- ❁ دنیا میں سب سے بڑا جنگل "روس" میں ہے۔
- ❁ دنیا کا سب سے ٹھنڈا صحرا "صحرائے گوبی" ہے۔

مجھے یہ شعر پسند ہے

وہ تو تم سے محبت ہو گئی ورنہ ہاری
ہم وہ خود سر ہیں جنہیں اپنی بھی تمنا نہیں

✪ .... وقاص اکرم-گوجرہ

سانسوں کے سلسلے کو دو زندگی کا نام ہادی
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر جاتے ہیں

✪ .... حماد اینڈ عامر-گوجرہ

چوٹ اگر لگ جائے تو کیا ہوتی ہے دل کی حالت حماد
ایک آئینے کو پتھر پر گرا کر تو دیکھو

✪ .... احسن رہائش-قادرآباد

میرے دوستوں کی پہچان اتنی مشکل نہیں ہے فراز
وہ کھانا بھول جاتے ہیں مجھے ہوٹل میں دیکھ کر

✪ .... راجہ عمر-تھوتھال

آج ٹوٹ کر اس کی یاد آئی تو احساس ہوا ساگر
موبائل فون مانگ کر جو بھاگ جائیں وہ بھلائے نہیں جاتے

✪ .... راجہ عمر-تھوتھال

کیوں روتے ہو اس کی یاد میں عامر
آنسوؤں سے تقدیر بدلتی تو آج وہ میرا ہوتا

✪ .... حماد اینڈ مبشر-گوجرہ

ابھی تجھ میں ہوں اس کی تو اسے احساس نہیں ہے حماد
دو رو کے پکارے گا ذرا نہیں مر تو جانے دو

✪ .... مبشر اینڈ عامر-گوجرہ

تو مجھے مرضی ہو کہنا ساقر
مگر یہ مت کہنا جاؤ مجھے تم سے پیار نہیں

✪ .... حماد اینڈ عامر-گوجرہ

صرف اتنا اسے بتا دینا، مجھے آتا نہیں بھلا دینا
میری باتیں صرف باتیں ہیں، یاد آئیں کبھی تو مسکرا دینا

✪ .... حماد اینڈ عامر-گوجرہ

یہ جدائی بھی محبت کا امتحان لیتی ہے اکثر
کوئی ہنستا ہے اپنی وفاؤں پر کوئی روتا ہے اپنی اداؤں پر

✪ .... عامر شہزاد-گوجرہ

جس پھول کی حفاظت میں عمر بھر کرتا رہا فرخ
جب خوشبو کے قابل ہوا تو غیروں نے توڑ لیا

✪ .... نامعلوم

اس میں قسمت کی خطا ہے نہ زمانے کا قصور
ہم تو انسان کے جینے کی سزا ہوتے ہیں

✪ .... فیصل شہزاد-فتح جنگ

وہ بھولتا ہے نہ دل میں اتارتا ہے مجھے
ہمیشہ مار محبت کی مارتا ہے مجھے

✪ .... فیصل شہزاد-فتح جنگ

جو چل سکو تو کوئی ایسی چال چل جانا
مجھے گماں بھی نہ ہو اور تم بدل جانا

✪ .... فیصل شہزاد-فتح جنگ

ہوتا ہے میرے دل کا ہر روپ انوکھا
آتی ہے تیری یاد بڑے بھیس بدل کر

✪ .... سانول شبیر رنگی-گوجرہ

مجھے چھوڑنے کا فیصلہ تو ہر روز کرتا وہ شخص اسد
لیکن اس کا بس نہیں چلتا میری وفا کے سامنے

✪ .... اسد اینڈ واصف-گوجرہ

کبھی ہمت تو کبھی حوصلے سے ہار گئے
ہم بدنصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
جب کھیل کے میدان میں وہ دنیا اسد
ہم جیت چکے تھے اس بار گئے

✪ .... اسد شہزاد-گوجرہ

وہ اس دن سے میرے پیچھے لگ گیا ٹوکا لے کر
جس دن سے کہا دل چیر کے دیکھ تیرا نام ہو گا

✪ .... رضوان علی-گوجرہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری ساحل
نجانے کیا بات تھی کہ ہر بات پہ بس تم یاد آئے

✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-ستی خان بیلہ

اکیلا رات بھر تڑپتا رہا مریض شام غم مگر ساحل
نہ تم آئے نہ نیند آئی نہ چین آیا اور نہ موت آئی

✪ .... رئیس صدام حسین ساحل-ستی خان بیلہ

کہیں غم نہ چھلک جائے میری آنکھوں سے کہیں
مسکراتا ہوں یہی راز چھپانے کے لئے

✪ .... اسد اینڈ رضوان-گوجرہ

❁❁❁

.... شعیب شیرازی- جوہر آباد

اے اس بستی کے رہنے والے آج دیکھو منہ موڑ کے
ہم پردیسی جا رہے ہیں بستی تیری چھوڑ کے
.... عصمت ایند اشعر- چک شالی

حوادث سے الجھ کر مسکرانا میری عادت ہے
مجھے ناکامیوں کے بوجھ سے دبنا نہیں آتا
.... محمد عمیر مظہر حسن- سجکیاں

دے کر زخم وہ مرہم رکھتا تھا
بن رہا تھا یا واقعی وہ نادان تھا
.... ثقلین ساجد

تیری شراب کا نشہ تو صرف اک رات تک ہے ساقی
تو بھی مدہوش ہو جائے اگر دیکھ لے میرے یار کی آنکھیں
.... عطا رحمٰن شاہ- اوا جسو آنہ بنگلہ

اشک بن کے میری چشم تر میں رہتا ہے
عجب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے
.... قمر اعجاز گوندل- گوجرہ

نہ پوچھو ہم سے کوئی بات کہ خوشی اک سوال بن کر رہ گئی ہے
درد اتنے ہیں سینے میں کہ ہنسی اک خیال بن کر رہ گئی ہے
.... بہادر عادل بانی- گھوٹکی

تجھے دوستی میں دھوکہ تو میں بھی دے سکتا ہوں
مگر میں انسان ہوں درویش صفت کا میری ذات میں بے وفائی نہیں
.... انعام علی- جنڈ

محفلوں میں جینے والے خوش نصیب ہیں
مانا کہ ہم ان سے دور ہیں لیکن پھر بھی بہت قریب ہیں
.... اعجاز ساحل- کوٹ رادھا کشن

تو نے تو یہ کہا کہ مجھے محبت تمہیں مل چاہت
مجھ کو تو یہ بھی کہنے کی فرصت نہیں ملی
.... رائے عیس ولی چاہت- اوا جسو آنہ بنگلہ

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
.... محمد افنان- رکن پٹی

ہم زمانے میں بدنام اس لیے ہیں کاشی
کہ ہمیں لوگوں کی طرح بدل جانا نہیں آتا
.... عبادت علی- ڈی آئی خان

ان سے کہو کہ میری تقدیر سے کھیلنا چھوڑ دے
ہم تو وہ بدنصیب ہیں جو اگر کفن کی دکان کھولیں تو لوگ مرنا ہی چھوڑ دیں گے
.... ایم فاروق- رحیم یار خان

وعدہ نہ کرو اگر نبھا نہ سکو
چاہو نہ اسے جسے تم پا نہ سکو
.... عصمت ایند مغربی- چک شالی

یاد آتے ہو تو ہو جاتی ہیں پرنم آنکھیں
کیا تصور میں بھی ستانے کی قسم کھائی ہے
.... شعیب شیرازی- جوہر آباد

کیوں درد ملتا ہے اکثر دل لگانے کے بعد
کیوں یاد آتے ہیں اکثر بچھڑ جانے کے بعد
.... ثقلین ساجد

کون رکھتا ہے اس زمانے میں محبت کا بھرم اے ساقی
ہم کو تو اپنوں نے رلانے کی قسم کھائی ہے
.... بہادر عادل بانی- گھوٹکی

یہ آئینے تجھے تیری خبر کیا دیں گے چاہت
آ دیکھ میری آنکھوں میں کہ تو کتنا حسین ہے
.... رائے عیس ولی چاہت- اوا جسو آنہ بنگلہ

مت کر اتنا غرور صورت پہ اپنے حسینہ
ہم تیری صورت پہ نہیں تیری سادگی پہ مرتے ہیں
.... عبادت علی- ڈی آئی خان

چاند کو دیکھا تو یاد آ گئی صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں
.... عصمت ایند مغربی- چک شالی

اب ان سے ملیں گے تو انہیں خوب رلائیں گے شیراز
سنا ہے انہیں روتے ہوئے لپٹ جانے کی عادت ہے
.... شعیب شیرازی- جوہر آباد

یہ نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں مجھے سونے نہیں دیتیں
ذرا ٹھہرو مجھے بھی نیند آ جائے تو سو جانا
.... ثقلین ساجد

چہرہ دل سے دیکھا جاتا ہے خوبصورتی سے نہیں
پیار دوستوں سے کیا جاتا ہے رشتوں سے نہیں
.... بہادر عادل بانی- گھوٹکی

بستی کو محبت میں تباہ کون کرے گا ...... یہ فرض سوا میرے ادا کون کرے گا
ہاتھوں کی لکیروں کو دو دار کیے تجھ کو ...... جو کچھ میرے ساتھ وفا کون کرے گا
.... شعیب شیرازی- جوہر آباد

☐❀☐

آپ کے خطوط

نیرب اقبال کوٹ ادو سے لکھتے ہیں۔ میں دسویں کلاس کا طالب علم ہوں اور میں پہلے جاسوسی ڈائجسٹ پڑھتا تھا پھر میرا دوست ہے اس نے اور ڈراؤنی کہانیوں کا باقاعدہ قاری بنا دیا۔ مجھے پہلی بار خوفناک ڈائجسٹ دیا میں نے پڑھا تو بہت ہی مزہ آیا یا یہ اکتوبر کی بات ہے۔ شمارہ بہت ہی زبردست تھا کا بلیک میگزین خونی ناگن۔ اور بھوت حسینہ بہت ہی مزے کی کہانیاں تھیں میں پہلی بار کسی ڈائجسٹ میں خط لکھ رہا ہوں اگلی بار کوشش کروں گا کوئی کہانی بھی لکھ کر بھیجوں انشاء اللہ اس ڈائجسٹ کو ترقی عطا فرمائے آمین۔ مغیرہ فاروق۔ ذیشان خان۔ حنظلہ۔ امیر حمزہ۔ سارا اور ڈائجسٹ کے سٹاف کو خصوصا سلام قبول ہو۔

اریج تمنا لکھتی ہیں میں خوفناک کی نئی لکھاری ہوں اور لہذا مجھے خوش آمدید کہنا بنتا ہے اور کہنا بھی چاہئے سوری جی میں تو بھول ہی گئی ہوں معاف کرنا پلیز کیا حال ہے اب میں آ گئی ہوں تا اب آپ بالکل ٹھیک ہوں گے اور میرا حال نہ پوچھنا کیونکہ میں بالکل ٹھیک ہی ہوں مجھے کہانیاں لکھنے کا شوق ہے مگر میرے خاندان یا پھر زندگی میں ایسا کوئی نہیں جو میری حوصلہ افزائی کرے اور میں کہانی لکھنے کی کوشش کروں گی اور کوشش کروں گی کی قابل اشاعت ہو مجھے یہ رسالہ لیے ہوئے دوسرا مہینہ ہے اور آج میرے پاس دوسرا رسالہ ہے میں ایک اچھا اور بہترین ساتھی چاہتی ہوں اور خاص طور پر باوفا ہو باکردار ہو اور بااخلاق بھی ہو اور باعمل بھی ہو کیونکہ آج تک مجھے صرف دو دوستیں ملیں ہیں جنہیں میں نے حد سے زیادہ پیار کرتی تھی مگر وہ دونوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے اب شاید مجھے رسالے کے ذریعے اچھی دوست مل جائے جو دکھ درد میں بھی میرا ساتھ دے اور خوشی میں بھی بہتر ہو بہتر یہی ہو کہ دوست صرف گوجرانوالہ میں ہو کیونکہ میں بھی گوجرانوالہ کی ہوں مجھے کسی دوست کی اشد ضرورت ہے۔

مہرین گل۔ مغلپورہ لاہور سے لکھتی ہیں ستمبر کا شمارہ میرے سامنے ہے سرورق پر نا ہی تھا اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا کوٹ جناح ابناس۔ عبادت سے آپ کا نام تو مشکل ہے مگر کہانی اچھی ہے ویسے آپ صاحب ہیں یا صاحبہ۔ مایا کال رائٹر کا نام دیکھا تو پڑھنے سے گریز کیا کہانی کا نام نقل شدہ تھا۔ یاسین احمد آپ نے کیوں لکھنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ خوفناک میں سب سے اچھا لکھتے ہیں اس لیے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ لوٹ آئیں ریاض احمد بھائی صاحب آپ بھی باقی سب کی طرح ہی ہیں میرے پسندیدہ رائٹر ہیں آپ لکھنے لگے ہیں تو قارئین کو اپنے قلم میں دھمکیاں لگوانے لگتے ہیں آپ کچھ عرصے سے بھی غائب ہیں کیوں کیا بات ہے۔ آپی کشور کرن بہت خوب لکھ رہی ہیں آپ کا نام انڈین سنگر کشور کمار کی یاد دلاتا ہے مصباح کریم میانوالی آپ بھی کہانیوں میں انٹری دیں بہت جلد میں بھی ایک کہانی بھیجوں گی جسے پڑھ کر سب دانتوں میں انگلیاں دبا لیں گے کہ انداز زبردست لکھا ہے۔ ساحل دعا بخاری خدا کے لیے اب خوفناک کی جان چھوڑ دو اقرا آپی آپ قسط وار کہانی لانے کا وعدہ کہاں گیا جلدی آئیں قادری سسٹرز یار آپ لوگ بھی آ جائیں سب کی خدمت میں دل

کی گہرائیوں سے سلام۔

فلک زاہد۔ لاہور سے لکھتی ہیں تمام قارئین کو سلام سب خیریت سے ہوں گے اگست کا شمارہ چاند رات کو ملا حسب معمول خطوط کی محفل رنگا رنگ تھی اشعار بھی اچھے تھے جبکہ کہانیوں میں عثمان بھائی کی کہانی ناقابل پسند آئی جو کہ ایک سبق آموز کہانی تھی ہم سب کو بھی زیبا ناز کی رائے سے اتفاق کرنا چاہیے کہ بچوں کو جنات کے متعلق نہ بتایا جائے جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو خود ہی سمجھ جائیں گے میرے نزدیک وہ لوگ بے حد بے وقوف ہیں جو جنات کو نہیں مانتے جب قرآن میں ان کا ذکر ہے تو انکار کیسا۔ پھر دشت جنون انکل ریاض احمد کی اور بکھرے گلاب ساحل دعا بخاری کی بہت پسند آئی جبکہ گیسٹ ہاؤس کا راز ثمن شہزادی۔ اچھی کوشش تھی ۔کوٹ جناں کی دوسری قسط نہیں تھی پتہ نہیں کیوں رائٹر حضرات غائب ہو جاتے ہیں کہانی مکمل ہی نہیں لکھتے پہلی قسط کب آ رہی ہے تو دوسری جانے کب ملتی ہے اور سے والے ابھی شائع نہ کریں میں سب کو بتانا چاہتی ہوں لکھنے والے سے زیادہ پڑھنے والا جانتا ہے کہ کہانی اچھی ہے یا بری اس لیے جن کی کہانی پر تنقید ہوتی ہے وہ برا مان جاتے ہیں۔ خدا حافظ۔

فرخندہ جبیں بہاولپور سے لکھتی ہیں۔ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے نومبر کا شمارہ ملا گیا پر مجھے آخر میں ملا تھا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی انتظار کی سب گھڑیاں ختم ہو گئیں سب سے پہلے اپنے دوستوں کے خط پڑھے جس میں مصباح کریم میوانی کا خط پڑھ کر دل کو بہت سکون ملا کہ انہوں نے بہت ہی پیار سے مجھے یاد کیا ہے اور اپنے خط میں آئی تو لگا کہ میں آپ بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں سجنا جی آئی لو یو میرا سارا پیار اور دعائیں آپ کے لیے ہیں پر گزارش ہے کہ رابطہ میں رہا کریں ہمارا دل نہیں لگتا آپ کے بنا آپ میری پیاری جان ہو آپ کا خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی یں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ بھی مجھے بہت یاد کرتی ہیں خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ جو چاہیں وہ عطا فرمائے آمین۔ ہمیشہ میرے ساتھ رہنا کبھی الوداع نہ کہنا سجنا جی اب بھائی ندیم سیوانی آپ کو میرا پیار و شفقت بڑا اسلام کبھی اپنے قیمتی وقت میں سے ہمیں بھی یاد کر لیا کریں آپی ساحل دعا بخاری۔ نادر شاہ۔ اینڈ آپی کشور کرن آپ سب کو سلام امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور لکھنے میں مصروف ہوں گے ایسے ہی لکھتے رہیں تا کہ یہ محفل سجی رہے خدا آپ سب کو اور میرے بھائی کو زندگی کی ہر راہ میں کامیابی عطا فرمائے آمین انکل جان شکریہ ہمارے مشورے ماننے کا اس بار پھر ہمیں جواب چاہئیں ورنہ ہمارے گروپ والے پھر سے دباؤ ڈالنا شروع کر دیں گے ہماری پاور تو آپ جانتے ہیں ہاہاہا۔ میرے خط کا آغاز بھی آپ کے نام سے ہوتا ہے اور آپ کے نام سے اختتام ہوتا ہے میری جان مصباح کریم میوانی کے نام یہ ہی ہوگا سجنا جی آپ کے بارے میں میں نے اپنا پیار لکھوں تو قلم رک ہی نہیں ہے پریشان ہو کر انکل اتنا بڑا خط دیکھ کر ڈر جائیں۔ آخر میں سب کو سلام اور خوفناک کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ خوفناک ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

انعم شہزادی اینڈ ماہ نور لکھتی ہیں۔ اسلام علیکم مری طرف سے خوفناک ٹیم کو ڈھیروں دعائیں اور محبتوں بھرا اسلام۔ انکل جی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے میرا پہلا خط شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی ہے اور آج میں پھر خوفناک میں خط لکھ رہی ہوں اور جہاں تک عاشق کی بات ہے تو یہ سب قارئین آپ کے عاشق ہی تو ہیں جو ہر ماہ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں پر اس دفعہ کے شمارے میں پھر قسط غائب تھی باقی سٹوریاں بھید ۔سیاہ ہیولہ شائع نہیں کیں جنکا ہمیں ہر ماہ انتظار ہوتا ہے آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے بھائی خالد شاہان جی کی

بھید سٹوری ضرور شائع کریں امید ہے آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے اور آپی کم نشاد جی آپ دو ماہ سے پھر غائب ہیں ہمیں ہر ماں آپ کی سٹوری کا شدت سے انتظار رہتا ہے اب میرے جانی دوستوں کی باری ہے جن میں ندیم عباس سیوانی چھوکی۔ مصباح کریم چھوکی۔ فرخندہ جبیں۔ ایمان اور ماروچھوٹوں بھائی نادر شاہ ہے امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے آپی ساحل دعا بخاری اور آپی کشور کرن چھوکی بھی آپ سب کو خدا ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین میری ایک دوست نے پوچھا کہ کہ آپ میری بہن ہو گی تو کیوں نہیں جانی ہم سب کے سامنے آپ کو بہن تسلیم کرتے ہیں اور آپ بہنوں کی طرح ہمیشہ ساتھ رہنا قسمت میں ہوا تو ملنا بھی ہو جائے گا خدا آپ کو خوش رکھے آمین ندیم عباس جی جلدی جلدی سٹوریاں بھیجا کریں ماہ نور آپی گزارش کر رہی ہوں اتنا لمبا غائب نہ ہوا کریں ورنہ اچھائی کو بھجوا دیں گے اور وہ آپ کو گجرات لے جائے گا پھر نہ کہنا میں نے چھوڑی جانا ہے ہاہاہا۔ اور ملنا تو ہو ہی جائے گا آپ سے بھی کبھی نہ کبھی خدا نے چاہا تو یاد رکھنا ہم پھر آپ کی جان نہ چھوڑیں گے جانے نہیں ہو آپ ہم گجرات والوں کو خیر ہمارے تو خدا سے دعا ہے کہ آپ اپنے ادارے میں کامیاب ہوں اور دل میں جس چیز کی خواہش کرو خدا آپ کے مانگنے سے پہلے وہ عطا فرما دیں اور زندگی کہ ہر موڑ پر کامیابی سے نوازیں خدا آپ سب کو آخر میں خوفناک کے لیے ڈھیروں دعائیں جس کی بدولت مجھے اتنے اچھے دوستوں سے خدا نے نوازہ ہے اب اجازت چاہتی ہوں خدا حافظ۔

ملالہ اسلم خانیوال سے لکھتی ہیں میری طرف سے تمام رائٹرز کو سلام کیسے ہیں آپ سب فرسٹ آف آل ریاض انکل جی تھینکس دل خوش کر دیا بٹ پلیز غائب نہ ہوا کریں لکھتے رہا کریں خوفناک پڑھنے کا مزا دوبالا ہو جاتا ہے انکل جی میں نے اکتوبر کے لیے کچھ نگارشات بھیجی تھیں بٹ پتا چلا کہ شمارہ پرنٹ ہی نہیں ہوا ابھی وے نومبر کا ول لگیا ہے پلیز اس بار تو دل مت توڑنا اور مجھ ناچیز کو اپنی محفل میں تھوڑی سی ہی جگہ دے دینا۔ انیس امتیاز زبردست تحریر تھی شکریہ۔ جل پری کی بیٹی نمبرون سٹوری تھی چھوٹی سی تھی تو شہزادے شہزادی کی شوق سے پڑھتے تھے اتنے عرصے بعد ایسی تحریر نظروں سے گزری اچھا لگی ہماپر اسرار سکندر کا سرا اینڈ تک نیوز قائم ہوا۔ سجاد حسن کا کاوش نے اس بار کچھ خاص تاثرات قائم نہ کیا موت کا جزیرہ گریٹ کامران بھیا اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو محمد عمر کھوکی ایک دلچسپ اینڈ تھوڑی دل پر لرزہ طاری کرنیوالی تھی خبر حرا آیا۔ عاقب عباسی اور محمد اقبال کی بھی اچھی سٹوریز تھیں اُف عمران بھائی موت کی تلاش نے تو رونگٹے کھڑے کر دیئے تحریر وہی زبردست ہوتی ہیں جو قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیں آپ آئے اور چھا گئے پلیز لکھتے رہا کریں اب جانا نہیں ہاں۔ خونی ناگن کے لیے بس نام ہی کافی ہے آ گیمن تھینکس انکل جی اقراء کی بھوت حسینہ بھی کمال کی تھی ہیرو تو بڑا ہی زبردست تھا آپ کا خیر لگی رہیں۔ زخمی چڑیل اینڈ دشمنی کے لیے گڈ ملک این اے کاوش آئی پر ہے آپ بہت آگے جاؤ گے اچھی کہانی کا اختتام زبردست تھا بھید بھائی کہاں غائب ہو پلیز کم ٹو بیک۔ قم قم آپی۔ رانی خان۔ ساحل دعا۔ اتری ویں جب میں نے پڑھنا سٹارٹ کیا آپ غائب ہو گئے یہ ناانصافی ہے یار۔ چھوکی گروپ مصباح کریم میوانی لوگ آپ خطوط میں غائب نہ ہوا کرو ویٹو میں عادی ہو گئی ہوں نا۔ بھید بھائی۔ ریاض انکل۔ قم قم آپی ا گیمن ریکویسٹ ہے واپس آ ؤ۔ ملالہ مختصر ہے آپ کی یقیناً خط لمبا ہو گیا ہوگا شائع ہوگا یا نہیں بٹ انتظار رہے گا میری طرف سے تمام اسٹاف کو سلام اجازت دیجیے۔

ابو ہریرہ بلوچ بہاونگر سے لکھتے ہیں دسمبر کا شمارہ بہت ہی لیٹ ملا جس کا ڈاکیا یا عملہ خود ہی ذمہ دار ہے لیکن شکر ہے مل گیا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا دل کو خوشی ہوئی قیمتی معلومات سے مستفید کیا اس کے بعد

جلدی سے جلدی لکھیں ہمارے دوست شاہان کی بھید کہانی کی باقی قسطیں جلد شائع کریں کاشف عبید کاوش یو آر ویری سویٹ آپ بھی کوئی سٹوری بھیجیں۔ آصف وارث کی مایہ کال سٹوری بھی بہت اچھی تھی آپ مہاراجہ سٹوری جلدی بھیجیں میں نے پہلی بار سٹوری لکھی ہے حوصلہ افزائی شائع کر کے کریں تاکہ میں اور لکھ سکوں اور خط کا جواب نیچے ہی دیا کریں اس کے تمام دوستوں اور خوفناک کے سارے سٹاف کو سلام۔

پروفیسر سہیل اختر ساحل۔ سکندر آباد سے لکھتے ہیں۔ اسلام علیکم میں خوفناک پچھلے مہینے سے پڑھ رہا ہوں مجھے میرے سٹوڈنٹ نے یہ عادت ڈالی ہے اور اب پہلی مرتبہ خط لکھ رہا ہوں مجھے سب کہانیاں اچھی لگی ہیں خاص طور پر نادر شاہ کی کہانی لال حویلی کا راز۔ اور خونی ریگستان کہانیاں بہت پسند آئیں ندیم عباس کی راز تو کہانی بھی اچھی تھی دھند کے پار۔ بکھرے گلاب۔ موت کی دستک۔ ساحل دعا کی کہانی اچھی تھی جادو کے سات روپ۔ ذر کے آگے جیت جلد شائع کریں والسلام۔

محترم جناب قارئین اور رائٹر حضرات صاحب

اسلام وعلیکم۔ موسم کی خرابی اور لوڈ شیڈنگ کے باعث اس بار خوفناک اور جواب عرض کچھ لیٹ ہو گئے ہیں اس کے لیے ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم دونوں رسالے بروقت آپ تک پہنچا سکیں لیکن کوئی نہ کوئی وجہ بن جاتی ہے آپ لوگوں کی کالیں لحہ بہ لحہ مجھے اس بات کا احساس دلاتی رہتی ہیں کہ رسالہ کبھی بھی لیٹ نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کو رسالے کے حصول کے لیے اتنی زحمت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ ہم اس کو وقت سے بہت پہلے شائع کر دیں گے۔ تعاون کا بہت شکریہ۔ کچھ قارئین کو ادارہ جواب عرض اور خوفناک سے شکوہ رہتا ہے کہ ان کی تحریریں جلد شائع نہیں ہوتیں ان سے گزارش ہے کہ کسی کی بعد تحریر کو ہم ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالتے ہیں وقت آنے پر وہ شائع ہو جائیں گی۔ اور بھی ایسی بہت سی شکایت ہمیں ملتی ہیں اور خاص کر جواب عرض کے رائٹرز کے بارے میں بہت سی شکایات مل رہی ہیں کہ وہ کسی لڑکی یا لڑکے کی کہانی لکھنے کے لیے پیسوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو کہ بہت بڑی زیادتی کی بات ہے نجانے وہ کس امید کے ساتھ آپ لوگوں سے اپنی کہانی لکھوانے کی تمنا رکھتے ہیں لیکن آپ پیسوں کی بات کر کے ان کے دلوں کو گہری ٹھیس پہنچا دیتے ہیں۔ میری سب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی کہانی خود ہی لکھیں۔ اور ادارہ کو بھیج دیں کسی بھی رائٹر کی سفارش نہ کروائیں۔ کیونکہ ادارہ جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ آپ سب کا اپنا ہے آپ کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا دوسروں کا ہے۔ امید ہے کہ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔ اور مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ پرانے رائٹرز پھر سے خوفناک کی محفل میں چلے آ رہے ہیں ان سب سے ایک بار پھر گزارش کرتا ہوں جو ابھی تک میری کال پر واپس نہیں آئے ہیں وہ جلدی اپنی کوئی سٹوری کے ساتھ خوفناک میں شامل ہوں۔ قمر نشاد کے والد کی ڈیتھ کے بعد ان کے بھائی کی ڈیتھ کا سن کر دکھ ہوا قارئین سے التماس ہے کہ ان دونوں کے لیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر کی توفیق دے۔ آمین۔ خالد شاہان بھائی آپ کی اقساط ادھر ادھر ہو گئی تھیں جس وجہ سے کچھ ماہ تک آپ کی قسط بھید شائع نہ ہو سکی اب باقاعدگی سے شائع ہو گی۔ آپ سب کی موجودگی رسالے کی محفل کو چار چاند ہوئے ہے اور نئے لکھنے والوں کو صرف اتنا ہی کہوں گا کہ وہ لکھیں اور ہم ان کو شائع کریں گے۔ کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد عاصم بوٹا کے والد کی وفات کا شدید دکھ ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ادارہ جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ۔